”سیکولرازم وختِ الحادازم“

”نواسی“

”یہودازم“

ترتیب وتنظیم گروہِ مؤلفین

دار الثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سیکولرازم دخت

الحادازم

نواسی

یہودازم

جماعت مؤلفین ومعاونین

جماعت مؤلفین ومعاونین:

علی شرف الدین، ناصر شاہ، تاثیر شاہ،
محمد علی، خادم حسین، محمد تیمور، ابو مریم،
شکور علی، ابرار حسین۔

کتابت:

مادر آمنہ کوثر فاطمہ

WWW.SIBGHTULISLAM.COM

دار الثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان

انتساب:۔

۱۔ ہروہ مسلمان جس نے قرآن کریم کی آیت بقرہ ۱۲۰ کو اپنے ذہن میں ثبت وراسخ کیا کہ یہودونصاریٰ تم سے خوش نہیں ہونگے جب تک کہ تم خود یہودونصاریٰ نہ بن جاؤ گے۔

۲۔ ہروہ مسلمان جو ایمان کامل یقین محکم رکھتا ہو کہ اللہ کے نزدیک دین اسلام ہے۔

۳۔ ہروہ دانشمند جس کے علم میں ہے کہ دین اور فرقے میں تضاد ہے۔

۴۔ ہروہ شخص جو پاکستان میں قرآن اور رسول ؐ کی بالادستی کو روکتے ہیں وہی مفسدین ہیں۔

،، کے نام،،

الَّذینَ یُحارِبُونَ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْأَرْضِ فَساداً

﴿المائده. ۳۳﴾

پیش گفتار اور تاریخ:۔

طول تاریخ میں معاشرہ انسانی دو ادیان کی ترویج، تائید اور تطبیق میں کوشاں ہے، اور ہر ایک اپنے دین کو انسانیت کی فلاح وصلاح، ترقی وتمدن کا ضامن سمجھتا ہے، معاشرے میں سے کچھ لوگ ادیان الٰہی کی بات کرتے ہیں اور کچھ ادیان وضعی یا انسانی کی، چنانچہ قرآن کریم کی سورہ مبارکہ بقرہ کی ابتدائی آیات میں معاشرہ انسانی کو تین حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلی پانچ آیات میں صفات مومنین بیان کی گئی ہیں چھٹی اور ساتویں آیت میں کافرین، مستکبرین، معاندین کی صفات وخصوصیات بیان کی گئی ہیں، آٹھویں آیت سے لے کر بیسویں آیت تک منافقین کا ذکر ہے، اگر کافر مسلمانوں میں آجائے اور اپنے کفر پر بھی باقی رہے تو اس کو منافق کہتے ہیں، لیکن اگر مسلمان کافروں کے لئے کام کریں تو ان کو سیکولر کہتے ہیں، مومنین اور کافرین کی پہچان آسان ہے جبکہ منافق وسیکولر کی پہچان مشکل ودشوار ہے۔

ہندوستان کی تاریخ میلاد مسیح سے پہلے لیتے ہیں، دنیائے الحاد اپنی تاریخ کو ایمان واسلام سے پہلے لیتے ہیں، لیکن مسلمانوں کے فرقے اپنی تاریخ کو بنیاد سے لینے سے ڈرتے ہیں، یہاں تک کہ کمال بے شرمی کے ساتھ کہتے ہیں ہماری تاریخ دوسروں نے لکھی ہے کوئی کہتا ہے ہماری تاریخ غدیر سے شروع ہوتی ہے یا یہ کہتے ہیں کہ تاریخ میں کیا نہیں ہے تاریخ سے ان کو چڑ ہے کیونکہ ان کی تاریخ مجہول النسب یا معلوم الفساد گھرانوں کو جاتی ہے دعویٰ ارث اور نسب میں تاریخ کا صحیح ہونا ضروری اور ناگزیر ہے لیکن جن کی تاریخ جھوٹی ہے ان کے لیے موت سے پہلے ہی قبر ہے، کیونکہ اس کی شناخت تاریخ سے ہوتی ہے، حلال زادہ و حرام زادہ، اصیل ولصیق، بھی تاریخ سے ہی ثابت ہوتا ہے۔ اس کو قدیم ادوار میں علم الانساب کہتے تھے۔ عربی میں بہت سی کتب علم الانساب پر لکھی گئی ہیں۔ تاریخ پڑھنے کے اصول وضوابط بھی لکھے گئے ہیں، لیکن ہمارے ہاں برصغیر پاک وہند میں اس کی چنداں کوئی اہمیت نہیں ہے، لہٰذا اس حوالے سے کتب تاریخ بہت کم ملتی ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ فرقے ہی ہیں، فرقوں کو تاریخ لکھتے وقت جب ان کے بزرگوں سے اوپر کا ذکر سننا

اور دیکھنا پڑتا ہے تو انکا سر نیچے ہو جاتا ہے، اسلام کی تاریخ قرآن و محمدؐ سے ملتی ہے جبکہ فرقے اپنی یہ تاریخ چھپاتے ہیں بہرحال یہاں تاریخ نہ ہونے کے علاوہ جو پڑھایا جاتا ہے وہ ختم صحیح بخاری کی مانند ہے، انہوں نے تاریخ عبرت کیلئے نہیں پڑھنی بس رات گزاری کیلئے پڑھتے ہیں، تاریخ اسلام جس دن جس مہینے یہاں پر پرچم اسلام لہرایا گیا، مسلمانان برصغیر خاص کر مسلمانان پاکستان کی تاریخ اس دن سے شروع ہو گی، اگرچہ مسلمانوں کی اصل تاریخ ہجرت نبی کریمؐ سے شروع ہوتی ہے۔غرض تاریخ کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔اگر ہم نہیں اٹھائیں گے تو تاریخ سے کھیلنے والے تو ضرور اٹھائیں گے، جیسے میلادوالے، عزاداری والے، سالگرہ و برسی والے، مزارات والے، جو کہ اسلام کو مسخ کر رہے ہیں، اس حوالے سے اگر کوئی اس انتظار میں رہے کہ کوئی بزرگ نابغہ ذہین وفریس شخصیت سامنے آئے تو مشکل ہے، لیکن ہم نے تاریخ کو اٹھایا ہے، ہماری کچھ کتابیں آئی ہیں اور ان شاءاللہ کچھ اور آئیں گی۔اگرچہ ہمارا قد چھوٹا ہے، درسگاہوں کے فیل طالب علم ہیں، لیکن جن نوابغ، جن ارشدوں نے جو لکھا ہے، وہ کتابیں بھی غلطیوں سے محفوظ نہیں ہیں، غلطیاں ان میں بھی ہیں ہماری کتابوں میں بھی ہونگی۔صرف چند نمبر فرق کے ساتھ ہونگی، غلطیاں ضرور ہونگی، غلطیوں کا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ آسمان سے نازل نہیں ہوئی ہے کسی بشر نے لکھی ہے، اگر زیادہ غلطیاں نکلیں تو سمجھیں کہ کسی نااہل نے لکھی ہے،، جبکہ ہماری کتابوں کے حوالے سے ہم پر سیاہ آندھیاں آن پڑی ہیں، ہماری کتابوں کو ایک مادہ نجس سمجھ کر ہاتھ نہیں لگاتے بلکہ احبار اور رہبان کی تقلید میں اندھا دھند اعتراضات کرتے ہیں۔کتاب حاضر عالم اسلام کے خائن وغدار سیکولروں اور مسلمانوں میں جو ایک سرد جنگ چل رہی ہے اس پر، منصفانہ، عادلانہ اور ہمدردانہ تنقید ہے۔سوال ہے پاکستان کو کس نے بنایا ہے؟ جواب میں سیکولروں کا دعویٰ ہے ''پاکستان کو سیکولروں نے سیکولرازم کے نفاذ کے لیئے بنایا تھا، لیکن مسلمانوں نے اپنے بازوئے ایمانی سے اس کا نام،، اسلامی جمہوریہ،، رکھا جو کسی صورت میں بھی ہمیں قبول نھیں ہے، ہم اپنے ہندو بھائیوں سے گھل مل کے رہنا چاہتے ہیں''۔کبھی کبھار یہاں این جی اوز کے پالے اور نام نہاد خدمت خلق کے داعی کہتے ہیں ہمیں تو کافر اور مسلمان کی الگ الگ اصطلاح ہی اچھی نہیں لگتی ہے۔یہ دعویٰ و آرزو کس

عدالت میں لیجائیں؟ جمہوریت کی عدالت میں لیجائیں یا مکاتباتی عدالت میں فیصلہ ہونا چاہیے۔ہم نے اس سلسلے میں بہت کالم پڑھے ہیں لیکن ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ جن سیکولروں کا ہمیں سامنا ہے، وہ، ہندوستان، برطانیہ، امریکہ، سری لنکا، روس یا چین سے تعلق نہیں رکھتے ہیں بلکہ، یہ منافق، ہیں جن کا کوئی آئین ہے نہ کوئی عدالت گاہ ہے۔

حاضر کتاب عالم اسلام خاص کر، قلعہ مسلمین پاکستان اور اہل پاکستان کو گھیرنے والے لشکر ابرہہ بنام سیکولر کے سلسلہ حسب ونسب پر ایک قلمی کاوش ہے۔

سیکولرازم، دخت الحادازم، نواسیٔ یہودازم۔

حمد وثناء بے پایاں ذات باری تعالیٰ خالق انسان وکائنات کیلئے لائق وسزاوار ہے جس نے اپنی وحدانیت لاشریک کے بارے میں ہر قسم کے شرک کی نفی میں فرمایا﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ (۱) اللّٰهُ الصَّمَدُ (۲) لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ (۳) وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُواً أَحَدٌ (۴)﴾(سورہ اخلاص) ۔ان آیات کے علاوہ ہر قسم کے شرک کے ممکنہ مفروضات کو قرآن کریم کی آیات میں براہین ساطعہ، بینات قاطعہ، سے نفی کی ہے۔حمد وثناء خالق کائنات کیلئے اس لئے سزاوار ہے کہ اس نے ہر قسم کے شرک، ضد الوہیت وربوبیت کے خلاف اٹھنے والوں سے جنگ کیلئے انبیاء ومرسلین کو مبعوث کیا۔سلسلہ بعثت انبیاء کو حضرت محمدؐ پر ختم کیا۔ حضرت محمدؐ کی قیادت حکیمانہ سے محروم ہونے کے بعد اب یہ ذمہ داری امت کے ادنیٰ فرد احساس کنندہ سے لیکر نوابغ شخصیات تک کی ہے کہ عصر معاصر میں اٹھنے والی اکثر وبیشتر تحریک، فراعنہ، مارکسیانہ، لینن، اور انیجلز سے لیکر ذلیل وخسیس ملحد وسیکولر اور سیکولرات کے اعتراضات کو دلائل وبراہین، ساطعہ وقاطعہ سے رد کریں اور ان کی ہرزہ گوئیوں کو فاش کو کریں۔حاضر کتاب اس سلسلے میں ایک ادنیٰ کاوش ہے، جسے بعض برادران اسلامی نے دفاع از توحید خالص کی خاطر اس کے لطف وعنایت اور مدبریت وحاکمیت میں یہ صفحات ثبت کئے ہیں۔مذکورہ بالا عنوان کی توضیح کچھ اس طرح ہے۔

یہاں ہم سیکولرازم کے پدر ومادر نسبی الحادازم کے بارے میں گفتگو کریں گے تاکہ قارئین کے لیے کوئی شک وشبہ اور حیرت وتعجب کی گنجائش ہی نہ رہے۔اولاد اگر ماں کی طرف سے معلوم اور باپ کی طرف سے مجہول ہو تو اس کی جنایت پر لوگ تعجب کرتے ہیں بلکہ ایسے افراد کی جنایتوں کا انتظار ہی رہتا ہے، ان کے عزائم، خبیثات، منویات، مکروہات ابلیسانہ ہوتی ہیں، سیکولرازم کی ماں الحادیہ، دختر یہودیہ ہے۔یہودیوں کے عزائم ومنویات خطہ ارضی کو کفرستان، الحادستان بنانا ہے، لہٰذا سیکولرازم یہود کی نواسی ہے اور یہودازم، سیکولرازم کی نانی ہے، جو دنیا میں اپنا تعارف کرانے سے شرماتے ہیں۔

الحاد مادہ لحد سے بنا ہے راغب اصفہانی نے اس کلمہ کے بارے میں لکھا ہے اس سے مراد قبر ہے جو وسط سے دوسری طرف کھودی جاتی ہے، یہ اپنے رخ سے ''منہ موڑا'' سے نکلا ہے جہاں قبر سیدھی کھودنے کے بعد ایک طرف کی دیوار کو کھودتے ہیں اور میت کو اس میں رکھتے ہیں اسی لئے اسے لحد کہتے ہیں۔ وسط سے انحراف کے تناسب سے زبان سے گفتگو میں غلط بولنے کو لحد کہا گیا ہے، سورہ نحل کی آیت ۱۰۳ میں آیا ہے، اسی تناسب سے صراط مستقیم سے منحرف ہونے والوں کو ملحد کہا جاتا ہے الحاد کی مختلف قسمیں اور درجے ہیں۔

۱۔ اللہ کے وجود کا انکار۔ الحاد سے مراد انکار وجود اللہ ہے، یعنی اللہ نامی کوئی وجود نہیں ہے، مادہ ہی قدیم ہے۔ ابتداء میں وجود اللہ کا انکار بشریت میں متعارف نہیں تھا، عام معاشرہ میں یہ تصور نہیں پایا جاتا تھا، یہ بات انفرادی وشخصی طور پر بعض افراد اٹھاتے تھے قرآن کریم نے ان کو دھریہ کہا ہے۔ ﴿زندگی صرف دنیا ہی کی زندگی ہے اسی میں مرتے ہیں اور جیتے ہیں﴾ (جاثیہ. ۲۴)۔

۲۔ اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی ہے جو کائنات کے نظم ونسق کو سنبھالے ہوئے ہے۔ مشرکین کا کہنا ہے اصل خالق اللہ ہی ہے لیکن اللہ کے علاوہ کچھ ایسی ذوات ہیں جو کائنات کو رواں دواں رکھنے میں کردار رکھتی ہیں، جیسا کہ سورۂ عنکبوت آیت ۶۱، ۶۳ یونس ۳۱، مومنون ۸۹ میں آیا ہے۔

۳۔ انکار حیات مابعد الموت۔ مشرکین اللہ کو مانتے تھے لیکن حیات بعد الموت کو نہیں مانتے تھے۔ ﴿اور ہم دوبارہ نہیں اُٹھائے جائیں گے﴾ (الانعام. ۲۹)

۴۔ اللہ کو مانتے تھے لیکن صفات ذاتیہ کو نہیں مانتے تھے۔ جیسا کہ مبدع اصول غیر قرآنی، مفرق جماعت مسلمین اور مبدع مذاہب معتزلہ کہتے ہیں صفات اللہ ذاتی نہیں ہیں۔

۵۔ اللہ کو کوئی کسی ایسے نام سے پکارے جو اس کیلئے جائز وسزاوار نہ ہو جیسے اللہ کیلئے بنین و بنات کا تصور۔

۶۔ اللہ کو مانتے ہیں لیکن تدبیر کائنات سے اللہ کو معطل کرتے ہیں جیسے غلات مردہ کہتے ہیں۔

۷۔ الحاد نفاقی جیسے منافقین جو ایک قدم کافرین میں رکھتے ہیں دوسرا قدم مومنین میں رکھتے ہیں،

دین کے ایک حصے کو مانتے ہیں دوسرے کو مسترد کرتے ہیں صدر اسلام سے ابھی تک منافقین یہی رویہ اپنائے ہوئے ہیں۔

۸۔اللہ کو مانتے ہیں لیکن اس کے اوامر ونواہی پر ایمان نہیں رکھتے اور ماننے کے ثبوت ونشانی کے طور پر کسی قسم کا کردار ادا نہیں کرتے ہیں۔جیسے بوذی و براہمہ، نظام حیات خود وضع کرتے ہیں۔

۹۔اللہ کو مانتے ہیں اور کچھ عبادتیں جیسے نماز، حج یا دعائیں وغیرہ بھی کرتے ہیں، لیکن نظام حیات و مملکت اللہ سے لینے سے سختی سے ممانعت کرتے ہیں۔

۱۰۔وہ لوگ جو قرآن کریم کی بعض آیات کو مانتے ہیں بعض کو نہیں مانتے۔﴿یہ کہتے ہیں ہم بعض پر ایمان لائیں گے اور بعض کا انکار کریں گے﴾(نســـاء. ۱۵۰)﴿تو کہتے ہیں ہم صرف اس پر ایمان لے آئیں گے جو ہم پر نازل ہوا ہے اور اس کے علاوہ سب کا انکار کر دیتے ہیں اگر چہ وہ بھی حق ہے اور ان کے پاس جو کچھ ہے اس کی تصدیق کرنے والا بھی ہے﴾(بقرہ. ۹۱)

۱۱۔بعض دین اسلام کو، ناقص و ناکافی، مانتے ہیں اور ضرورت تجدید اور اجتہاد پر زور دیتے ہیں جیسے اٹھارویں صدی سے امت اسلام سے نکلنے والے مجدّدِ دین کا اصرار ہے کہ دین میں اجتہاد کریں۔

۱۲۔بعض کے نزدیک قرآن کریم کی آیات ظنی الدلالہ ہیں اور سنت رسولؐ ظنی السند اور ظنی الدلالہ دونوں ہے، یہ دونوں انسانی حیات کیلئے ناکافی ہیں۔جعل احکام کیلئے ان دو کے علاوہ اور کچھ مصادر تلاش کرنے کی ضرورت ہے جیسے اجماع، قیاس، مصالح مرسلہ، سدذرائع، استحسان، عرف وغیرہ۔

۱۳۔دین کو جانتے ہیں لیکن کل دین کو خدمت خلق گردانتے ہیں۔

ان کے علاوہ دوسرے گروہ بھی اس کا مصداق ہیں﴿اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں بے دینی سے کام لیتے ہیں عنقریب انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا﴾(الاعراف۔۱۸۰)۔بعض جادۂ راست، صراط مستقیم سے نکل کر فرعی راستہ پر چلنے والے ملحدین کے بھی درجات و مراتب ہیں بعض تمام اقسام ایمان بالغیب کے منکر ہیں ایمان، ماوراء مادہ نہیں رکھتے ہیں۔بعض نے اس سے بھی آگے نکل کر ضد دین

اعلان جنگ کیا ہے،ان کے عمائدین واکابرین ملحدین ہیں۔وہ یہود ہیں یہود تنہا ایمان بالغیب کے منکر ہی نہیں بلکہ غیراز یہود تمام شریعتوں کے خلاف ہیں وہ عالمی حکومت یہود کے مدعی ہیں جب ان کے عزائم فاش ہوگئے اورلوگ ان سے دوروفرار ہوگئے توانہوں نے پس پردہ ادیان وشریعت کے خلاف جنگ جاری رکھی اورلوگوں کوملحدین بنانا شروع کیا،یہ یہوداس لحاظ سے سیکولرازم کی نانی ہیں۔یہوداپنی خباثت ظاہری و باطنی دشمنی وشرارت کے حوالے سے برائیوں کا پیکر ہیں،لہٰذا ان کی صفات خبیثہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ذکر یہود آباء واجداد پرستوں کیلئے بھی منہ توڑ جواب ہے۔یہودنسل یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم صاحب شریعت کبریٰ تورات والوں کو کہتے ہیں۔اللہ نے انہیں دنیا میں جتنی نعمتوں سے نوازا ہے کسی اورکو نہیں نوازا ہے۔اس کے باوجودقرآن میں آیا ہے کہ وہ سب سے زیادہ کفران نعمت کرنے والے ہیں۔ان کے،خبیث ترین،عبث ترین قابلِ نفرت اوصاف قرآن کریم نے بیان کئے ہیں وہ مادہ پرستی میں مادہ پرستوں کی بھی ماں ہیں،کفروطغیان اورانکارربوبیت کے بانی ہیں آیات ومعجزات ان کیلئے پتھر کے اوپر پتھر رکھنے کے برابر ہیں،جھوٹ بولنا،عہدتوڑنااور بے وفائی کرنا ان کی پہچان ہے،تہمت وغلاظت گوئی ان کی ثقافت ہے،بغاوت وجرم وجنایت ان کا پیشہ ہے۔دنیا میں رائج مذاہب فاسدہ خبیثہ،خائنانہ،خادعانہ وہدامیہ کے بنیان گزار یہود ہیں۔ادیان اوراقوام کوتتربترکرنے والے یہود ہیں۔ملحدین اورادیان سے جنگ لڑنے والے سرخیل کاروان،ان کے مدرسہ سے نکلے ہیں۔

اگرکوئی شخص یہ جاننا چاہے کہ سیکولرازم کا حسب ونسب کیا ہے،اس کا منبع ومصدر کہاں سے ملتا ہے اس کے کتنے بہن بھائی ہیں تواس کا جواب یہ ہے کہ اس کا خاندان الحادازم ہے اورالحاد یہ دختر یہود ہے۔اگر کوئی اس کا تاریخی پس منظر دیکھنا چاہے تو وہ ظہوراسلام پرنظر دوڑائے،اسلام کی فتح وفتوح کے بعد یہود، مجوس ونصاریٰ کے فرزندان،بابک خرمی،راوندی،مانوی وغیرہ نے اپنے افراد کومنافق بنایا۔منافقین سے مختلف بنین وبنات نکلے ہیں،بعض نے ریاست واقتدارمسلمین میں قیصروکسریٰ کی بنیادرکھی اوربعض نے عرب بدوؤں کے ذریعے پدرمادرآزاد جمہوریت کا نعرہ بلندکرکے اسلام کوتہہ وبالاکرکے دیوانگی اور ہرج

ومرج کا ماحول پیدا کیا، بعض نے جاہل ونادان، ناواقف ونا آشنا اور حسب ونسب میں مجہول افراد کو اپنا امام بنایا۔

بعض نے عقل کو دفنا کر خالص لفاظی وقرائتی الفاظ پر قائع کیا، بعض نے قرآن اور حضرت محمدؐ کو نظر انداز اور فراموش کر کے عقل کا پٹاخہ چلانے والوں کو مقام نبوت پر پہنچایا ہے کسی نے جمع احادیث کے ذریعے ختم نبوت کو کھوکھلا کیا، یہ سب اسلام کے زرّین وفولادی اصولوں کی وجہ سے اسلام کو مٹانہ سکنے کی وجہ سے بادل نخواستہ کبھی کبھی اسلام کا نام لیتے ہیں اسی طرح اللہ کے نازل کردہ اور نبی کریم محمدؐ کے نافذ کردہ اسلام کو روکنے والے سیکولر خود کو مسلمان متعارف کراتے ہیں، لیکن اسلام کو اقتدار پر بھی نہیں آنے دیا اور یہی سلسلہ چلتے چلتے نویں، دسویں صدی ہجری تک آ پہنچا اس دوران یہود ماسونیہ نے ایک نیا لشکر جنم دیا اور ان کے فرزندوں کو مختلف نام دیئے۔

انھوں نے بغیر کسی ملاوٹ کے الحادی اولاد بنین و بنات جنم دیں ان میں سے بعض نے اللہ، قیامت اور انبیاء کو تنہا مسترد کرنے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ ایسا لشکر ابر ہہ جنم دیا جو مسلمان خطے میں اعلانیہ دین سے جنگ لڑنے لگا جس کا آغاز، کارل مارکس یہودی، اور انکے ساتھی لینن نے کیا تھا، انھوں نے ایسے بنین و بنات، ایران، عراق، شام، مصر، لیبیا، افغانستان اور پاکستان میں بھیجے جو برملا دین کے تمام مظاہر کا مذاق اڑاتے اور دین کی اہانت وجسارت کرتے ہیں۔

۲۔ سیکولر وہ لوگ ہیں جو مغربی ملکوں میں مغرب والوں کے خرچے پر ان کی درسگاہوں میں پڑھنے کے لئے جاتے ہیں وہاں سے واپس آنے کے بعد یہاں منافقانہ زبان میں خود کو مسلمان کہتے ہیں حالانکہ یہ مغرب کے لئے کام کرنے والے دانشوران ہوتے ہیں، کہتے ہیں ہم دین کے خلاف نہیں بلکہ ہم دین کو مانتے ہیں، جس طرح بصرہ وکوفہ میں پناہ گزین، مجوس ویہود وصلیب اور مشرکین بدو کہتے تھے۔ یہ مسلمانوں میں شعائر دینی کے نام سے میلادو عزاداری اور محافل مشاعرہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں پانی پلاتے ہیں، پیدل نکلتے ہیں، شربت پلاتے ہیں، خود کو دیندار دکھاتے ہیں اور کہتے ہیں ہم صرف دین کو ریاست وحکومت

میں نہ لانے کی بات کرتے ہیں، آپ کا دین محفوظ ہے ہم اسے چھوئیں گے بھی نہیں، چھیڑیں گے بھی نہیں چنانچہ ہمارے بلتستان میں موجود ایک نام نہاد عالم دین بنام محمد علی شاہ نے کھل کر کہا ہمارا دین ہمارے پاس ہے اسے کوئی چھوئے گا نہیں، لیکن دنیاوی زندگی کے مسائل کا حل کسی سے لینے میں کوئی حرج نہیں اسی طرح ایک اور سیاہ عمامہ، عباء وقبا پوش نے تارک صوم وصلاۃ وحج آغا خان سے کہا ''اسلام علیک یا ابن رسول اللہ'' بعض کہتے ہیں آغا خان ''صحیح النسب'' سید ہے، صحیح النسب کی کیا شناخت ہے؟ کیا صحیح النسب سید کی شناخت شریعت محمدؐ کو منسوخ کرنا ہے؟ چنانچہ اب بلتستان کے علماء ریاست اسلامی کا نام سننے کیلئے تیار نہیں ہیں میں نے مولوی سلیم سے سوال کیا آپ کے نزدیک اسلام سنی بہتر ہے یا سیکولر، بلا تردد کہا سیکولر۔ امت اسلامی میں سیکولرازم کی بات اور دین اور حکومت میں جدائی کی آواز حکومت عثمانی کے آخری احتضاری لحات میں عبد الرحمٰن کواکبی نے اٹھائی تھی۔ سیکولرازم کے نفاق کا دور گزرنے کے بعد اب کھلے عام مسلمین وکافرین کے فرق وامتیاز کو مٹانے کا اعلان ریاض الجنۃ میں حاجیوں والی ٹوپی پہن کر نفل پڑھنے، جاتی عمرہ میں میلاد ونعت کی محفل کا انعقاد کرنے والے نواز شریف نے کراچی میں ہندو گردوارے میں لبرل ازم کے اعلان سے کیا، نیز اسمبلی میں توہین رسالت پر مقرر سزا کو ختم کرنے کی نفاقی پالیسی کو پاس کیا یہاں سے پاکستان میں سیکولر سوچ رکھنے والوں کے حوصلے بلند ہو گئے تھے امیدوں میں اضافہ ہو گیا تھا کالم نگار خوش ہو گئے لیکن بے سہارا مسلمانوں کے لیے اللہ نے فضاء میں ابابیل بھیج کر آسمان سے ان پر حملہ کیا، پاکستان میں اسلام کو چیلنج کرنے والا بھٹو بھی تھا جو کارل مارکس کے کمیونیزم کا داعی تھا اور ریاض الجنۃ میں نفل پڑھنے والے نواز شریف جنھوں نے ہندو گردوارہ میں جا کر ہندوؤں سے کہا آپ جلد ہی دیکھیں گے کہ ہندو مسلم میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔

اس فکر کے مبتکر کارل مارکس یہودی زمیندار چودھری مرواخامی کے گھر میں ۱۸۱۸ء کو پیدا ہوا تھا۔ اسکا پیشہ وکالت تھا وہ ۱۸۱۷ء میں مسیحی ہوا ۔ یعنی مارکس کی پیدائش سے ایک سال پہلے مسیحی ہوا تھا لہٰذا مارکس مسیحی تھا۔ اس نے برلن کی یونیورسٹی میں داخلہ لیا بہت سے علوم خاص کر فلسفہ، اعتقاد، قانون، ادب، تاریخ کو پڑھا کتاب موسوعہ ادیان مذاہب معاصرہ علی رمضان ص ۲۱۱ پر آیا ہے مارکس نے ۱۸۴۷ء میں اس نظام کا

اعلان کیا اور اس نظام کا نام مقوعی شیوعی رکھا۔اس نے ۱۸۳۵ء کو سرمایہ داروں کے خلاف طاقت کا مقابلہ کرنے کا اعلان کیا۔اس طرح سرمایہ داراس کے خلاف کھڑے ہوئے اس نظام کی بنیاد مادی جدلی تاریخ پر قائم ہے،یعنی وہ صرف مادے کو دیکھتے ہیں مادے کے علاوہ کسی چیز کو حساب نہیں کرتے۔کمیونسٹوں نے اس کوایک دائم النظر یہ بنایااوراس پر مدارس وجامعات قائم کئے ہیں۔

الحاد اسمائے حق:۔

ا۔یہ کہ کوئی انسان کسی ایسے نام سے اللہ کو پکارے جواس کے لئے مناسب نہ ہو۔

۲۔اس کے اوصاف کی ایسی تاویل کی جائے جواس کے لئے لائق وسزاوار نہ ہواسی سے ''التحد ہ'' کسی کی طرف مائل ہونے کو کہتے ہیں(کہف۔۲۷)۔یعنی کسی سے پناہ مانگنا۔

ادیان کے ساتھ جنگ میں ناکامی کے بعد یہود نے ایک نیا طریقہ ایجاد کیا ہے جس کا نام انہوں نے علمانی رکھا،یعنی ،،سیکولرازم،،انہوں نے لوگوں کو دھوکہ وفریب دیا کہ ہم آپ کے دین سے جھگڑا نہیں کرتے ،آپ کے دین کے مزاحم نہیں ہیں بلکہ ہم صرف نظام کو بہتر بنانے کے خواہاں ہیں۔ہم معاشرہ کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنا چاہتے ہیں ہمارے جس طریقہ پر پیش رفت کر کے مختلف اقوام نے اپنے ملک کو ترقی یافتہ بنایا ہے۔اسی طرح ہم آپ کے ملک کو بھی ترقی یافتہ بنانا چاہتے ہیں اس کے لئے ضروری ہے ہم امور دین ودنیا کو الگ کریں یعنی دین ایک انفرادی عمل ہے جس میں آپ آزاد ہیں۔ہر ایک اپنی جگہ پر اپنا دین اپنائے لیکن حکومتی نظم ونسق کو دین سے دور رکھیں۔

اہل فکرودانش جانتے ہیں کہ انہوں نے اس معاشرے میں گھسنے اور زمام امور کو اپنے ہاتھ میں لینے کیلئے یہ دھوکہ دیا ہے۔وہ ملکوں کی امداد،ترقی،تجارت اور سماجی کاموں کے بہانوں سے ملکوں میں داخل ہوکر وہاں کے اقتدار کو خفیہ طور پر اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں اور پھر وہاں کی عوام اور حکومتوں کو اپنا محتاج ونیازمند بنا کر ان کے معاملات کو اپنی مرضی سے چلاتے اور دین ودیانت سے نبرد آزما ہوتے ہیں۔

یہودیوں نے انقلاب صنعت کے بعد الحاد پروری کی درسگاہیں شروع کیں اور بڑے الحادی پیدا

کئے ان میں چند کا نام ذکر کرتے ہیں۔

یورپ میں الحادی داعش:۔

۱۔شوپنہور (۱۷۸۸سے۱۸۶۰ء)

۲۔نیتشہ (۱۸۸۴سے۱۹۰۰ء) تک جس نے موت اللہ کا اعلان کیا تھا۔

۳۔کارل مارکس (۱۸۱۸۔۱۸۸۳ء) جس نے دین کے تمام آثار کو مٹانے کیلیئے لشکر پلورتار یا بنایا تھا۔

۴۔برٹرینڈ رسل فیلسوف انگلینڈ ۱۸۷۳ء۔۱۹۷۰ء

۵۔جولیان ہکسلی۔

۶۔جان دیوی (۱۸۵۹سے۱۹۵۲ء)

۷۔سنتیانا (۱۸۶۳سے۱۹۵۲ء)

۸۔سگمنڈ فرائڈ (۱۸۵۶۔۱۹۳۹ء)۔ پدر مادر آزاد یہود نژاد یورپ کا شہری موسس نظریہ جنسی، اس نے انسانی زندگی کی تمام حرکات وسکنات، اجتماعیات، سیاسیات کو لذت جنسی کی طرف ارجاع کیا ہے۔شاید عصر حاضر میں ہمارے ملک میں اس نظریے کے داعی لبرل ہیں۔ چنانچہ جمشید دستی کے مطابق اس فکر کے حامی ایوانوں میں بہت ہیں۔

۹۔چارلس ڈارون (۱۸۰۸۔۱۸۸۲ء):۔ برطانوی نژاد ہے اس نے تصور اللہ کو رد کرنے کیلیئے نظریہ تطور وتدریج کائنات کی تحریک چلائی۔اس نے انسانوں کی ابتداء بندر سے بتائی ہے۔شاید عصر حاضر میں اس کے داعی اداکار وفلمساز ہوں گے، جنکی تمام حرکات وسکنات نقل اتارنے میں ہوتی ہیں۔(کواشف زیوف، ص ۳۱۷)

۱۰۔امیل دورکائم (۱۸۵۸۔۱۹۱۷ء):۔فرانسیسی یہودی نژاد، اس کی تعلیم علم اجتماع تھی، لیکن جو منشور اس نے اپنے لئے انتخاب کیا وہ ہدم اساس دین واخلاق تھا اور تصور حقیقت عقل محض کی بنیاد پر قائم تھا۔

۱۱۔ ہنری برجسون (۱۸۵۹۔۱۹۴۱):۔فرانسیسی یہودی نژادتھااس نے دین مسیحی کوانتخاب کیا، یہودیوں کا یہی وطیرہ رہا کہ وہ ایک دین چھوڑ کر دوسرے دین میں داخل ہوجاتے تھے۔اس کا فلسفہ تھا حیات و مادہ کی جنگ۔(کواشف زیوف۔ص ۳۴۷)

۱۲۔جان پال سارتر (۱۹۰۵۔۱۹۷۹ء):۔جرمن یہودی نژاد ہے اس نے، نظریہ وجودیہ پیش کیااس کے وقت احتضار میں اس سے سوال ہوا کہ تمھارے اختراع کردہ مذہب نے تمھیں کہاں پہنچایا،اس پر جواب دیاافسوس،حسرت اورشکست کامل۔

۱۳۔نیقولا میکاؤلی ایطالی نژادمتولد ۱۴۶۹ءمتوفی ۱۵۲۷ء:۔اس کی تحقیقات سے برآوردہ نتائج یہ تھے کہ اقتدارتک کیسے پہنچتے ہیں اس کا تحفظ کیسے کرتے ہیں اور کیسے اقتدار کھوجاتا ہے۔عصر حاضر میں ہمارے ملک میں اس کے پیروکارزیادہ تر سیاستدان ہیں بےنظیر،چوہدری شجاعت اور بہت سے ملقبان لوٹا بازوں کا کہنا ہے سیاست میں ہر چیز جائز ہے۔شاید فی زمانہ شریف خاندان کی تحقیق بھی اسی فکر پرآ کررکی ہے۔بنی عباس کے کسی خلیفہ نے کسی کو دربار میں حاضر کیاان سے پوچھا''**کیف اطـا عتک الامیـر** ''جواب دیا جان ومال فدا کروں گاتو جانے دیا،پھر بلایاپوچھا''**کیف اطـاعتک الامیر** ''کہاجان ومال اورناموس فدا کروں گا جانے دیا پھر بلایااور پوچھا''**کیف اطـا عتک الامیـر** ''تو کہا،جان،مال،ناموس اوردین سب قربان کروں گاتوتبسم کیا۔یہی رسم سیاست میں جاری ہے۔

۱۴۔ہربرٹ مرقس یامارکوز(۱۸۹۸۔۱۹۷۹ء):۔فیلسوف یہودی نژاد،متولد جرمنی،زندگی امریکہ میں گزاری۔بانی اسقاط حکومت اشراف واقامہ حکومت بدووجاہل،یعنی سب سے گرے ہوئے لوگوں کی حکومت کے قیام کے داعی(کواشف زیوف،ص۳۹۳)

۱۵۔ذیمقراطیس فیلسوف یونانی ۴۷۰ ۔ ۳۶۱ ق م

۱۶۔ابیقورفیلسوف یونان ۳۴۱ ۔ ۲۷۰ ق م

۱۷۔ڈیویڈ ہوم ۔۔۔۔اسکلندی ۱۷۱۱ ۔ ۱۷۷۶ء

۱۸۔شوپن ہارفیلسوف جرمنی ۱۷۸۸ء۔ ۱۷۶۰ء

۱۹۔نٹخز فیلسوف جرمنی ۱۸۳۴ء۔۱۸۹۹ء

۲۰۔سپنسرفیلسوف انگلینڈ ۱۸۲۰ء۔۱۹۰۲ء

۲۱۔برکلی:۔ یہ آئر لینڈ کے رہنے والے تھے، دین دار تھے فکر مادہ کے مخالف تھے وہ کہتے تھے اللہ ہی کائنات کا محافظ ہے جو مادی صورت میں کائنات کو تحفظ دے رہا ہے۔اس بات میں جائے شک نہیں کہ پیروان عقل کی خرافات سے نجات دینے والے علوم مادی ہی تھے کیمیا بنانے کو ایک قسم کا سحر وشعبدہ سمجھتے تھے، علوم مادی ہی نے انسان کو تجربے کی سیڑھی پر چڑھایا ہے۔لیکن اس کی مجموعی فکر میں بہت سی خرابیاں ہیں پہلی خرابی وجود باری تعالیٰ سے انحراف وانکار ہے یہ کہنا کہ مادہ ہی اساس موجودات ہے باقی وہم وخیال ہے جب کہ باریک ترین ذرات سے لے کر بڑے سے بڑا مجرہ تک اللہ کے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔

اللہ کے علاوہ دیگر مفادات پر ایمان ان کے جہل کی دلیل ہے کیونکہ کائنات میں بہت سے اسرار پوشیدہ ہیں جو ابھی تک ،عنقاء ہیں، کائنات میں موجود پوشیدہ رازوں میں سے ایک عقل ودماغ ہے جو انسان کے سر میں ہے دماغ جو بے شمار خلیوں سے مرکب ہے دماغ ہی کے ذریعے عقل کام انجام دیتی ہے دماغ مادی ہے لیکن عقل وشعور غیر مادی ہیں قابل لمس نہیں ہیں، اس پر ایمان نہ لانا تمام علوم کو ملغا کرنے کے برابر ہے اسی طرح بہت سے امراض نفسانی ہیں مادی نہیں جو انسان کے غلط سلوک سے جنم لیتے ہیں۔

مبادی واہداف ''مارکس ازم''

کارل مارکس اوراس کے دوست انجلس نے کمیونیزم کے افکار ونظریات کو،مینیفیسٹو ، کے نام سے جاری کیا اور ۱۸۴۸ء میں اسے نشر کیا۔اس ،مینیفسٹو ، میں تھا جس کسی کے پاس مال ودولت ہے وہ اس نے غصب اوراستحصال کیا ہے کیونکہ یہ اموال فیض طبیعت ہیں اور طبیعت میں سب برابر ہیں۔مارکس اوران کی اتباع کرنے والوں نے جن مبادی کا اعلان کیا اس میں کمیونزم اور سوشلزم شامل ہیں۔ان کی بنیاد رکھنے والے عمائدین واکابرین نے پہلے دن سے اپنے اہداف ومقاصد کو بغیر کسی اجمال وابہام کے واضح وروشن

الفاظ میں اعلان کیا ہے اوراس اعلان سے ذرا بھر انحراف نہیں کرتے ہیں۔ وہ اس میں کمی بیشی اور تنازل کے لئے تیار نہیں۔ ان کے پاس جو مسلمات ہیں وہ ان پر مذاکرات ومناقشات ومجادلات نہیں کرتے انکے بنیادی نظریات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ دین خرافات ہے دین انسان کی تخلیق ہے اللہ نامی کوئی چیز نہیں ہے انسان سمیت پوری کائنات مادہ ہی مادہ ہے لہٰذا قوموں کے اذہان میں جو دین کا تصور ہے پہلے مرحلے میں اس کا صفایا کرنا ہے۔

۲۔ کائنات مادہ ہے افکار ونظریات نے مادے ہی سے جنم لیا ہے۔

۳۔ مادہ وجود اصلی ہے جس کے اپنے قوانین ہیں۔

۴۔ دنیا میں تغیر وتبدل فلسفۂ تاریخ سے ہوتا ہے۔

۵۔ ملکیت فردی کا کلی طور پر خاتمہ کرنا ہے، ہر فرد کو اس کی ضرورت واحتیاج کی مقدار کے مطابق دینا ہے۔

۶۔ نظام اجتماعی وسیاسی مزدوروں کے ہاتھ میں دینا ہے۔

دین کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ دین خرافات ووہمیات ہے یہ انسان کی اپنی اختراع ہے۔ اللہ نے انسان کو خلق نہیں کیا بلکہ انسان نے اللہ کو خلق کیا ہے اللہ کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں مارکس نے کہا یہ بات درست نہیں کہ اللہ نے کائنات کو تنظیم بخشی ہے، جو شخص فکر وجود اللہ کے بارے میں دلائل دیتا ہے وہ جاہل وعاجز ہے۔ مارکس کے دوست لینن نے کہا کہ تصور اللہ کو اس طرح اٹھائیں کہ یہ جھوٹ ہے جو سرمایہ داروں نے بنایا ہے لینن نے کہا ہم صرف انکار اللہ پر ہی اکتفاء نہیں کرتے بلکہ جب تک تصور اللہ اور اللہ کے دین کا خاتمہ نہیں ہوگا ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ دین کے حوالے سے وہ تین احتمال پیش کرتے ہیں۔

۱۔ پہلا تصور، دین کو انسان نے اس لئے گھڑا کہ وہ کائنات کے مظاہر کی علت سے آگاہ نہیں تھا جیسے اسے نہیں معلوم تھا کہ رعد برق وگرج تیز ہوا وغیرہ کا منبع کہاں ہے چنانچہ انھوں نے االلہ کا تصور قائم کیا۔

۲۔دین کا تصور سرمایہ داروں نے اپنے مزدوروں کو ٹھنڈا کرنے،قانع کرنے اور خاضع کرنے کیلئے گھڑا تا کہ وہ ہمارے سامنے خاضع و ذلیل ہو کر رہیں اور وہ اس پر قانع ہو جائیں کہ اللہ ان کو اس کا اجر آخرت میں دے گا۔

۳۔فقیر،کمزور،مظلوم اور بے چارہ و بے بس انسانوں نے زندگی کی قصاوت و شقاوت میں تشفی وتسلی کیلئے دین کا تصور اپنایا ہے۔انھیں باور کرایا کہ اللہ ظالمین سے انتقام لے گا اور ہمیں ان سے قصاوت و شقاوت کا بدلا ملے گا یہ باتیں انھوں نے اپنی بد بختیوں اور شقاوتوں کے متعلق لوگوں کی نفرتوں سے جان چھڑانے کے لئے گھڑی ہیں۔

دین علم پر قائم ہے دین فطرت پر قائم ہے دین کائنات کی ایک صفت ہے دین مظلوم ومحروم کو برداشت کی تلقین نہیں کرتا بلکہ ظالم سے انتقام لینے کا حکم دیتا ہے اور اس دنیا میں الٰہی اقتدار کو گردش میں رکھنے کا وعدہ دیتا ہے۔مغرب میں بڑھتی ہوئی سرمایہ داری کے مقابل میں مزدوروں کا قیام،کمیونسٹوں کی سرمایہ داروں کے خلاف محاذ آرائی اور دولت کی لوٹ کھسوٹ جلد ہی خود کمیونسٹوں کے گلے پڑی اور وہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئے۔

کیمونزم مادہ سے منسوب ایک نظریے کا نام ہے جہاں فرد ہر قسم کے ایمان بالغیب سے آزاد ہوتا ہے۔حواس میں نہ آنے والی چیزوں کو نہیں مانتا اور موجود خارجی مادیت تک محدود رہتا ہے۔انکے نزدیک عقل بھی مولود مادہ ہے انسان کی فکر اور عقل کا مصدر بھی مادہ ہے۔ان کا کہنا ہے وجود کائنات اور اس کے تمام مظاہر مادہ کے مختلف چہرے ہیں فکر اللہ خود انسان کی خلق کردہ ہے ایسا نہیں کہ اللہ نے انسان کو خلق کیا بلکہ انسان نے اللہ کو خلق کیا ہے۔مادہ اور طبیعت سب ایک حقیقت ہیں۔

کائنات میں کوئی چیز نہیں ہے جو انسان کے ادراک سے باہر ہو،مادیت کے نام سے دو گروہ ہیں ایک مادی میکانکی ہے وہ وجود غیر مادہ کو نہیں مانتے ہیں جو چیز حواس میں نہیں آتی وہ اس کو نہیں مانتے ہیں اللہ چونکہ حواس میں نہیں آتا ہے تو اللہ کو نہیں مانتے دوسرا مادی نظریہ ضد دین پر مبنی ہے۔

اسباب ظہور الحاد: [مذہب فکریہ معاصرہ ج ۲ ص ۱۰۱۹]

الحاد بھی دیگر مظاہر کونیات میں سے ایک ہے، جو بغیر اسباب وعلل وجود میں نہیں آتا، لیکن سوال یہ ہے کہ الحاد کن اسباب ووجوہات کے تحت وجود میں آیا اور کس نے ایجاد کیا۔ مذکورہ بالا کتاب کے صفحات پر ہے سب سے پہلے جس نے اللہ کے بندوں کو اللہ سے روگرداں کیا وہ ابلیس ہے، چنانچہ سورہ اعراف آیت ۲۰ میں آیا ہے۔ ﴿فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ﴾

الحادیہ دخت ماسونیہ:۔

اگر کوئی پوچھے، الحادیہ، کس کی بیٹی ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ، دخترِ ماسونیہ ہے اور ماسونیہ کون ہے اس کے بارے میں فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیہ والافتاء جدہ ج ۲ ص ۴۰ پر آیا ہے ماسونیہ ایک خفیہ گروہ سیاسی ہے جس کے، اہداف عالیہ، دین ودیانت اور اخلاق فاضلہ نامی چیزوں کا خاتمہ کرنا اور دین کی جگہ قوانین وضعی وبشری کو تنظیمات الحادیہ کے ذریعے جاگزین کرنا اور سعی پیہم کرنا تا کہ انقلابات پے در پے آئیں چنانچہ ماسونیوں نے ۱۸۶۵ء کو منعقدہ انقلاب کانفرنس میں اعلان کیا ہمارے اوپر واجب ہے کہ ہم اللہ کا خاتمہ کریں اور اللہ کے خلاف اعلان جنگ کریں اور آسمان کو پاش پاش کریں۔ اس طرح ایک اجتماع ۱۹۰۳ء میں منعقد ہوا جس میں کہا تھا ایک دن وہ آئے گا کہ دین الٰہی کی جگہ ماسونیہ آجائے گی۔ اس طرح ایک اور اجتماع ۱۹۲۲ء میں منعقد ہوا تھا جس میں انھوں نے کہا ہم آزادی کو تقویت دیں گے اور دین الٰہی کا خاتمہ کریں گے۔

ماسونیہ خود دختر یہود ہے موسوعہ فرق ومذاہب ص ۲۸ پر آیا ہے ماسونیہ یہودیوں کی ایک خفیہ تنظیم ہے جو یہودیوں کے اغراض ومقاصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے وجود میں لائی گئی۔ یہودیوں کی طرف سے خاتمہ ادیان الٰہی تفریق بین المسلمین وغیر مسلمین، عالمی حکومت یہود کا قیام، امت مسلمہ کو فرق در فرق اجتماعات اور احزاب میں تقسیم کرنا اس کے اہداف ومقاصد میں شامل ہے۔ چنانچہ حکومت عثمانیہ کی بساط کو برچیدہ کرنے اور اس کی جگہ سیکولرازم جاگزین کرنے کے بعد انہوں نے امت مسلمہ میں عرب وغیر عرب کا

شعار بلند کر کے عربوں کو گروہ در گروہ تقسیم کیا یہاں تک کہ پورے عالم اسلامی پر نظام سیکولر قائم کیا۔اس نظام کے بعد خاندانوں میں تقسیم، اولادوں کو بہن بھائی اور والدین کو ماں باپ میں تقسیم کیا ماں کی فضیلت کو باپ سے زیادہ بتانے والی یہی تنظیم ہے۔

تاریخ اسلامی میں الحادیت:۔

ا۔جب ۶۵۶ھ میں بساط خلافت عباسیہ کو پارہ پارہ کیا گیا اور تتاریوں کا اقتدار بحال ہوا تو یہ سب سے پہلا طاقتور الحادی دور تھا۔مملکت اسلامی میں مسلمانوں پر ملحدین کا یہ دور اپنی وسعت زمینی و زمانی کے لحاظ سے سب سے طویل و عریض دور رہا ہے۔جب تتاریوں کی کشور کشائی میں طغیانی آئی اور ساتویں صدی کے آخر میں ایک وسیع و عریض طاقتور و قدرتمند حکومت کے طور پر عالم اسلامی پر مسلط ہوئے تو ہر آئے دن اپنی سلطنت جماتے گئے اور آخرکار ساتویں صدی کے آخر میں وہ ایک عالمی امپراطوری حکومت بنانے میں کامیاب ہوئے۔انہوں نے تیس سال کے عرصہ میں جزائر جاپانی سے محیط ہادی' غرب سے یورپ' سبریہ جزیرۃ عربی شام، جنوب سے فلسطین شام تک سلطنت کی۔جن لوگوں نے عالم اسلامی پر حکومت کی ہے ان کو تتاری یا مغلی کہتے ہیں تتار قدرت مند حکومت کی صورت میں سن ۶۰۳ھ میں شمال چین میں قیادت چنگیزی میں نمودار ہوئے۔۔

دونوں تتاری ہیں لیکن تتار سے نکلنے والا ایک گروہ مغل کہلاتا ہے لیکن ان کی اصل تتار ہے۔تتار سے جدا ہونے والے ایک گروہ کو مغل کہتے ہیں جس سے چنگیز خان نکلا اس نے مغلوں پر ایک عرصہ تک حکومت کی اور ان کی زعامت و قیادت کو سنبھالا، اس نے تتار کو شکست دی، ان کے مردوں کو قتل کیا، عورتوں کو اسیر کیا اور بچوں کو غلام بنایا گویا تتار مغلی قیادت کے ہاتھوں ختم ہوئے مغل ہی صاحب سلطنت و غلبہ تھے۔انہوں نے ایک ایسی امپراطوری حکومت قائم کی جو حکومت مغلیہ کے نام سے متعارف ہوئی۔قبائل مغلیہ وسط ایشیاء میں نہر' جیحون غرب سے حدود چین تک مشرق کی طرف سے چین تک اور شرق ایشیاء تک پھیلے ہوئے تھے۔

[تاریخ اسلام حسن ابراہیم ج ۴ ص ۱۲۵] کہتے ہیں کلمہ تتار کے مختلف ادوار میں معنی بدلتے رہے

ہیں چنانچہ سابق زمانہ میں دوسری صدی ہجری کے دور میں تتارترکیوں کو کہتے تھے اسی طرح یہ کلمہ تمام مغلیوں یا ایک جماعت مغل کے لئے استعمال ہوا ہے لیکن ساتویں صدی ہجری کے مغل حملہ کے بعد جہاں بھی مغل داخل ہوئے ان کے لئے تتار کا کلمہ استعمال کیا گیا ہے چاہے وہ چین میں داخل ہوئے ہوں یا اسلامی مما لک میں یا روس و یورپ۔ ابن اثیر نے کہا ہے تتار اسلاف چنگیز خان کو کہتے ہیں لیکن مغل چوتھی صدی سے استعمال ہونے لگا ہے جو ان کے کسی بھی قبیلہ کے رئیس کے لئے استعمال ہوا ہے بعض کا کہنا ہے تتر ترکیوں کے لئے استعمال ہوا ہے۔

۶۰۳ھ میں تتار کی حکومت وجود میں آئی' پہلے یہ منگولیہ شمال میں حاکم ہوئے، ان کا سب سے پہلا سربراہ چنگیز خان ہے جس کا معنی قاہر عالم یعنی غالب عالم یا شہنشاہ عالم ہے چنگیز خان منگولی ہے اس کا اصلی اسم ''تیموجین'' تھا وہ بڑا خون خوار تھا۔ یہ قائدانہ صلاحیتوں کا حامل تھا اور اپنے گرد لوگوں کو جمع کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا اس نے رفتہ رفتہ اپنے گرد کے علاقوں پر قبضہ کیا اور اس کی حدود مملکت بڑھتی گئیں یہاں تک کہ وہ مشرقی کوریا سے خوارزمیہ تک پہنچ گیا۔

(کتاب المغل صفحہ ۲۹) چھٹی صدی ہجری میں شمال منصوریہ، منغولیہ ترکستان میں قبائل بدوی، بادی نشین، صحرانشین ہوتے تھے۔ جن کی گزراوقات مال مویشی اور شکار پر تھی۔ وہ چراگاہ کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے تھے۔ یہ قبائل اپنی زبان کے حوالے سے مختلف قوموں سے مرکب تھے بعض ترکیہ سے تھے ترکی زبان بولتے تھے' بعض منغولی زبان بولتے تھے' بعض تنقوزی زبان بولتے تھے' لہٰذا مؤرخ کے لیے ان قبائل میں فرق رکھنا اور ان میں تمیز رکھنا مشکل ہوتا تھا۔ انکے آداب والقاب اور زبان ایک جیسی تھی۔

مؤرخین ونسابان ترکوں کا کہنا ہے نجار خان ترک کا کوئی بادشاہ تھا، اس کے دو جڑواں بچے پیدا ہوئے ایک کا نام تتار خان اور دوسرے کا نام مغل خان تھا جس طرح عرب میں ربیعہ ومضر کے بارے میں کہتے ہیں۔ ایلخان مغل کے دور میں سنج خان ملک تتار نے جنگ لڑی جس میں تتار غالب آئے ایلخان ملک مغل قتل ہوا یہاں سے تتاریوں کا اقتدار بحال ہوا۔ مغل ایک طویل عرصہ تک ذلیل ہوتے رہے انہوں نے

اپنے لوگوں کو جمع کیا، متحد ہوئے تتار سے جنگ لڑی اور اپنا کھویا ہوا مقام واپس لیا اس طرح سے ان کی حکومت دوبارہ بحال ہوئی۔ پھر یہ سلطنت انہیں وراثت میں ملتی گئی۔ نجار خان کے بیٹے مغل خان سے ایلخان پیدا ہوا اس سے یسوطی بہادر خان پیدا ہوا اور اس سے چنگیز خان پیدا ہوا۔ ساتویں صدی کی ابتداء میں ایشیاء میں مغل کا اقتدار منظر عام پر آیا امپراطور اسلامی اس وقت طوائف الملو کی میں بدلی جس طرح آج ہمارے ملک کو بھی طوائف الملوک بنانے کی منصوبہ بندی کی ذمہ داری سینیٹر رضا ربانی کو دی ہوئی تھی اس منصوبہ کی منظوری ملنے کے بعد آسانی سے کراچی ایک خودمختار صوبہ کی شکل اختیار کر چکا ہے بیرون ملک خزانہ منتقل ہونا شروع ہوا تخرصات نکہنات کرنے والوں نے ۲۰۰۷ء سے ۲۰۱۵ء کی تاریخ دی ہوئی تھی اللہ کا شکر ہے حارسین ملک نے بروقت اس سازش کا تدارک کیا۔ اللہ سے امید ہے انکا یہ منصوبہ بھی اسی طرح ناکام ہوگا جس طرح پاکستان کو صفحہ ہستی سے مٹانے کا منصوبہ ناکامی کا شکار ہوا ہے۔ امید ہے اللہ ایسا نہیں ہونے دے گا کہ کوئی مغلی یا تتار برطانیہ یا امریکہ کا الحادی دور آجائے۔ غرض اس وقت ہر ایک حاکم اپنی حکومت کی توسیع میں مصروف تھا انہیں یہ احساس نہیں تھا کہ مغل یا کوئی اور ان پر حملہ کرے گا۔ مغل چین، ترکستان، ہند، ایران ایشیاء صغراء شرقی وغیرہ پر حملے کرتے رہے اور مسلمان حکام اپنے درمیان جھگڑا کرتے رہے خلیفہ عباسی بغداد تک محدود ہو گئے تھے اور خود اس بغداد میں بھی حکومت نامی کوئی چیز نہیں تھی۔

تاریخ اسلامی میں الحادیہ کے ادوار:۔

ا۔ جب ۶۵۶ھ میں بساط خلافت عباسیہ کو برچیدہ کیا گیا اور تتاریوں کا اقتدار بحال ہوا تو یہ سب سے پہلا اور قوی دور الحادیہ تھا۔ مملکت اسلامی میں مسلمانوں پر مشرکین کا دور دورہ گزرا، یہ اپنی وسعت زمینی و زمانی کے لحاظ سے سب سے طویل وعریض دور الحادیہ تھا۔ یہ دور ۶۵۶ھ سے شروع ہوتا ہوا مغلوں کے آخری دور تک رہا ہے۔

ان دو قبیلوں میں سے جن لوگوں نے عالم اسلامی پر حکومت کی ہے ان کو تتار کہتے ہیں لیکن یہ تعریف غلط ہے تتار اور مغل میں فرق ہے کہ جیسا کہ رشید الدین وزیر نے لکھا ہے انہوں نے جامع تواریخ سے نقل کیا

ہے مغل ایک قوم ہے اور تتار ایک الگ قوم ہے۔

دونوں تتار مغل تو ہیں لیکن مغل تتار نہیں ہے تتار مغل سے نکلنے والا ایک گروہ ہے جس نے مغل پر ایک دور تک حکومت کی اس کے بعد ان کی حکومت ختم ہوئی۔ پھر مغل آئے جن کی زعامت وقیادت چنگیز خان نے کی، انہوں نے تتار کو شکست دی، ان کے مردوں کو قتل کیا، عورتوں کو اسیر کیا اور بچوں کو غلام بنایا گویا تتار مغلی قیادت کے ہاتھوں ختم ہوئے ہیں مغل ہی صاحب سلطنت وغلبہ تھے انہوں نے ایک ایسی امپراطوری حکومت قائم کی ہے جو حکومت مغلیہ کے نام سے متعارف ہوئی۔ قبائل مغلیہ وسط ایشیاء میں نہر جیحون غرب سے حدود چین تک مشرق کی طرف سے چین تک اور شرق ایشیاء تک پھیلے ہوئے تھے۔

جب سے یہاں کے صاحبان مال واقتدار کی اولاد یورپی درس گاہوں میں پڑھنے گئی اور پڑھائی سے فارغ ہونے کے بعد اپنی تعلیمی اسناد کے ساتھ الحادی ہدایت بھی لے کر آئی اور یہاں آ کر مدارس کھولے بلکہ دوسروں کے کھولے ہوئے مدارس میں اسکالرشپ کے نام سے غریب نادار اور ذہین وہونہار بچوں کو معاونت جیسے الفاظ سے خریدا گیا یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے ملک کا دانشور طبقہ دین سے اجنبی ہیں کہتے ہیں دین کے متعلق علماء سے پوچھیں گویا یہ ذوات بذات خود اللہ کی طرف سے مکلّف نہیں نابالغ مرفوع القلم ہیں۔

الحاد قدیم وجدید میں فرق چند صدیاں پہلے نظر آنا شروع ہوا ہے جیسا کہ ابراہیم خلیل کے مناظرے اور فرعون وموسیٰ کے مناظرے میں نظر آتا ہے جہاں فرعون نے کہا ﴿فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَى﴾ (النّازعات ۲۴) لیکن یہ الحاد بعض اشخاص تک محدود تھا اما الحاد جدید ایک علمی وفلسفی وسیاسی واجتماعی وثقافتی اور وسیع وعریض ہر سطح پر ایک موہن کے طور پر نمودار ہونے لگا ہے جیسا کہ ویلنٹائن ڈے، آزادی نسواں، اغواء بلا تاوان اولاد، کی صورت میں ایمان کے مقابل آ کر ایمان کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہے مومنین کیلئے روزگار تنگ کر کے اللہ کے دین کو خرافات قرار دیتا ہے یہ دور انقلاب یورپ کے بعد آیا ہے۔

حرکت الحادی۔

اسلام کے اصول وشریعت کی جگہ الحادی قوانین جاگزین کرنے کا آغاز آزادئ نسواں سے شروع

ہوا۔ کتاب موسوعہ المیسر ہ ص ۴۵۳ میں آیا ہے کہ آزادئ نسواں کی بنیاد پہلی بار مصر میں رکھی گئی اس میں خواتین کو تمام اصول وقوانین اور آداب اسلامی سے آزاد کرنے، حجاب پھینکنے، طلاق بند کرانے، تعدد ازدواج بند کرنے، میراث میں مرد وعورت برابر کرنے، اور عورتوں کو ہر میدان میں مغرب کی تقلید کرانے کی تحریک شروع کی گئی۔ اس کے لئے ایک تنظیم اتحاد نسائی کے نام سے وجود میں آئی اور اس کی طرف سے فکر الحادی کو فروغ دینے کیلئے کتب ومجلّات نشر ہونے لگے سب سے پہلی کتاب ایک مسیحی مرقص وکیل نے تالیف کی جس میں عورتوں کو تمام اصول وقوانین شریعت سے بغاوت وسرکشی کی دعوت دی۔

دوسری کتاب تحریر مراۃ کے نام سے قاسم امین نے نشر کی، ایک مجلّہ سمور کے نام سے نشر ہوا اور عملی میدان میں حجاب سے آزاد ہو کر نکلنے کا عمل سعد زغلول کے دور سے شروع ہوا۔ ۱۹۲۲ء کو ہدی شعراوی نے اتحاد نسائی کی بنیاد رکھی جب وہ اتحاد نسائی کی کانفرنس سے واپس آئے تو اس باب میں تاریخ نگاران تجزیہ تحلیل گران کا کہنا ہے انہیں سعد زغلول، قاسم امین، احمد لطفی سید، شیخ محمد عبدہ جانشین مجدد اول متغرب متکبر جمال الدین افغانی کی بھی تائید حاصل تھی۔ یہ خبر انتہائی دکھ کے ساتھ امت اسلامیہ کے لئے لمحہ فکریہ بنی کہ ایک منادئ اسلام کے توسط سے الحادیات کی تائید ہوئی۔ ان الحادیوں نے اپنا سلسلہ جاری رکھا اور عورتوں کے ذریعے ایک طرف سے اصول اسلام کو مارا دوسری طرف سے اجتماع اسلام کو دولخت کر دیا، یہ سلسلہ وہاں سے گزرتا ہوا ہمارے نومولود مملکت پاکستان مفجز معتز بہ مسلمانان عالم میں پہنچا جہاں سب سے پہلے، باغیہ، طاغیہ تنظیم کی نمائندہ محمد علی جناح کی بہن فاطمہ جناح بنیں، جن کو یہاں کے سیکولر مادر ملت کہتے ہیں جن کی تائید علامہ مودودی نے ان کلمات میں کی ہے کہ عورت ہونے کی علاوہ دیکھا جائے تو ان میں تمام خوبیاں موجود ہیں۔ ان کے بعد لیاقت علی خان کی بیوی نے اس عہدے کو سنبھالا اور ان کے بعد بیگم عنایت اللہ، فوزیہ وہاب ان کے بعد عاصمہ جہانگیر وقتاً فوقتاً اسلام کی تمسخر کی ذمہ داری ادا کرتی رہی، ان کے بعد اسمبلیوں میں غیر قانونی چور دروازے این جی اوز کے توسط سے آنے والیاں بھی مسلمانوں کے دلوں پر تیزاب گراتی رہیں، غرض یوں ہی اکثر وبیشتر بے حجاب ونیم برہنہ خواتین میدان سیاست اور ایوان سیاست میں پہنچی ہیں وہ

اب انہی کی نمائندگی کرتی ہیں۔اس ملک میں اسلام و مسلمین کی غیرت کو للکارنے والے سب اسی تنظیم کے نمائندہ ہیں ،اسلام ومملکت اسلامی پاکستان کے دشمن اسی تنظیم کے نمائندے ہیں۔اب یہاں اسلام کے خلاف الحادیوں کی جنگ شروع ہوچکی ہے۔ان کے گوریلہ لشکر یا کمانڈو اور چور متحرک ہیں اور استبدادی دروازے سے ملک کے آئین ساز ایوان میں موجود ہیں، ان کی کوشش ہے کہ وہ شرافت مندی دکھاتے ہوئے قانونی جنگ لڑیں گے، چنانچہ پرویز مشرف کے دور میں اور پھر نواز شریف کے دور میں خود مختار اسمبلیوں سے ان کی مرضی کے قوانین پاس کرانے کا سلسلہ شروع ہے۔

ملحدین کے نظام الحادی کے معاونین:۔

ملحدین نے اس جنگ میں دین کو انسانی اجتماع سے برخاست کر کے الحاد جاگزین کرتے ہوئے معاونین انتخاب کیے ہیں تا کہ۔

۱۔فکری وثقافتی الحاد کی تحریک چلائیں۔

۲۔اقتصاد کو الحاد پر چلائیں۔

۳۔سیاست کو الحاد پر قائم کریں۔

الحاد کو دین اور دین کو خرافات قرار دینا:۔

الحاد کو دین اور دین کو خرافات کہنے کی تاریخ ۳۲۵ء میں منعقدہ نیقہ کانفرنس کو جاتی ہے جہاں توحید خالص کو تثلیث میں تبدیل کیا گیا۔انھوں نے توحید کو درہم برہم اور نا قابل فہم وادراک بنایا جسکی وجہ سے امت عیسیٰ روح اللہ میں دین،توحید خالص کا تصور ناممکن ہوگیا یورپ والوں کو اس معلعلہ معو یہ مذہب کی جگہ ایک دین جدید دین انسانیۃ کے نام سے اختراع کرنا پڑا اس دن سے الحاد اور مسیحی لازم وملزوم ہوگیا دین انسانیت کو نفاذ کرنے کیلئے کوئی اعلیٰ وارفع اقدار نہیں ''ملک سگی تو زور زور'' سے متوسل ہونا پڑا لیکن تاریخ اسلام میں اس کا سہرا معتزلہ کو جاتا ہے، جہاں انہوں نے مسلمانوں میں اللہ کی ذات وصفات کی جنگ چھیڑی۔ بمطابق قرآن اور وعدہ الٰہی بعض کو بعض کے ذریعے دفاع کریں گے، چنانچہ مامون الرشید کی بنائی

گئی عمارت کو متوکل عباسی نے منہدم کیا خلفاء عباسی اور عثمانی میں گرچہ بعض عیاش بعض بے ہوش اور بعض جاہل و نادان نکلے لیکن وہ ملحدین نہیں تھے۔وہ اسلامی عقائد اور ثقافت واقدار میں مسلمانوں کی غیرت کے پاسدار تھے۔ہارون الرشید نے روم کے بادشاہ کو کتا کہہ کر پکارا تھا غرض مسلمانوں میں بعض علماء یہود کی طرح دین میں اضافہ مالیس فیہ شروع کرنے لگے۔

ملحدین نے ہمارے اوپر کوئی نئی ساخت کا بم نہیں گرایا جس طرح انہوں نے ویت نام وجاپان اورافغانستان وعراق میں گرائے تھے۔دین کے خاتمے کیلئے گرائے گئے بموں کی مثال یکم جنوری کی رات کو شہر میں ہوائی فائرنگ جیسی ہے جس سے اکا دکا زخمی ہوتے ہیں یہ سب پرانی ساخت کے بم تھے جو غبارے کی مانند تھے چنانچہ ایسے بموں کو چھوڑنے کیلئے انہوں نے اخبار و جرائد، کیبل ٹی وی کے میزائل استعمال کئے ہیں،وہ ڈرتے رہے جس طرح چور ڈرتے ہیں۔اس کی مثال پرویز دور میں کیبل ٹی وی سینٹروں کی بھرمار تھی جہاں انہوں نے الحادو بے دینی و بے حیائی و بے غیرتی کی ترویج کی،وہ اپنے الحاد کو پھیلانے کیلئے گلی کوچوں سے مصنوعی مولویوں کو لائے۔اس طرح انہوں نے یہ پیش کیا کہ اہل دین ہمارے بموں کا جواب نہیں دے سکتے،ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ بم ہمارے لئے تباہ کن اور نئی ساخت کے نہیں تھے عصر جاہلیت میں مشرکین مکہ، یہود مدینہ،اہل روم و فارس کے بادشاہوں نے ایسے ہی بم گرائے تھے، یہ ان سے چنداں مختلف نہیں تھے۔ان نئے بموں کی ایک فہرست ہم پیش کرتے ہیں۔

ا۔دین اسلام کی کوئی اساس و بنیاد نہیں ہے،محمدﷺ اللہ کے منتخب بندے نہیں تھے بلکہ یہ دین معاشرے کے عدم توازن اور پسے ہوئے انسانوں کی آہ وحسرت کا تصور ہے۔دوسرے الفاظ میں مزدوروں کو ٹھنڈا کرنے کیلئے سرمایہ داروں نے بنایا ہے یا پسے ہوئے مزدوروں نے اپنی تسکین کیلئے تصور دین بنایا ہے۔

۲۔دین پرانے دور کی جہالت کا تصور ہے اب تو علم نے ہر چیز کو شگاف کیا ہے۔نظروں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے علم آنے کے بعد دین کی ضرورت نہیں رہی،علم و دین یکجا جمع نہیں ہو سکتے۔انسان عاقل اس دین کو اپنائے جو اس کی غیب سے نگرانی کر رہا ہے جو کبھی بھی سامنے نہیں آیا،یا اس کی پرستش کرے جو اس

کی تمام حاجات ومشکلات ومسائل کا مداوا کرتا ہے۔گویا علم کی پرستش کرے یا دین کی۔دونوں کی پرستش نہیں ہوسکتی ہے لہٰذا علم پرستان کا یہ کہنا کہ مولویوں کا دور ختم ہوگیا ہے۔دین کی کوئی بنیاد نہیں بلکہ کہاوت ہے کہانی ہے۔ہم ان سے کہتے ہیں اگر جرأت وشجاعت ہے تو ہفتے میں ایک دن ایک سادہ سے دین شناس مسلمان، آپ اسے عالم دین کہیں یا دانشور کہیں بغیر کسی لالچ ودھمکی و پابندی کے اسے ٹی وی سٹیشن پر چھوڑیں تاکہ وہ آزادانہ دین کا تعارف کرواسکے۔اس وقت آپ دیکھیں گے کہ آپ کے بم نما غبارے کیسے پھٹتے ہیں۔

آزادی:۔

کیا آزادی غیر مقید وغیر محدود ہے جو کسی کی بندش میں نہیں آتی ہے جو ہر مقدس کو مسترد کرتی ہے یا ضد مقدس ہے یا وہ کسی مقدس قانون کے اندر نہیں آتی بلکہ ان کے نزدیک گردوارہ بھی مقدس ہے، یا آزادی خانہ وآشیانہ، دولت وطن،عزت وناموس، ماں بہنوں بیٹیوں کی چادر عصمت عزت وکرامت وآخرت اور دین ودیانت کی قیمت میں ملتی ہے۔اس دنیا میں ایک ایک چیز دنیا میں بطور فراواں ملنا چاہیے جس طرح سورج کی تپش شعاعیں بارش آکسیجن وہوا جو کہ انسان کو اس کی مقدار ضرورت کے مطابق مل رہی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ یہ سب کہاں سے ملتا ہے،مفت میں ملتا ہے فروخت ہوتا ہے اور کون پیدا کرتا ہے،کون اس کو خرچ کرتا ہے لہٰذا ہمیں اس حوالے سے مزید تحقیق کرنے کی ضرورت ہے۔آزادی کی کتنی اقسام ہیں اس کے بارے میں بحث کرنے والے علماء ودانشوران کا کہنا ہے آزادی کی مندرجہ ذیل اقسام ہے:

۱۔آزادیٔ طبیعت

۲۔آزادیٔ اجتماع

۳۔اقتصادی آزادی

۴۔سیاسی آزادی

۵۔آزادیٔ شہویات وجنسیات

۶۔ہجرت طلسماتی، دیار اسلام کو طلاق دے کر''**این ما یملک**'' کو حصول آزادی کی خاطر

فرانس، نیوزی لینڈ، نیویارک جانے والے جوانان بھی ہوسکتے ہیں۔

لبرل ازم:۔

مغرب یا سیکولر جو مسلمانوں سے مغربی ثقافت اپنانے کا مطالبہ کرتے ہیں وہ اس سلسلے میں کس قسم کی بودوباش وثقافت مانگتے ہیں۔ان کے مطالبات کا خلاصہ یہ ہے۔

جو نظام عائلی مسلمانوں میں موجود ہے اس کو بنیاد سے ختم کریں، کیونکہ یہ نظام اہل کفر والحاد خاص کر اہل مغرب کے وجود کو چیلنج کرتا ہے۔ازدواج اسلامی کے تصور کو ختم کریں، حیوانات اور پرندوں کی مانند طریقہ ازدواج اپنائیں یہ ہماری خوشنودی کا پہلا تحفہ ہے اور ترقی کا پہلا زینہ ہے لیکن اہل اسلام کیلئے یہ مطالبہ ہیروشیما یا ناگاساکی پر ہونے والے ایٹمی حملے سے بھی زیادہ مہلک کن اثرات کا حامل ہے۔چنانچہ مصر میں انہوں نے اس کا آغاز، سعد ذالول، اوراس کے عزیز، قاسم امین، سے کیا۔برصغیر میں لیاقت علی خان کی بیوی اور محمد علی جناح کی بہن سے شروع ہوا جو حقوق خواتین کی نمائندہ تھیں۔

لبرل ازم خوشخبری آزادئ نسواں ہے:۔

☆ اہل فکر ونظر اختلاف رکھتے ہیں۔ایک جامع افراد مانع اغیار تعریف ابھی تک سامنے نہیں آئی اس کی ایک تعریف طلسماتی بھی ہوسکتی ہے جس کی روشن منہ بولتی مثال دیکھنا چاہیں تو اسمبلیوں ہو موجود اداکارائیں بھی ہوسکتی ہیں۔

☆ کیا آزادی نیلام گھروں ،سینما گھروں، کلب خانوں، بازارحسن، انارکلی برطانیہ، کیلی فورنیا، نیویارک یا سوئٹزرلینڈ میں ملتی ہے۔

☆ آزادی صرف اور صرف اقرار واعتراف عبودیت اللہ میں ملتی ہے یا مکتب انبیاء میں ملتی ہے۔

☆ حریت انسان کی کل قدر و قیمت ہے، جس سے انسان بنتا ہے، یہ ایک تاج ہے، جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے جن وانس کے سر پر رکھا، تاکہ وہ اپنے فیصلے اپنی فطرتِ دینی کے تحت دلیل ومنطق سے کریں۔

☆ انبیاء الٰہی انہی اغواء کنندہ گان سے رہائی دلانے کے لئے آئے ہیں۔جس کسی نے اس نعمت کا تحفظ

نہیں کیا تو دنیاوآخرت دونوں میں سعادت سے محروم ہوگیا۔ تاریخ بشریت میں انسان، خالق کون ومکان، شمس وقمر، افلاک وسیارے کے خالق کا اعتراف کرتے آئے ہیں لیکن بعض لوگ کائنات کے حیرت انگیز مظاہر کو خالق کا مقرب یا واسطہ فیض تصور کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن کریم کی ان آیات میں آیا ہے''اے رسول اگر آپ ان بت پرستوں سے پوچھیں آسمان وزمین کوکس نے خلق کیا تو وہ جواب دیں گے اللہ نے خلق کیا۔ لہٰذا الحاد بمعنیٰ منکر اللہ ایک نادر وغیر موجود چیز تھی، چنانچہ انبیاء کے دور میں اس کے ایک دو ہی مشاہدات نظر آتے ہیں جہاں کہتے تھے حوادث موت وحیات گردش زمان سے ہوتی ہے۔ یہود ونصاریٰ ومجوس وستارہ پرست سب اللہ کو مانتے تھے لیکن ایک عاجز وقاصر وناتواں خالق کا تعارف پیش کرتے تھے۔ قرآن کریم میں کلمہ الحاد کلی طور پر اللہ کیلئے نہیں بلکہ تحریف ناقص کرنیوالوں کے لئے استعمال ہوا چنانچہ کتب لغات قدیم، مصادر اولیٰ اور قوامیس للغہ میں کلمہ الحاد کا معنیٰ میل از مقصد کہا ہے قبر کھودتے وقت گہرائی میں کھودتے ہیں پھر دائیں طرف کھودنے کو لحد کہتے ہیں۔ ابن سکیت معروف نے ملحد کا معنیٰ یوں کیا ہے ''**الملحد العادل عن الحق** 'حق سے منہ موڑنے والا''**المدخل مالیس فی دین** ''دین میں ایسی چیز داخل کرنا جو دین میں نہیں ہے، اسی لئے اسماعیلیوں کو ملحد کہتے ہیں کیونکہ ان لوگ نے حق سے منہ موڑا ہے انھوں نے ایسی چیزیں دین میں شامل کیں ہیں جو دین میں شامل نہیں ہیں سورہ اعراف۔۱۸۰، حج۔۲۵، میں وجود باری تعالیٰ اور اسماء اللہ میں انحراف کرنے والوں کو الحاد وملحد کہا گیا ہے لیکن چودہویں یا پندرہویں صدی میں یہودیوں نے جب حکومت عالمی کا فیصلہ کیا تو انہوں نے دیکھا اہل ادیان یہودی نہیں بنیں گے لہٰذا چاہا ان کو ملحد بنائیں یہاں سے انہوں نے ایسے افراد کو منتخب کیا جو الحاد وانکار وجود باری تعالیٰ میں فیلسوف ہوں۔ یہاں سے پہلی بار انکار اللہ سے نکل کر ضد اللہ اور ضد دین کی جنگ کا اعلان روس وچین سے کیا گیا۔ تاریخ اسلام میں الحاد کا دور اس تاریخ سے شروع ہوا ہے۔

دریچہ الحاد:۔

الحاد انسان کو اللہ کی بندگی سے منحرف ومنصرف کرنے کیلئے مختلف دریچوں سے داخل ہوتا ہے قرآن

میں ہے ﴿اس کے بعد سامنے، پیچھے اور داہنے بائیں سے آؤں گا اور تو اکثریت کو شکر گزار نہ پائے گا﴾ (اعراف۔۱۷) ﴿ لوگوں کے لئے خواہشات دنیا،عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، تندرست گھوڑے، چوپائے، کھیتیاں سب مزیّن اور آراستہ کردی گئی ہیں کہ یہی متاع دنیا ہے اور اللہ کے پاس بہترین انجام ہے ﴾ (العمران۔۱۴)۔وہ انسان کے اندر طبیعت میں موجود یا خمیر میں پنہاں حب ذات، خواہشات جسمانی و نفسانی کے تحت دولت کو بغیر کسی رکاوٹ و ممانعت حاصل کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ یہ قوت اپنی جگہ اتنی قوی ہے کہ آسانی سے ماری نہیں جاسکتی ﴿ اور میں اپنے نفس کو بھی بری نہیں قرار دیتا کہ نفس بہرحال برائیوں کا حکم دینے والا ہے مگر یہ کہ میرا پروردگار رحم کرے کہ وہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے ﴾ (یوسف۔۵۳) اس کے بعد جنسیات کے دریچے سے آتا ہے اولاد و دولت اور اقتدار دیتا ہے، تاریخ بشریت میں انسانوں کو گمراہ، بے دین، خیانت کار اور مجرم بنانے کیلئے اور بہت سے دروازے کھولے گئے ہیں اور ان دروازوں سے بہت سے گمراہ ہوتے ہیں ماضی بعید میں جائے بغیر ماضی قریب میں نظر دوڑائیں تو فرقہ بہائی، قادیانی، آغاخانی اسی راستے سے داخل ہوئے ہیں۔

۲۔ باہر سے رہنمائی و رہبری کرنے والے ملحدین ہیں جو انسان کو اس کی ذاتی، نفسیاتی، جنسیاتی، خواہشات کو آزادی فراہم کرنے اور پابندیاں ہٹانے میں معاونت و تعاون کرنے کے وعدے دیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں وہ دھوکہ و فریب و جھوٹ بلکہ ہر قسم کے وسائل و ذرائع سے کام لیتے ہیں۔ ہر دور میں نئے طریقے اور وسائل و ذرائع استعمال کرتے ہیں اس سلسلہ میں الحادگروں کی تاریخی تقویم کچھ اس طرح سے ہے۔

۱۔الحاد قدیم و کہنہ اس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔

۲۔الحاد وسطائی اس الحاد میں دین زرداشتی سے منحرف گروہوں کا ذکر آتا ہے جیسا کہ تاریخ اسلام حسن ابراہیم حسن میں آیا ہے۔

۳۔الحاد جدید۔انقلاب فرانس سے پہلے کلیسا کے خلاف وجود میں آنے والے مفکرین و ملحدین ہیں

جن کی فہرست پہلے گذر چکی ہے

۴۔الحادتشریدی۔ جسے اقطاب کمیونزم کارل مارکس اورلنین نے اٹھایا ہے۔

۵۔الحادصوفی اس میں سرفہرست عبدالقادر جیلانی،شبلی،حلاج وغیرہ کے نام آتے ہیں۔

۶۔الحادتحقیق اوردقت بینی سے گریز انسان کو ہمیشہ امور دینی اور دنیوی میں دھوکہ دیتا ہے۔

۷۔الحادشرک۔اللہ کے علاوہ کسی اور چیز کو مبداء تسلیم کرنے کے بعد ہر گروہ نے اپنی طرف سے ایک مبداء گھڑ لیا،کسی نے سورج چاند کو مبداء آفرینش پیش کیا کسی نے دریاؤں کسی نے درختوں کسی نے حیوانات اور بعض نے اپنے ہاتھ سے بنے مجسموں کی پرستش شروع کی یہ ایک قسم کی الحادخالص ہے۔

۸۔الحاددرشریعت۔شریعت اللہ کو تسلیم کرنے کے بعد اس سے انحراف کو کہتے ہیں۔

شیوعی جسے قدیم زمانے میں مذہب اباحیہ کہتے تھے۔اسلام آنے سے پہلے یونان وفارس میں بعض لوگوں نے اسے نافذ کرنا چاہا۔اسلام آنے کے بعد عراق وحجاز کی بعض جگہوں پر فرقہ باطنیہ سے وابستہ قرامطہ نے کمیونیزم کا نفاذ کیا لیکن نظام مکمل ومدلل نہیں تھا اور کسی نظریہ پر قائم نہیں تھا۔سرمایہ داروں کے استحصال کو بنیاد بنا کر بے دین مفاد پرستوں نے اسے اٹھایا اور فعل ردفعل کے قانون کے تحت وجود میں لائے۔

الحادیوں کے مظاہر الحاد:۔

۱۔انکار قطعی،بلادلیل ومنطق،

۲۔الحادعلمی

۳۔تلاعب اصطلاحی

۴۔مسالمہ منافقاتی

الحادجدید فرزند صلبی ماسونیہ یہودی تھے۔چہرے مسخ ہونے کی وجہ سے وہ کھلے چہرے سے کہیں بھی متعارف نہیں ہو سکتے تھے لہٰذا انہوں نے ایک فرزند منافق جنم دیا اور اس کا نام سیکولرزم رکھا۔انھوں نے اس فرزند ماسونیہ کو نقاب نفاق پہنا کر دیار اسلامی میں بھیجا۔انہوں نے یہاں الحاد پھیلانے کیلئے چندین مورچے

بنائے ہیں۔

۱۔قوم پرستی

۲۔غرب نوازی

۳۔اللہ پرستی کی جگہ علم پرستی

۴۔انسان پرستی :۔ضعیف الایمان قلیل العلم شکم پرست عیاشی کے خواب دیکھنے والے بالخصوص ہوس شہرت اقتدار پرست والے انسان پرستی کرتے ہیں انہیں جو کھلاتے ہیں وہ ان کی پرستش کرتے ہیں، جسمانی روحانی امراض ونقائص کے ساتھ فقدان عقل ودیانت حقیر چیزوں سے انھیں اغواء کیا۔

۵۔آزادی از دین ودیانت سے آزادی اور فحشاء وحرام میں کھلی چھٹی۔

یہود جب مایوس ہوئے کہ وہ دیگران کو یہودی نہیں بنا سکتے تا کہ ایک عالمی یہودی حکومت کا خواب شرمندہ تعبیر ہو سکے تو اس مایوسی کے بعد اگلا مرحلہ ان کیلئے لوگوں کو ملحد بنانا تھا چنانچہ انہوں نے بہت سے ذہین ،فریس، حقیر، شقی، قسی، انسانوں کو الحاد پر لگایا اور ان کو الحاد پھیلانے کی ذمہ داری دی۔جس طرح یہودی بنانا مشکل تھا اسی طرح ان کیلئے اہل ادیان کو بالخصوص مسلمانوں کو ملحد بنانا بھی دشوار بلکہ ناممکن تھا۔چنانچہ انھوں نے ایک قدم پیچھے ہٹ کے ایک ماکرانہ، ابلیسانہ منصوبہ بنایا کہ جس کے تحت وہ مسلمانوں کے ساتھ گفت و شنید اور افہام وتفہیم کریں اور ان کو بتائیں کہ جو چیز اللہ کیلئے ہے وہ اللہ والوں کیلئے چھوڑیں، اور جو چیز اہل دنیا سے مربوط ہے وہ اہل دنیا کیلئے چھوڑیں تا کہ کھلے وآزاد اور بغیر رقابت دونوں اپنا اپنا مشن چلائیں یہ فارمولہ مغرب میں آزمودہ شدہ تھا یعنی ایک لا دین معاشرے کیلئے افراد بنائیں جو دین سے نہ لڑیں لیکن دین دار بھی نہ رہیں اسی کا نام سیکولرازم ہے۔امت اسلامی کو دین سے نکالنے کیلئے جو بھی طریقہ کار ہو سکتا تھا اسے مراحل و مدارج میں تقسیم کیا۔اس کے لئے انہوں نے ماہرین اور دانشوروں کو بٹھایا اور تجاویز مانگیں۔مسلمانوں کے اندر ذہنی احساس کم تری، محرومیت اور پریشانیوں کو ہر زاویہ نگاہ سے موضوع گفتگو بنایا۔اس طرح انہوں نے مندرجہ ذیل مراحل طے کئے۔

۱۔خواتین کوآزاد کیا جائے تاکہ وہ شوہروں اورمردوں سے بلکہ گھروں سے بھی آزاد ہوجائیں۔جو چیز خواتین چاہتی ہیں انہیں فراہم کریں۔اس بنیاد پرانہوں نے آزادی خواتین کے نام پر سیکولرزم کے نفاذ کیلئے ایک رضاکارانہ جماعت بنائی۔

۲۔نونہال ،نوعمر، نابالغ ، نارشیدہ، کم فکر،کم سوچ والے بچوں، نوجوانوں کو والدین سے آزاد کرائیں۔ان کیلئے کھیل کود کا بندوبست کریں۔

۳۔ ہرعلاقے کے عیش طلب،شہرت طلب، زرطلب انسان کوقومیت ووطن پرستی اورعلاقہ پرستی پر لگائیں۔

۴۔مختلف ومتنوع منظمات بنائے جائیں،بچوں کی تنظیم، جوانوں کی تنظیم،خواتین کی تنظیم،تاجران کی تنظیم،حقوق طلباء کی تنظیم، ملازمین کی تنظیم،سیاسی تنظیم،روزگار کی تنظیم،عزاداری کی تنظیم،ثقافتی تنظیم،حتیٰ ادبی تنظیمیں بھی بنائیں۔اتنی تنظیمیں بنائیں کہ ہرفرد کسی نہ کسی تنظیم میں شامل ہواورکوئی ان سے باہر نہ ہو۔

اس طرح سے امت اسلام تتر بتر ہوجائے ٹکڑا ٹکڑا ہوجائے اورکسی بھی وقت متحد نہ ہوسکے۔چنانچہ برطانوی دارالعوام میں وزیراعظم نے کہا ہمارے لئے سب سے اہم مسئلہ مسلمانوں میں اتحاد کے تمام مفروضوں کوختم کرنا ہے،ان کا اتحاد کسی صورت ہمارے مفاد میں نہیں اسی بنیاد پر ہمارے سیاستمدار کہتے ہیں انگریز کا مقولہ ہے ’’تفرقہ ڈالواور حکومت کرو‘‘۔ہمارے لئے المیہ یہ ہے کہ ہمارے ذہن،فکراورسوچ انگریز کے سامنے مغلوب ہوچکی ہے، ہماری ہرچیز کی سند انگریز پہ جا کررکتی ہے وہاں سے سند مل جائے تو اسے درست سمجھتے ہیں،لیکن شخص عاقل کوچاہیے کہ یہ بات سوچے کہ ’’اتحاد ملت بڑی حکومتوں کیلئے باعث تشویش و خطرہ کیوں ہے؟‘‘ یہ بات انگریز کے ذہن میں کہاں سے آئی ہے اس کا مصدر کیا ہے۔کہتے ہیں انگریز نے یہ بات ازخود نہیں کی بلکہ انہوں نے بھی بہت پرانے حکماء سے لی ہے۔سکندرمقدونی نے جب ایران پر چڑھائی کی وہاں اپنی حکومت قائم کی تو وہاں حاکم کس کو رکھیں اور کیسے حکومت چلائیں،اس بارے میں اس نے افلاطون سے پوچھاتو یہ نسخہ اس کو افلاطون نے دیا تھا۔سکندراعظم کی پالیسیوں سے ایک امپراطور عالمی

برطانیہ نے لی ہے۔قارئین ''تاریخ'' ایک بہت بڑی درسگاہ ہے، تاریخ پڑھنے کیلئے کسی کالج ویونیورسٹی میں جانے کی ضرورت کم ہے، تاریخ باہر ہوتی ہے کتابوں سے نہیں ملتی ہے لوگوں کے اذہان میں ہوتی ہے جو تاریخ نہیں پڑھتے یا تاریخ کو پڑھنا نہیں چاہتے یا تاریخ سے عبرت نہیں لیتے ہیں وہ دھوکے میں رہتے ہیں چنانچہ اہل پاکستان، عالم ودانشوران وریاستمدار اور عوام سب کہتے ہیں پاکستان کے بانی علامہ اقبال، محمد علی جناح اور دیگر روشن خیال، پروردہ یورپ، مستشرقین، بڑے سند یافتہ، اعزاز یافتہ برطانیہ ہیں۔انہوں نے مسلمانوں کو ایک الگ ریاست دی ہے ان کا ہمارے اوپر احسان ہے۔ہم تو مردہ پرست قوم ہیں لہٰذا ہمیں اگر ان کے احسانات کا بدلہ دینا ہے، ان کا شکریہ ادا کرنا ہے، قدردانی کرنی ہے تو ان کی جائے پیدائش کو چومیں، ان کی میت رکھنے کی جگہ پر جا کر خاضع ہو جائیں، عوام کو محروم رکھیں، اس عمارت کو زیارت گاہ بنائیں، ان کے جوتے، قلم، قمیص کو بوسہ دیں اور ہر آئے دن کالم نگار اُن کی فضیلت پر کالم لکھیں۔اس سے بیدار قوم اور نہیں تو اس سے بیوقوف بھی کوئی نہیں ہوگی۔اللہ اپنے نبیؐ سے فرمائے گا کہ آپ نے ان سے کہا تھا کہ میری پرستش کریں؟ اللہ نے فرمایا تھا محمدؐ اگر قتل ہوں یا وفات پائیں گے تو یہ ایک انسان ہیں ان کے جانے سے دین ختم نہیں ہوگا۔یہ مقام اللہ نے خاتم الانبیاءﷺ کو نہیں دیا ہے لیکن پاکستان کے روشن خیال علی گڑھ، آکسفورڈ اور کیمبرج کی درسگاہوں کے سند فرعونی لینے والے آکے مردہ پرستی کرتے ہیں۔تعجب اور افسوس اس بات پر ہے کہ مزار پرستی، مردہ پرستی کی مخالف جماعت اور ان کے فضلاء وعلماء اور دانشوران بھی ان کی پرستش کرتے ہیں، اعلیٰ القاب کے ساتھ ان کے کلمات کو بطور سند پیش کرتے ہیں۔عالم اسلام کی بڑی درسگاہوں سے فارغ علماء، قرآن سے محروم لیکن کلمات اقبال و جناح کے حافظ بنے ہوئے ہیں۔غرض کہتے ہیں پاکستان کو انہوں نے بنایا ہے۔وہ یہ بات غلط کہتے ہیں سو بار یہی کہوں گا کہ وہ غلط کہتے ہیں۔پاکستان کو انہوں نے نہیں بنایا، کسی سیاست دان، کسی مغرب کے پڑھے ہوئے ریزہ خوار نے نہیں بنایا ہے بلکہ پاکستان مسلمانوں کی با دل نخواستہ قسمت میں آیا ہے یعنی پاکستان کو خود برطانیہ نے بنوایا ہے، کیوں، کس منطق کے تحت؟ منطق واضح ہے کہ جب وہ چھوڑنا چاہتے تھے تو حقیقی معنوں میں اقتدار وتسلط باقی رکھنا تھا ظاہری طور

پر چھوڑ کے جانا تھا تو وہ جو ایک کم آبادی والے ملک میں رہتے تھے۔ ایک وسیع وعریض مساحت زمین، اور زیادہ آبادی والے ملک کو کیسے کنٹرول کر سکتے تھے یہاں سے انہوں نے سوچا اس کو تقسیم کر دیں تاکہ یہ ہمارے خلاف متحد نہ ہو سکیں چنانچہ باطنیہ نے پوری امت مسلمہ کو اسی فلسفہ کے تحت شیعہ سنی پھر ان کے اندر فرقے بنائے تاکہ اتحاد نہ ہو سکے۔ اس کیلئے پہلے مرحلے میں مسلم ہندو کا فارمولا بنایا تو مسلم ہندو کا فارمولہ برطانیہ کا تھا قائدین کا نہیں تھا۔

۲۔ اب ان کو یہ بھی خطرہ ہو گیا کہ مسلمان ایک ہو جائیں تو یہ بھی بڑی طاقت بنیں گے اس لئے مسلمانوں کو بھی تقسیم کر دیا ایکطرف مسلمان ہندوؤں کے تابع رہیں دوسری طرف ان کی اپنی سرپرستی میں رہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنا گورنر معین کیا تھا، محمد علی جناح ان کی طرف سے تھے۔ یہاں یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہیں یہ شبہ نہ رہے راقم وہی بات کر رہا ہے جو ہندوستان کے علماء کہتے تھے کہ ہندو مسلمان کی تقسیم ہند ایک سازش ہے یہاں کے لوگ برطانیہ کی سازش میں آگئے اگر ہندو مسلمان سب اکٹھے رہتے تو کتنی بڑی طاقت بن جاتے۔ ہم اس فکر کے خلاف ہیں ہم کہتے ہیں ''عدو شود سبب خیر''۔ ہم کہتے ہیں الحمد للہ ایک وسیع رقبہ مسلمانوں کے نام سے ملا ہے، ہندوستان میں رہنے والے علماء و دانشوران دنیا میں ہندوؤں کے عتاب میں رہیں گے اور آخرت میں خازن جہنم کے عتاب میں۔ ہم یہاں چار صوبے نہیں بلکہ ایک صوبہ بھی اگر مسلمانوں کا ہوتا تو نعمت سمجھتے ہیں۔ یہاں سے ہم کہتے ہیں یہ دانشوران یہ روشن خیال وروشن فکر نذیر ناجی، ندیم، ہارون وغیرہ اور ان کے سرپرست اعلیٰ ملک کے ہندو نواز سربراہ بننے کی سوچ رکھنے والے ہندو سے گھل مل کر رہنے کی جو بات کرتے ہیں وہ انگریز بھی نہیں چاہتے تھے، تم لوگ تو انگریز سے بھی برے ہو، وہ بھی ہندو مسلم کو علیحدہ رکھتے تھے۔ پاکستان جناح یا اقبال نے نہیں محمد بن قاسم نے بنایا ہے خلیفۂ مسلمین نے بنایا ہے، کلمہ اور صلوٰۃ پڑھنے والوں نے بنایا ہے نہ کہ کسی تارک صلاۃ نے، یہ کلمہ نہ پڑھنے والوں نے نہیں بنایا ہے کیونکہ ان کو کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن مسلمان کو فرق پڑتا ہے یہ کونسی منطق ہے کہ آزادیٔ دین کے نام سے تم ہم پر سیکولرازم کو ٹھونس رہے ہو۔ یہاں اس مناسبت سے یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ غیر الٰہی اقتدار چاہنے والے یا

اتحادالمسلمین کے داعی ایران،انہوں نے ہمیشہ شیعہ کوسنیوں کے خلاف ورغلایا،سم پاشی کی ہے،فرقہ واریت کی حوصلہ افزائی کی ہے۔خودشیعہ جن کی وہ سرپرستی کرتے ہیں ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے ہیں،قائدپہ قائدبنے ہیں اور ہرقائدکوان کی تائیدحاصل ہے یہاں سے الٰہی اورشیطانی طاقتیں واضح ہوجاتی ہیں۔دینی فکرکی منطق یہ ہے کہ امت کی فکروسوچ اورعمل ایک ہو۔جداگانہ نہ ہو،اس میں کسی قسم کا افتراق وانتشارنہ ہوجبکہ غیرالٰہی افکار کے داعیان اور شیطانوں کا مفاد اس میں ہے کہ جتنا بھی افتراق وانتشار ہو،ان کے حق میں اچھا ہے،تاکہ کہیں کوئی بڑی جمعیت ان کے خلاف متحد نہ ہو۔یہاں سے حق و باطل کا مسئلہ واضح ہو جاتا ہے داعیان حق کے لئے اتحادامت،غنیمت ورحمت ومحبوب ہے اہل باطل امریکہ وبرطانیہ کیلئے اتحادملت اسلامی خطرناک ہے وہ اپنے لئے اسے ایک بڑی مصیبت سمجھتے ہیں یہاں سے انہوں نے خطرے کو ٹالنے کیلئے امت اسلام میں گروہ درگروہ بنائے ہیں،جماعت درجماعت بنائی ہیں،منظمات بنائی ہیں احزاب بنائے ہیں فرقے بنائے ہیں۔گرچہ ان سب کی برگشت ان کی سگی ماں فرقہ ساز ثالوث کمپنی کو جاتی ہے۔

الحادیزم بابائے سیکولرزم ہے:

اگرالحادکا تعارف کرنا چاہیں تو اس کا تعارف بابائے سیکولرزم ہے،جس طرح کسی غیرمعروف ومخفی شخص کا تعارف اس کے فرزندمعروف سے کرتے ہیں۔وجود باری تعالیٰ مثل ضروریات عام وخاص مسائل زندگی سے ناآشنا مسئلہ نہیں بلکہ دورجاہلیت سے منقول کلمات میں ملتا ہے''**البعرُ تدل علی البعیر**''کیا بلندوبالا فلک نیلگوں خالق پر دلالت نہیں کرتے چنانچہ اللہ نے نبی کریمؐ سے فرمایا مشرکین سے سوال کروکہ آسمان وزمین کوکس نے خلق کیا یا کیا تم نے خودکوخلق کیا ہے یا اللہ نے پیدا کیا ہے؟ توفوراً بغیرکسی تردد کے کہتے تھے انہیں اللہ نے خلق کیا ہے۔اس تسلسل میں علماء اسلام نے وجود باری تعالیٰ کے بارے میں کوئی خاص باب نہیں کھولا ہے کیونکہ یہ معارف ضروری انسان سمجھے جاتے تھے۔جب دورعباسی میں اسلامی ثقافت میں یونان وفارس سے آمیزش ہوئی اورمعتزلہ نے فلسفہ کواسلام سے خلط کیا تو بحث صفات اللہ شروع ہوگئی۔ وجودصانع متعال میں بحث نہیں کی کیونکہ اصل وجوداللہ کے بارے میں محکم ومتقن دلائل عقلی کے علاوہ آیات

محکمات قائم ہیں لیکن جب ۱۷۸۹ء سے یورپ میں بعض علماء ومفکرین نے وجود اللہ، تصور دین حتیٰ تصور معنویات واخلاقیات سے انکار کرنا شروع کیا اگرچہ اس کا پہلا نشان کلیسا اوراس سے وابستہ علماء تھے لیکن حملہ آوروں نے اس کوتوسیع دیتے ہوئے دیگر ادیان خاص کر اسلام کوبھی نشانہ بنانا شروع کیا جس کے نتیجہ میں آج اسلامی ممالک کے بہت سے نوجوان ملحد وملحدات بن کر اعلانیہ دین کا مذاق اڑاتے ہیں اور دین کے ساتھ ساتھ ملک کے مقدرات کے ساتھ بھی کھیلتے ہیں۔

مغربی الحادیوں کا مسلمانوں سے مطالبہ:۔

سیکولروں وسیکولرات کے توسط سے مغرب کا دوسرا مطالبہ یہ ہے کہ جونظام آپ کے پاس موجود ہے وہ آسمانی والٰہی نہیں ہے بلکہ یہ نظام بھی نظام کلیسا جیسا بشری ہے، آپ اسے بغیر کسی سند کے الٰہی کہتے ہیں آپ کو پتہ ہے کہ کلیسا کے ساتھ ہم نے کیا حشر کیا ہے؟ ہم نے اپنی تمام بدبختیوں کا انتقام ان سے لیا ہے، انتظام ہم نے ان سے چھین لیا ہے ہم نے ازخود بیٹھ کر تجربات سے نظام بنایا ہے آپ بھی اپنے عوام و خواص کو سمجھائیں کہ یہ جونظام آپ کے پاس اسلام کے نام سے ہے جھوٹ ہے یہ نظام اسلام نہیں ہے کیونکہ اسلام پیغمبر ﷺ پر نازل ہوا لیکن یہ نظام ڈیڑھ سو سال وفات پیغمبر ﷺ گزرنے کے بعد تورات وانجیل جیسا علماء فقہاء نے بنایا ہے اور پہلے فقہاء کے بعد آنے والوں نے اس میں ترمیم واضافہ کیا ہے۔ قرآن کا اس میں صرف نام ہے باقی احادیث منسوب اور علماء کی آراء ہیں۔ اس لئے ہم آپ کو بتاتے ہیں عوامی نمائندوں کو بٹھا کر ایک نظام بنائیں ہم اسے ڈیموقریطس کہتے ہیں اور آپ لوگ جمہوریت کہتے ہیں، غرض ہم خود بیٹھ کر اپنی احتیاجات وضروریات اور حالات وماحول کو سامنے رکھ کر قانون بنائیں اور اسے قائم کریں۔

ملحدین کا طریقۂ الحاد:۔

ملحدین نے دینی معاشرہ کو الحاد پر قائم کرنے کے لئے مختلف طور طریقے اپنائے ہیں:

۱۔ ایک دنیائے پیش رفت' ترقی یافتہ، وسائل کی بھرمار، امن وسکون' آزادئ بیان' آزادئ تصرف' آزادئ اقتصاد' آزادئ فکر' آزادئ دین ودیانت، حقوق خواتین وغیرہ کے جاذب وپرکشش نعروں کو بلند کیا۔

اقانیم ثلاث:۔

اقانیم جمع اقنوم ہے،اقنوم ان کلمات کو کہتے ہیں جن کی تفسیر وتشریح اور جواز کو عقل سے ثابت کرنا ناممکن ہو۔اس کو بغیر ادراک ٹھونسا جائے۔جیسے اصول واساس دین نصاریٰ اقنوم ثلاثہ'ابن''اب' 'روح' تینوں ملکر الوہیت بنتے ہیں،یہ عقیدہ نصاریٰ میں پولس شاول نے ایجاد کیا بعد میں ۳۲۵ء کو روم کے شہر نیقہ میں کانفرنس میں تصویب ہوئی۔یہاں سے دین نصاریٰ میں استبداد وآمریت وجباریت آئی۔اس وجہ سے وہ دین آسمانی ہونے کی حیثیت وقدرت کھو بیٹھا اب ان کے ہاں حلال وحرام،جائز وناجائز روحانیت نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہی دین صرف اتوار کوایک دن اجتماعی دعا ہے جو ان سے متاثر ہوکر مسلمان بھی اسی سند کے ساتھ دین کوایک دن منانے لگے ہیں یعنی دین صرف ہفتہ میں ایک دن کیلئے ہوتا ہے۔

امت اسلام کے مجتمع میں تین اقنوم یعنی سیکولر،احزاب،فرقے پیدا ہوئے ہیں۔ان تینوں کی تفسیر و تشریح کرنا ناممکن ہے لہذا یہ تینوں بطور استبداد امت پر مسلط کئے گئے۔جس دن سے یہ تینوں امت پر مسلط کئے گئے اس دن سے امت پراگندہ اور مہمل ہوتی گئی اوراس کا شیرازہ بکھر گیا ہے۔وحدت کی طرف برگشت ایک خواب اورسراب بن گیا ہے۔ان تینوں کے ہوتے ہوئے امت اسلام کیلئے کسی قسم کی خیر کی توقع نہیں کی جاسکتی،نقصانات کے لحاظ سے ان تینوں میں سے کسی ایک کو دوسرے سے کم تر نہیں کہا جاسکتا۔گرچہ تاریخ ظہور و بروز میں سبقت وتأخر پائی جاتی ہے یعنی فرقے تاریخی حوالے سے قدیم ہیں احزاب فرقوں کے بدیل اورسیکولر،ان دو کے فرزند مشترک ہیں۔یہ تینوں ملکر اسلام ومسلمین کیلئے ناسور ہیں۔

ا۔سیکولر کیا ہے،سیکولر کی تاریخ اور سیکولر کا نسب وحسب۔

سیکولر کی تعریف۔

ا۔زبان لاطینی کا کلمہ ہے جس کا عربی ترجمہ علمانیہ کیا گیا ہے۔کلمہ علمانیہ کے بارے میں یوسف قرضاوی اپنی کتاب علمانیہ ص ۵۱ پر لکھتے ہیں یہ کلمہ چاہے عین پر کسرہ لگا کر پڑھیں جس کے معنی دانش بنتے ہیں اس میں جو یاء ہے اس کو یاء نسبتی کہتے ہیں،اگر کلمہ ع پر فتحہ کے ساتھ پڑھیں تو اسکی جمع عالم یعنی دنیا آتی ہے

اس میں الف اورنون زیادہ ہے جو قیاس لغت عرب کے خلاف ہے۔

یہ کلمہ چاہے عین پر کسرہ سے پڑھیں یا عین پر فتحہ کے ساتھ پڑھیں دونوں حوالے سے سیکولرزم کا ترجمہ نہیں ہے کیونکہ علم کوانگریزی میں سائنس کہا جاتا ہے۔سیکولرزم کا ترجمہ عربی میں لادین ہے۔کلمہ لادین مسلمان دیندار کیلئے دل خراش تھے تو انہوں نے دھوکہ دہی اوراغفال میں رکھنے کیلئے سیکولرزم کوعلمانیہ کہا ہے تا کہ اس کا ترجمہ کرتے وقت وہ یہ توجیہ پیش کرسکیں کہ ہم علم کے داعی ہیں یا ہم امور دنیوی کے متعلق بات کرتے ہیں۔

علمانیہ کی دونوں تفاسیر سے یہ نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں کہ علمانیہ الحاد کا منافقانہ چہرہ ہے۔اس چہرے کے ذریعے وہ موحدین میں گھل مل جاتے ہیں۔موحدین کو پیار ومحبت دلسوزی اور دردمندی کی زبان میں غیر شعوری طور پر الحاد کی راہ پر گامزن کرتے ہیں:

ا۔علمانیہ سے مرادتمام ادیان وفرق وثقافت کوختم کر کے ایک عالمی حکومت قائم کرنا ہے جسے عرف عام میں وحدت الادیان کہا جاتا ہے یہ یہودیوں کی، پروتو کولات، کا اہم منشور ہے۔

مجلّہ توحید صادر از سازمان تبلیغات اسلامی شمارہ ۳۱ ص ۱۴۸ پر لکھتے ہیں علمانیہ عین پر فتحہ لگا کر پڑھنے کی صورت میں یہ کلمہ عالم کا معنی دیتا ہے جیسا کہ معجم وسیط میں آیا ہے عالم یعنی دنیا علمانیہ یعنی جس کی تمام کاوش وکوشش اورتوجہ کا مرکز دنیا سے مربوط ہے اگر عین پر کسرہ (عِلمانیہ) لگا کر پڑھیں تو یہ علم ومعرفت سے لیا ہے یعنی طریقہ علمی ہے۔

ا۔علمانیہ ملحدہ منحرفہ:۔تشدد والی علمانیہ یعنی اعلان جنگ کرنے والی یہ دورستر ہویں صدی ۱۶۶۰ء متوفی ۱۸۵۷ء اس دور میں ۱۹۱۷ء میں انقلاب کمیونسٹ آیا اس کوعلمانیہ الحادی کہتے ہیں ۱۸۵۷ء میں اسلام میں اشتراکیت والحادیت پھیل گئی۔

۲۔دوسری نوعِ علمانیہ کومعتدلہ کہتے ہیں جوفرانس میں سولہویں صدی میں شروع ہوئی ۱۶۵۹ء تک طومائس ہویاس متولد ۱۵۸۸ء متوفی ۱۶۷۹ء سے شروع ہوا کتاب علمانیہ تالیف صفر بن عبدالرحمٰن رسالہ مجسٹر

ناشر مکتب الطیب مصر ’’سیکولیریزم‘‘ یہ کلمہ انگریزی ہے جس کا ترجمہ علمانیہ سے کرتے ہیں یہ ترجمہ ایک غلط ترجمہ ہے کیونکہ کلمہ علمانیہ مادہ علم سے ہے یا مادہ عالم سے ہے سیکولرازم مادہ علم سے کسی قسم کی نسبت نہیں رکھتا۔ علم اشتقاق بے ربط ہے، علم فرانسیسی اور انگریزی میں سائنس کو کہتے ہیں اس کو اپنا مذہب بنانے والوں کو مذہب علمی کہتے ہیں اگر اسکو نسبت دیں گے تو سائنس ازم کہیں گے۔ عربی زبان میں الف ونون خلاف قیاس ہے یہ کلمہ سماعی ہے اور چلتے چلتے متاخرین میں رواج پایا ہے جس طرح روح سے روحانی جسم سے جسمانی نور سے نورانی بنا ہے سیکولرازم عربی میں ’’لادینیہ‘‘ ہے یا ’’دنیویہ‘‘ ہے یعنی سیکولرازم کا دین سے کوئی رشتہ نہیں یا دین سے مربوط بھی کوئی رشتہ نہیں، دین اور سیکولرازم کے درمیان تضاد پایا جاتا ہے ترجمہ جو صحیح معاجم میں سیکو لرازم کے لئے آیا ہے جیسا کہ دائرۃ معارف برطانیہ میں سیکولرازم کا ترجمہ مادہ کیا ہے، یہ ایک حرکت اجتماعی ہے تنظیم اجتماعی ہے جو لوگوں کو آخرت سے باز رکھنے اور خالص امور دنیا سے مربوط کرنے کے لئے ہے۔ اس کا پس منظر یوں ہے کہ قرون وسطیٰ میں لوگ زیادہ تر دنیا سے روگردانی کر کے اللہ اور آخرت کے بارے میں مستغرق تھے اس فکر سے باز رکھنے لڑنے کے لئے ان میں اللہ کی بجائے رغبت دنیا کو ابھارا جائے یہاں تک لوگ فرانسیسی انقلاب کے زمانے میں بہت سی علمی، فکری، ثقافتی تحقیقات تک پہنچے تو توجہ کا سلسلہ بڑھتا گیا اور لوگ دنیا ہی کی بات کرنے لگے، یہ فکر پروان چڑھی کہ اقتدار پر فائز ہونے والے اشخاص آسمانی نہیں ہوتے بلکہ زمینی ہوتے ہیں، بشر کے تجربات سے اخذ ہوتے ہیں۔ اس کا خلاصہ جیسا کہ علمانیہ پر لکھنے والے مغربی اور مشرقی اسکالروں نے لکھا ہے دین کو امور دنیوی سے دور، الگ وجدا، رکھنے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ ان کا کہنا ہے یہ علم کو ہی معیار گردانتے ہیں ان کے نزدیک علم ہی حاکم ہوتا ہے، علم وحی، کے مقابلے میں ماخذ و مبداء علمانی ایک نظام خالص بشری و دنیاوی ہے حتیٰ شائبہ دینی سے بھی پاک نظام ہے۔ اس کے مستند ماخذ و مصدر کہاں سے ملتے ہیں اس سلسلہ میں تحقیق علمانیہ کے ماہرین کا کہنا ہے اس کے مصدر و ماخذ یورپ میں دور قرون وسطیٰ ۱۷۸۹ء سے ملتے ہیں۔ ہمیں اس کے تاریخی پس منظر کا بھی علم ہونا ضروری ہے کہ وہاں ایک ایسی حکومت کا تصور کیوں آیا؟

قرون وسطیٰ میں، یورپ میں تحقیقات علماء اور عقلیات وتجربات پر کلیساء نے پابندی عائد کی ہوئی تھی انھوں نے کہا تمہیں چاہیے کہ جو حکم کلیسا کرے اس کی تابع داری کریں فرمانبرداری کریں، تابع داری صرف کلیسا کی ہونی چاہیے، فرمانروائی صرف کلیسا کو حاصل ہے تو وہاں کے بادشاہان بھی مجبور تھے کہ کلیسا کے سامنے خاضع ہوجائیں۔ یہاں سے اس بے معنی بے جا استبداد سے تنگ آ کر کلیساء کے خلاف بغاوتیں شروع ہوگئیں اور فسادنے پورے یورُپ کو لپیٹ میں لے لیا تو کلیساء کو اس طوفان کے سامنے خاضع ہونا پڑا۔

اس طرح سے سیکولرازم دین مسیح کے مقابل میں استعمال ہونے لگا قاموس عالم جدید تالیف لوستر اس نے علم کی شرح یوں کی ہے روح دنیوی یا توجہ دنیوی جس میں ہر قسم کے ایمان اور عبادت کے تصور کو مسترد کیا جائے اور ایک تعریف میں کہا ہے کہ دین اور کلیساء سے مربوط چیزیں حکومتی برنامہ میں نہیں ہونی چاہییں معجم ارگنورد میں سیکولر کا ترجمہ یوں کیا ہے مادی یا دنیوی کام جس میں روح کا کوئی حصہ نہ ہو، خلاصہ کلام یہ کہ انسانی اخلاق اور تربیت میں دین کا کوئی کردار نہ ہو معجم دولی میں آیا ہے۔

علمانیہ کیسے ظہور پایا اس کا جواب یہ ہے کہ دین نصاریٰ اپنی حقیقت اور واقعیت کھو گیا تھا، تحریف در تحریف نصاریٰ از دین سبب ظہور علمانیت ہے۔ دین نصاریٰ جو دین الٰہی تھا اپنی حقیقت سے معریٰ ہوا لیکن اس کا ڈھانچہ ادارہ بنام کلیساء باقی رہا۔ کلیساء دین، سیاست، مال و دولت سب پر قابض ہوگئے عقل کو ملغیٰ و معطل بلکہ زندان کیا اور اشاعت علم پر پابندی لگائی۔ یہاں سے کلیساء اور علم میں جنگ شروع ہوگئی۔

کتاب موسوعہ میسرہ ج ۲ ص ۶۷۹ پر آیا ہے سیکولرازم کا صحیح ترجمہ لادینی ہے۔ سیکولرزم یعنی زندگی علوم تجربی، عقل اور مصلحت اجتماعی پر قائم ہو جس میں دین کو دور رکھا جائے۔ سیکولرازم یعنی سیاست میں بھی لادینی ہونی چاہئیے صاحب کتاب لکھتے ہیں سیکولرازم کا ترجمہ علمانیہ کرنا خیانت اور دھوکہ دہی پر مبنی ہے۔ نظام سیکولرازم یورپ میں ستارہویں صدی سے شروع ہوا لیکن مشرق میں انیسویں صدی کو پہنچا بعض ملکوں میں بیسویں صدی کے آغاز میں آیا۔ غرض سیکولر کا معنی دین کو انسان کے ضمیر و وجدان تک محدود رکھنا ہے یعنی بندے اور اللہ کے درمیان تعلق سے تجاوز کرکے دوسرے انسانوں سے تعلق قائم کرنا دین کا میدان نہیں ہے۔

سیکولرازم فرزند دین ممسوخ نصاریٰ ہے، جہاں نصاریٰ اور شیطان کے درمیان طے شدہ معاہدے کے تحت، قیصر کو حکومت دو اور اللہ کیلئے کلیساء۔ زندگی اس قانون کے تحت چلائیں۔

بعد میں کلیسانے اس معاہدہ کو حضرت مسیح سے نسبت دی ''**اعط مالِلقیصریا للقیصر وما للہ**'' ۔ یہ معاہدہ یورپ میں ۱۷۸۹ء میں طے پایا۔ یورپ میں یہ صورت حال اس وجہ سے آئی جب علمائے کلیساء طاغوت بن گئے تھے۔ دین کو ایک کاروبار میں تبدیل کیا گیا، سیاست استبدادی شروع ہوئی عشاء ربانی صکوک غفرانی۔ کلیساء نے علمی انکشافات کرنے والوں کے خلاف عدالتیں قائم کیں۔

کتاب الحاد دینی ص ۲۷ نقل از کتاب اخطار غزوی الفکری ص ۱۹۳ پر اس کی تشریح لادین سے کی ہے۔

سیکولرازم الحاد کا بدلا ہوا چہرہ ہے بعض نے اس کی تشریح میں کہا کہ دین کو حکومتی نظام سے جدا رکھنا ہے جبکہ یہ سیکولرازم افیون و چرس کی مانند ہے جسے آج کل مغرب والے اور ان سے وابستہ مما لک جوئے کی شکل میں فروخت کرتے ہیں، یہ ایک طرح کا اغفال ہے بلکہ ان کی مراد دین کو نظام زندگی کے تمام شعبوں، فردی و اجتماعی، سیاسی و اقتصادی، سے باہر رکھنا ہے۔ یہ کلمہ اس لئے استعمال کیا گیا تا کہ جذبات کو ٹھنڈا کریں۔ علمانیہ الحاد کا تیسرا چہرہ ہے یہاں بھی علمانیہ کا ترجمہ علم سے کر کے اغفال کیا ہے حالانکہ ان سے مراد لادینی عالمی حکومت کا قیام ہے۔ اس کلمہ کے استعمال کا پس منظر یورپ میں کچھ اس طرح سے ہے کہ ایک دور میں کلیساء نصرانیوں کے تمام مقدرات سیاہ وسفید کے مطلق العنان حاکم تھے لیکن قرون وسطیٰ کے اختتام کے موقع پر عورتوں مزدوروں اور زحمت کشوں کی مسلسل جدو جہد ہزیمت کے نتیجے میں کلیساء اپنے اقتدار کی تقسیم کار پر راضی ہوگیا۔ جہاں انہوں نے امور دینی کو اپنے ہاتھ میں رکھا اور امور دنیوی کو سلطان، بادشاہوں اور حکمرانوں کے سپرد کیا یہاں سے یورپ میں اقتدار تقسیم ہوگیا۔ اس طرح سے نظام سیکولرازم نافذ ہونے کے بعد جو تبدیلی آئی اس کا ان نکات میں خلاصہ کیا جاتا ہے:

۱۔ ملکی نظام معیشت سود پر قائم ہوگا۔

۲۔ نظام حکومت کلیساء سے آزاد ہوگا۔

۳۔ملکی اجتماعی قوانین شریعت سے باہر ہوں گے۔

عقائدوافکارسیکولرازم:۔

ا۔بعض وجود باری تعالیٰ سے انکار کرتے ہیں۔

۲۔عدم ارتباط اللہ وبین الانسان۔

۳۔زندگی صرف علم تجربی وعقل پر قائم ہے۔

۴۔روح اور مادہ یا جسم وروح کے درمیان یا اخلاق واقدار میں وسیع طویل فاصلہ ہے۔

۵۔دین کو سیاست سے دور رکھیں۔

۶۔ہر چیز کی کسوٹی منفعت ہے اور پس اس کسوٹی کی روشنی میں ہر غلط جرم وخیانت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

۷۔جہاں تک ہو سکے قرآن اور محمدؐ کو مطعون بنائیں ان کو اصول وضوابط کے طور پر استفادہ کرنے سے روکا جائے۔

۸۔قانون اسلام باسی یا کہنہ ہو گیا ہے جیسا کہ بے نظیر بار بار اصرار کرتی تھی۔

۹۔فقہ اسلامی قانون رومانی سے ماخوذ ہے۔

۱۰۔اسلام ترقی وتمدن کے خلاف ہے۔

۱۱۔عورتوں کو وسیع وعریض بے قید وبند آزادی دی جائے جیسا کہ ایران کے صدارتی امیدوار سابق سربراہ آغا رضائی نے کہا تھا اگر مجھے صدارت ملی تو میں کسی عورت کو وزیر خارجہ بنادوں گا۔

۱۲۔قدیم زمانے کی رسومات کو زندہ کریں جیسا کہ لاہور میں پتنگ بازی کو زندہ رکھا جا رہا ہے۔

سیکولرازم، جدت پسند، غرب نواز اور اصلاح پسند سب ایک ہی مفہوم کی مختلف اصطلاحات ہیں جیسے ایک تقریر کو مختلف زبانوں میں ترجمہ کرتے ہیں۔ یہاں سیکولرازم کو نئے الفاظ کے لفافے میں پیش کرتے ہیں ورنہ سب کا مرجع ایک ہے۔

۱۳۔ایمان واعتقاد کی جگہ پر معاشرہ کا ستون جمہوریت پر قائم ہوگا یہ جوتبدیلیاں یورپ میں آئی ہیں اوران کی روشنی میں جونظام وہاں قائم ہوا ہے اس کووہ یورپی درسگاہوں سے فارغ شدہ تعلیم یافتہ افراد کو یورپ کی طرف سے اپنے شہریوں کیلئے تحفہ کہتے ہیں یہ تحفہ ان نکات پر مشتمل ہے:

۱۔یورپ نے سیکولرازم سے ہی ترقی پائی ہے۔

۲۔علم کو دین سے آزاد کرنے کا واحد ذریعہ اعتقادات کہنہ پرزور دینا ہے۔

۳۔نظام اسلام ایک ناکام نظام ہے اس کو بدلنا ہی ہوگا۔

۴۔سیکولرازم اسلام سے متصادم ومتعارض نہیں ہے۔

دین کو حکومت سے دور رکھنے کی تحریک عالم اسلام میں پہلی بار مصر سے شروع ہوئی کتاب افطار الغروی الفکری علی العالم الاسلامی ص ۱۴۱ پر آیا ہے سب سے پہلے اس کا جھنڈا اٹھانے والا عبدالرحمٰن کواکبی ہے جس نے ۱۸۹۹ میلادی کو ایک کتاب ام القریٰ کے نام سے لکھ کر نشر کی جس میں انہوں نے عالم عرب کے مفکرین، دانشوروں اور علماء کو تجویز دی کہ وہ مکہ میں جمع ہوجائیں اور اپنے ملک کیلئے درپیش مسائل کا حل تلاش کریں کہتے ہیں عبدالرحمٰن کواکبی دین سے نجات نہیں چاہتے تھے بلکہ وہ سلطنت عثمانیہ کو جمود سے نکالنا چاہتے تھے وہ فکری طور پر اسلام کو نہیں اٹھارہے تھے لہٰذا جمود بھی اسلام کے لئے خطرہ ہے' یہ بات بھی اس کے سیکولر ہونے پر پردہ ڈالنے کے لئے تھی چنانچہ مصر میں فرانس کی حکومت کے بعد برطانیہ کی حکومت ابھی تک چل رہی ہے وہ سلطنت عثمانی کی کوتاہیوں کا سلسلہ ہے لیکن برصغیر میں اس کا داعی سرسید احمد خان ہے اس کو سیکولرازم اور حکومت برطانیہ میں حل ہونے کے ادوار میں پیش کریں گے سرسید کے ہمنواء وہم خیال گروہ کے بارے میں اردو ادب جلد۴ میں تلاش کریں۔

مسلمان ملکوں میں سیکولروں کے داعی:۔

کتاب العصرانیون محمد حامد ناصر ص ۷۷ مطبوعہ مصر میں لکھتے ہیں ہندوستان میں سرسید احمد خان اور ان کے حلقہ میں چراغ علی، امیر علی اور محمد علی جوہر قادیانی تھے عصرانیون ص ۸۲۔

سیکولرغرب، یورپ سے مشرق بلاد اسلامی تک:۔

سیکولرازم یورپ میں اپنے دینی، اجتماعی، سیاسی اور تاریخی پسِ منظر میں وجود میں آیا، چونکہ دین مسیح قابل فہم وافہام نہیں رہا تھا لہٰذا داعیان دین نے طریقہ استبداد اپنایا۔ لیکن مشرق کی زمین میں خاص کر دیار اسلامی میں اس کی ضرورت یا حالات ایسے نہیں تھے مگر یہاں یہ کیسے پہنچا؟ کون یہاں لایا؟ کن ذرائع و وسائل اور وسائط سے گزرتے ہوئے یہاں پہنچا ہے؟ مؤرخین یورپ ومورخین اسلامی کا کہنا ہے سیکولرازم کو پہلے مرحلے میں یہاں جنگی مشین گنوں اور گولہ بارود کے ذریعے استعماری اور استبدادی مقاصد کی کشتیوں میں سوار ہو کر نافذ کیا گیا، لیکن یہ مشرق والوں کیلئے نیا نظام ہونے کی وجہ سے ناگزیر تھا، اس کی وضاحت کچھ اس طرح سے ہے۔

۱۔ انقلاب فرانس کامیاب ہونے اور کلیسا کو کنارے پر لگانے کے بعد مرد وعورت سب میدان عمل میں اترے صنعتیں لگائیں گئیں اور جب ان صنعتوں سے پیدا شدہ اموال تناسب سے زیادہ ہوئے جوان کیلئے خطرہ بن گئے، تو انہوں نے ان اموال کی فروخت کیلئے بازار کی تلاش میں علاقے فتح کئے اور مشرق زمین میں آئے۔

۲۔ مصنوعات کو بڑھانے اور سستا کرنے کیلئے انہیں خام مال چاہیے تھا، جس کے لئے ان ملکوں پر قبضہ کرنا ضروری تھا۔

۳۔ یورپ کے علاوہ یہاں کی ضرورت پوری کرنے کیلئے صنعت لگانی پڑی تاکہ سرمایہ میں اضافہ ہو لیکن رقوم یہاں نہیں رکھ سکتے تھے، یورپ منتقل کرنے کی ضرورت تھی، لہٰذا سرمایہ کے تحفظ کے لئے بینک بنانا پڑے۔

۴۔ پھر سرمایہ جام ہونے کے خطرے کی وجہ سے قرضے دینے شروع کئے تاکہ مزید استفادہ ممکن ہو سکے۔

۵۔ پھر ان املاک کے تحفظ کی خاطر کچھ فوجی بھی یہاں رکھنا پڑے تاکہ مسلمان نسل بے قرار ہو کر

غیض وغضب میں آ کر نقصان نہ پہنچائیں۔اس کے لئے انہوں نے ہر طرف سے تحفظ کے لیئے ،ابلاغ، صحافت وسیاست اور عسکریت کے ذریعے سیکولرزم کو طاقت وقدرت اور استبداد سے نافذ کیا۔

اسلامی ملکوں میں سیکولرازم کون اور کیسے لایا کس نے کس کے کہنے پر یہاں لایا؟

سیکولرازم دین وملک وملت کیلئے ناسور ہے۔ناسور اس دنبل کو کہتے ہیں جس کے شفاء یاب ہونے سے انسان مایوس ہوتے ہیں۔احزاب کی مثال اس شوگرزدہ انسان کی مانند ہے جس کے جسم پر زخم آنے کے بعد اس کا زخم بڑھتا جاتا ہے اور سنبھل نہیں پاتا یہاں تک کہ اس کے عضو کو کاٹنا پڑتا ہے۔اس طرح وہ ایک ناقص انسان کی صورت میں زندہ رہتا ہے۔احزاب زدہ قوم کو رکھنا یا ختم کرنا کسی بڑے سے بڑے عالم ودانا، حکیم وفیلسوف اور حکمران کے لئے بھی دشوار اور ناممکن ہو جاتا ہے۔کوفہ وبصرہ مسکن احزاب بنے ہوئے تھے جن کے بارے میں حضرت علی نے فرمایا میری سمجھ میں نہیں آرہا میں تمہیں کس طریقے سے جمع کروں،ایک طرف سے جمع کرتا ہوں تو دوسری طرف سے نکل جاتے ہو۔میں نہیں چاہتا ہوں غلط اور گناہ کے طریقے سے تمہاری اصلاح کروں۔تمہاری مثال اس عباء بوسیدہ کی مانند ہے جو ہر جگہ سے پھٹی ہے اور ایک طرف جوڑنے سے دوسری طرف سے پھٹ جاتی ہے،تم منتشر ہو جاتے ہو منتشر قوم،صالح قیادت کو برداشت نہیں کرتی وہ اوباش، جرم وخیانت وجنایت کار راشی کے اندر ہوتی ہے جو کہ اہل اسلام کیلئے ناسور ہیں۔سیکولرازم دیار کفر سے زیادہ اسلامی ملکوں کیلئے ناسور ہے۔یہ خطرناک خبیث بدنیت اور شوم ہے۔

عالم اسلام سیکولرازم کے نرغے میں:۔

اس وقت عالم اسلام بغیر کسی استثناء کے جہاں کہیں ہو وہ سیکولرازم کے نرغے میں ہے ہم یہاں ان کے تعلیم کار اور طریقہ کے بارے میں کچھ معلومات پیش کریں گے:

۱۔مؤلفین ومصنفین کا گروہ۔

۲۔مخصوص کالم نگاروں کا گروہ۔

۳۔مفکرین ومحققین اور اساتذہ جامعات۔

۴۔ذرائع ابلاغ سمعیات وبصریات میں الحادی گروہ۔

۵۔بعض نام نہاد روشن خیال علماء جوان سے قرب حاصل کرنے کیلئے آیات وروایات کی ان کی خواہشات کے مطابق تفسیر کرتے ہیں۔

عالم اسلام میں ظہور سیکولرازم:۔

آج ہر طرف سے مسلمان الحادغربی کا نشانہ بنے ہوئے ہیں تا کہ صفحۂ ہستی چھوڑیں اور دیار نیستی کی طرف کوچ کریں۔ یہ صورت حال ابتکاری ہے الحادغرب کی مثال ادب فارس میں ہے کہ ''**نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن**'' رسولؐ اللہ نے کوہ ابوقبیس سے تمام معبودات خودساختہ کومسترد کر کے معبود واقعی وحقیقی کا اعلان کیا تھا اسی دن سے اہل کفر وشرک ونفاق والحاد چوکنا ہوئے تھے ان کی نیندیں حرام ہوگئی تھیں۔انھوں نے اس دعوت کو روکنے کے لئے ہرقسم کی قربانی دینے کا عہد کیا اور پہلے دن سے تازہ مسلمانوں پرضرب وشتم ،تہمت والزام تراشی کی مہم شروع کی اور انتہا پسندی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی یہاں تک کہ مسلمان مستضعف کو اپنا خانہ وآشیانہ چھوڑنا پڑا لیکن دعوت محمدؐ کی روشنی چودھویں کے چاند کی مانند صفحات تاریخ پر نمایاں نظر آئی انتہاء پسندی و بدکلامی اور ضرب وشتم وتشدد، جب بھی ہوا کفر والحاد کی طرف سے ہو، ادین کی طرف سے نہیں ہوا۔ دین حق کو یہ نوبت آئے گی بھی نہیں کہ وہ فریق مخالف کو انتہاء پسندی وتشدد کا نشانہ بنائے کیونکہ دین اسلام اپنی جگہ دلائل و براہین ساطعہ فراواں رکھتا ہے دلیل کے حوالے سے کوئی بحران نہیں انتہاء پسندی وشدت پسندی اسلحہ بے دلیلاں ہے۔

دیار اسلامی میں سیکولرازم کی آمد:۔

اب تو تمام ممالک اسلامی میں سیکولرازم ہی نافذ ہے، پہلے پہل کس کس جگہ کو اس ضد اسلام و مسلمین نظام نے اپنے اقدام نجس سے آلودہ کیا اسے یکے بعد دیگر بیان کریں گے۔مصر کے بعد اسلام کی سب سے بڑی وسیع وعریض امپراطور حکومت عثمانیہ ترکیہ ہے۔ یہاں چار سو سال مسلمانوں کی حکومت رہنے کے بعد جنگ عالمی اوّل میں انگریز اور ان کے الحادی لشکر جب ترکیہ پر قابض ہوئے اور ترکیہ والوں سے

چار شرائط کا مطالبہ کیا کہ ان شرائط کے تحت ہم یہ سرزمین چھوڑ دیں گے۔

۱۔ یہاں خلافت اسلامی کا نظام ختم کریں اور تمام املاک کو قومی ملکیت میں لے لیں۔

۲۔ ترکیہ کی جدید حکومت یہ عہد کرے کہ وہ ہر اس گروہ یا تنظیم کا خاتمہ کرے گی جو خلافت اسلامی کی داعی ہوگی۔

۳۔ ترکیہ حکومت عہد کرے کہ اسلام ختم کریں گے۔

۴۔ ایسا قانون بنائیں گے جو اسلامی قانون کا بدل ہوگا۔

ان شرائط پر عمل درآمد کا ذمہ مصطفیٰ کمال اتاترک خائن نے اپنے سر لیا اور تمام شرعی محکمے ختم کئے اور قانون سوئٹزرلینڈ اور ایطالیہ کو نافذ کیا۔ تعلیم دینی پر پابندی لگائی، حجاب پر پابندی لگائی حتیٰ ترکیہ میں عربی زبان پر پابندی لگائی۔ اس کی جگہ حروف لاطینی نافذ کئے اذان کو عربی زبان میں دینے پر پابندی لگائی، قرآنی مدارس کو بند کیا ۱۹۲۵ء میں انہوں نے جبراً حجاب چھیننے کا حکم دیا اس حکم کے بعد اگر کوئی مسلمان خاتون گھر سے جونہی باہر نکلتی حجاب ان کے سر سے چھین لیا جاتا تھا۔ حتیٰ ترکیہ والوں کو اپنا لباس پہننے پر بھی پابندی لگائی گئی۔ جمعہ کے دن کی بجائے اتوار کی چھٹی کی گئی۔

سیکولروں کی آنکھوں پر گویا نابیناؤں کی پٹی پڑی ہے جس کی وجہ سے وہ صرف اپنے لادینی اور اسلام دشمن مذاہب کو دیکھ سکتے ہیں۔ ہر وہ چیز جو اس ملک میں لادینی پھیلانے کی مظہر ہے وہ انھیں خط درشت میں نظر آتی ہے۔ اسلام قرآن اور محمدؐ کے مظاہر نہ سننے اور نہ دیکھنے کی پٹی لگی ہے۔ لہٰذا نذیر ناجی کالم نگار حکمرانوں کے ترجمان اور رشید رانا کو منکرات اسلامی میں ہی اسلام نظر آتا ہے۔ خورشید ندیم نے اور رانا ثناءاللہ نے ۲۲ جمادی الاوّل ۱۴۳۷ھ پیر کو نشر ہونے والے اخبار جہاں پاکستان صفحہ ۸ پر یہ عنوان دیا ہے کہ تحفظ خواتین بل میں غیر اسلامی کوئی چیز نہیں ہے، اسلام میں کہاں اجازت ہے کہ خاتون کو گھر سے نکال دیا جائے، طلاق کس چیز کا نام ہے، نشوز کس چیز کا نام ہے؟ عورت اگر شوہر سے بغاوت کرتی ہے، قرآن مجید کی صریح آیات سے سرکشی کرتی ہے جہاں قرآن میں آیا ہے جاہلیت کی سی حالت میں نہ نکلو۔ اپنی آنکھوں کو مرد

اجنبی کے دیکھنے سے بند رکھو، اپنی زینتوں کو سجا کر پیش نہ کرو۔ یہ سب آیات قرآن کی کھلی خلاف ورزی ہے گو یا جس اسلام کو تم پیش کرتے ہو وہ قرآن و محمدؐ کا اسلام نہیں، یونا یٹڈ نیشن کا اسلام ہے۔ جسے استعمار نے اپنے تحفظات کی خاطر اسلام مصنوع باطنیہ کو مسلمانوں پر ٹھونسا ہے۔ اسلام میں یہ نہیں لکھا کہ خواتین الیکشن میں ہار جائیں یا مسترد ہو جائیں تو انکو چور دروازے سے ایوانوں میں لا کر ان سے ووٹ بنائیں یہ حق ایوان والوں کو حاصل ہے کہ وہ اپنا سربراہ جن سکتا ہے لیکن اپنے جیسا نمائندہ نہیں چن سکتا ہے۔

سیکولروں کا مسلمانوں سے سوال:۔

اگر سیکولر نظام نہیں چاہیئے تو کونسا نظام چاہیئے۔

۱۔ سعودی عرب کا نظام چاہیئے۔

۲۔ ایران کا نظام چاہیئے۔

۳۔ طالبان کا نظام چاہیئے۔

۴۔ صوفی محمد کا نظام چاہیئے۔

۵۔ فضل الرحمٰن کا نظام چاہیئے۔ قاضی حسین احمد و سراج الحق کا نظام چاہیے۔

۶۔ دشمنان خلفاء شیعوں کا نظام چاہیئے۔

۷۔ اللہ کو محمدؐ کی شکل میں زمین پر لانے والے بریلویوں کا نظام چاہیئے۔

۸۔ دیوبندیوں کا نظام چاہیئے۔

۹۔ مولویوں کا نظام چاہیئے۔

جواب:۔

مسلمانوں کو نظام اللہ نے دیا ہے محمدؐ نے اس کو تطبیق کیا ہے مسلمانوں کو اللہ کے نظام کو نافذ کرنے والا چاہے نافذ کرنے والا کافر، فاسق، ناصرِ ملحد، سیکولر نہیں مسلمان ہونا نا گزیر ہے۔

نظام بنانا کسی بھی ملک کے شہریوں کے بس کی بات نہیں، شہری کتنے ہی مایہ علمی کے مالک بن

جائیں وہ طرف داری و جانب داری سے محفوظ مامون نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا ابھی تک یورپ والے خود یورپ والوں کے لئے ایک متفقہ نظام نہیں بنا سکے چہ جائیکہ پوری انسانیت کو نظام دیں۔ جرائم کو روکنے کیلئے اسلام کی ضد میں قصاص کو معطل کیا اور قصاص سے بدتر تشدد کو اپنایا جس کا مظاہرہ گوانتا ناموبے اور ابو غریب میں نظر آیا۔ ایک عرصے سے پاکستان کو سزائے موت دینے سے روکے رکھا لیکن پچھلے سال کہنے لگے ہم نے تو نہیں روکا، وہ وقت اور حالات کے تحت اپنی بات بدلتے رہتے ہیں۔ کہتے ہیں ہم نے کہا ہے نظام عوام نہیں بنا سکتے جعلی ڈگری والے نہیں بنا سکتے ہیں اور عوام کے منتخب نمائندے بے دین و بے ایمان، خیانت کار و دھوکہ باز نہیں ہو سکتے۔ اس لئے ۶۸ سال گذرنے کے بعد بھی کوئی قابل قدر اور شکوک وشبہات سے پاک آئین نہیں بنا سکے۔ کثرت ترامیم سے ۱۹۷۳ء کا آئین چورا چورا ہو گیا، آئین کی پہلی شق میں ہی لغتی غلطی ہے، جہاں لکھا ہے ''پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہوگا''۔ اسلام اور مذہب ایک دوسرے کی ضد ہیں مذہب دین اسلام سے نکلنے والے راستے کو کہتے ہیں۔ لہٰذا یہاں لکھنا تھا پاکستان کا نظام اسلام ہوگا۔ آئین چونکہ علماء نے بنایا ہے، علماء کے بنانے سے آئین اسلامی نہیں ہوتا بلکہ اسلامی ہونے کیلئے قرآن اور نبی کریم ﷺ کی سنت عملی سے مطابقت چاہیئے۔ لہٰذا مسلمان ان کو مرحلہ وار جواب دیتا ہے، نہیں ہمیں سعودیوں، ایرانیوں، شیعوں، بریلویوں اور سنیوں کا نظام نہیں چاہئے، ہمیں اسلام شیعہ، اسلام سنی، اسلام بریلوی، اسلام دیوبندی اور اسلام مجتہدین نہیں چاہیئے، ہمیں اسلام اہل حدیث، اسلام اہل سنت اور اسلام اہل بیت کے نام سے میمون قداحی کا اسلام نہیں چاہئے، جعفر صادق کے نام سے صوفیوں اور مولویوں کا اسلام نہیں چاہئے نہ ہی خورشید ندیم، نظیر ناجی، ہارون رشید، قادری، شیرانی اور غامدی کا نظام چاہئے بلکہ اللہ کا پسندیدہ دین اسلام چاہیئے جس میں نہ کمی ہے نہ اضافہ۔ ہمیں ان مجتہدین کا اسلام نہیں چاہیئے جو اللہ کو جھٹلا کر کہتے ہیں قرآن میں سب احکام نہیں، جبکہ اللہ فرماتا ہے اس میں ہر خشک وتر کا حکم ہے اور ہم نے اسلام کو مکمل بھیجا ہے۔ مجتہدین کے فتاویٰ ظنی الدلالہ ہیں جو کسی کی سمجھ میں نہیں آتے جبکہ اللہ فرماتا ہے ''هٰـذَا بَيَـانٌ لِّلـنَّاسِ وَ هُدًى وَّ مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِين'' (العمران۔۱۳۸) اس کے احکام واضح و روشن بیان ہوئے ہیں۔ یہ روشن خیال وہ لوگ

ہیں جو ایک کلمہ گو صوم وصلوۃ کے پابند سے تو قصاص لینا چاہتے ہیں مگر توہین رسالت کی مرتکب خاتون کو رہائی دلوانا چاہتے ہیں۔ یہ مقتول کا قاتل سے قصاص نہیں تھا بلکہ فرمان امام حسین کے مطابق دوست سے خیانت کر کے دشمنوں کو خوش کرنا تھا۔ اگر یہ نظام کی خاطر ہوتا تو ماڈل ٹاؤن کے مقتولین جن کو ریمنڈ ڈیوس نے قتل کیا تھا اور حکومت پاکستان نے دیت دے کر اسے آزاد کروایا تھا یہ ممتاز قادری کی بھی دیت دے کر آزاد کروا سکتے تھے بلکہ اگر یہ دیت مسلمانوں سے لیتے تو وہ خوشی سے دیتے غرض نہ ہمیں فرقوں کا اسلام چاہیئے اور نہ ہی روشن خیالوں کا اسلام چاہیئے بلکہ ہمیں صرف اللہ کا پسندیدہ اسلام چاہیئے۔

۲۔ جس جمہوریت کا تم ترانہ گاتے ہو وہ امریکہ، فرانس، برطانیہ، چین، روس، کی جمہوریت ہے مسلمانوں کو یہ جمہوریت نہیں چاہیئے۔ اور اسی طرح بے نظیر، ملالہ، عاصمہ، شیری رحمان، بلاول وزرداری الطاف وپرویز، نواز وشہباز کی جمہوریت بھی نہیں چاہیئے۔ بلکہ یہاں بسنے والے ۹۸ فیصد مسلمانوں کا حق خود ارادیت چاہیئے۔

سیکولروں کو جواب:

جب ہمارا اعتقاد ہے کہ حاکمیت اللہ کی ہے تو نفاذ کنندہ بھی مسلمان ہی ہوگا۔ سیکولر کسی بھی بہانے سے چاہے جمہوریت یورپی ہو جس کے وہ ثنا خوان ہیں یا افلاطونی ہو وہ جابر ومستبد ہوگی اس صورت میں آمریت واستبدادیت وجمہوریت دونوں بے معنی ہوں گے۔ اگر کوئی شخص اس روئے زمین پر حاکمیت الہٰی کو نافذ کر رہا ہو خواہ وہ جس طرح بھی اقتدار پر پہنچا ہو تو یہاں حاکمیت الہٰی ضامن سعادت بشر ہوگی، اس اسلامی نظام میں عوام کی مصلحت ہے جبکہ سیکولروں کا نظام عورتوں اور بچوں کی خواہشات جیسا ہے۔ یہ ہوگا تو یہاں کی عوام نابالغ بچہ ہی رہے گی۔ اگر آپ اس تناظر میں صلاح ومشورے سے کوئی فیصلہ کریں تو وہ قابل تحسین ہوگا۔

،،علمانیہ،، مسلمان سیکولر افراد نے نفاق کے چہرہ میں مسلمانوں پر حق حکمرانی حاصل کیا اور بعد میں وہ اسی ملک میں کفر وشرک کو مسلط کرنے پر مصر ہوگئے۔ الحاد کا منافقانہ چہرہ علمانیہ ہے علمانیہ یعنی سیکولر افراد نے

الحاد کوفروغ دینے کیلئے کلمہ علمانیہ انتخاب کیا ہے،علمانیہ ادیان کومنہدم ومخرب کرنے کی ایک منافق منظم تحریک ہے، یہ دین کوحکومتی نظم ونسق سے جدااورالگ کرنے کی مہم چلانے کے ساتھ ساتھ قرآن وشریعت پرعمل سے دور رکھنے کیلئے آئے دن نئے نئے حربے استعمال کرتے ہیں اور بعد میں بالکل آمنے سامنے آکر دین سے دوبدو جنگ لڑتے ہیں اور دین کو کنارے پر لگاتے ہیں۔علمانیہ منکر وجوداللہ اورمنکرادیان ہیں یہ فکراٹھارویں اورانیسویں صدی میلادی سے شروع ہوئی ہے۔انہوں نے اس فکرکوفروغ دینے کیلئے مختلف مراحل ومراتب میں بھرپور وسائل استعمال کئے ہیں۔یہ دوقسم کے ہیں ایک گروہ جنہیں بائیں بازو والے کہا جاتا ہے جو کھلے عام دین کے ساتھ مزاحمت کرتے اور نبردآزمار ہتے ہیں دوسرا گروہ جنہیں دائیں بازو والے کہتے ہیں جو دینداروں سے صلح وآشتی،مسالمت وعدم مزاحمت اوراحترام کا طریقہ اپناتے ہیں لیکن دونوں کا مقصد معاشرہ میں دین کا خاتمہ ہے۔

عصر حاضر میں الحادی نظام کے داعی کارل مارکس اور ماسونیہ یہودیہ کے پیروکار ہیں۔سورہ نمل آیت ۱۴ میں الحاد کا ذکر آیا ہے انیسویں صدی میں الحاد اپنے اوج کو پہنچا،مارکس کے توسط سے اینجلس،سٹالین ،لینن ،میخائل گورباچوف نے اس کوترویج دی ،لیکن دین الٰہی میں طاقت وقدرت ہے کہ وہ اپنے مزاحم کو پلٹ کر مارتا ہے، چنانچہ دین نے کمیونزم کو مارااوراپنے گھر میں اس کی موت واقع ہوئی اوردنیا میں اہل دین نے اس دن اپنی عبادت گاہوں میں خوشیاں منائیں۔

یہاں الحاد سے مراد ہروہ فکر ہے جوانکاروجود باری تعالیٰ سے متعلق ہو۔اس کو سابق زمانہ میں دہریہ کہتے تھے، جیسا کہ سورہ جاثیہ آیت ۲۴ میں آیا ہے۔عصر حاضر میں ملحدین کوکمیونسٹ اورسوشلسٹ کہتے ہیں اس وضاحت کے تحت ملحد ہروہ شخص ہے جواللہ پرایمان نہیں رکھتااورکہتا ہے کہ کائنات اوّل سے خودبخود بطورصدفہ یا حاکمیت مادہ میں وجود میں آئی ہے۔الحاد ایک فکر ہے جوعقل ومنطق سے متصادم ہے،عصر حاضر میں داعی الحاداورمبدأالحاد یہود ہیں جنہوں نے تمام ادیان کے ساتھ جنگ لڑی ہے اورتصور دین کو پاش پاش کیا ہے۔ان کا خیال ہے جب تک اس دنیا سے دین کا خاتمہ نہیں ہوگاان کی حاکمیت نہیں ہوگی۔اسی وجہ سے

وہ مبغض دین ہیں ان کے بغض دینی کی وجہ سے اہل ادیان ان سے بغض رکھتے ہیں۔لہٰذا اہل ادیان ہمیشہ یہود سے ایک قسم کی جنگ میں نبرد آزما ہیں۔

علماء نے سیکولروں کی راہ کو ہموار کیا ہے:۔

یعنی جو چیز قرآن کریم کی آیات محکمات اور سنت عملی رسول اللہ میں نہیں ہے ایسی عبادتوں کی لمبی فہرست آج کل کے اسکولوں کی اصطلاح کے مطابق ہوم ورک مسلمانوں کو دیا ہے۔جیسے شب قدر کا احیاء شبینہ راتوں کی کمر شکن عبادتیں مشکوک نماز تراویح،خرافات سے بھری دعائیں دین وشریعت سے متصادم دعائیں اور مستحبات ومکروہات کی لمبی فہرست نے سیکولروں کے راستہ کو ہموار کیا اور ان کو مسلمانوں پر طنز کرنے کے کلمات والفاظ دیئے یہ اللہ والے ہیں مسجد والے ہیں یا اللہ ہو والے ہیں دم درود والے ہیں اذان دینے والے ہیں فاتحہ پڑھنے والے ہیں چہار قل پڑھنے والے ہیں مردوں سے واسطہ رکھنے والے ہیں ان کا دنیا سے کوئی واسطہ نہیں یہ بہت شریف لوگ ہیں۔یہ جدت پسند گروہ مختلف ومتعدد وسائل وذرائع سے اسلام ومسلمین سے نبرد آزما اور مورچہ زن ہوئے ہیں۔

ان کی دو صورتیں ہیں۔

ا۔صورت الحادی ودہری جو انقلاب فرانس کے دوران منظر عام پر آئے۔

۲۔منافقین سیکولر۔صدر اسلام میں منافقین کی صورت میں تھے لیکن اب سربراہان مملکت، ادباؤ شعراء ومصنفین ،عساکر،اساتید درسگاہ وابستگان ابلاغ عامہ وصحف ومجلّات کی صورت میں ہیں۔

مقاصد واہداف عالیہ سیکولرات۔

ا۔دوطرح کی حکومت یعنی دین سے عدم مزاحمت یا بے مقصد مراسم دینی کی آزادی۔

۲۔تاریخ اسلام کو محو ومسخ کرنا۔

۳۔ایسے علوم کی ترویج جو دین سے دور کریں۔نشر افکار الحاد۔تدریس مذہب،تحریف از دین۔

۴۔خدمت خلق اور جدید علوم وفنون سے استفادہ کے بہانے سے تحریفِ نصوص شریعت۔

۵۔فکردین کے حامل اساتید کی برطرفی۔

۶۔فرقوں کے تحفظ وترویج میں محور کھنا۔

۷۔مظاہراباحیہ،محرمات شریعہ،فسخ واہانت اخلاقیات دینی۔

۸۔مزاحمت باگروہ دین:۔ ا۔مراکزدین سے اخراج ب۔تہمت وافتراء ج۔تضحیق دینیات د۔بغاوت اولاد۔

۹۔انکاروجوب امربالمعروف ونہی ازمنکر۔

۱۰۔کلمہ جہاد سے الرجک۔

۱۱۔نفاذورواج سیکولرازم:۔ ا۔تبشیری جماعت ب۔مستشرقین۔ ج۔مستغربین

سیکولرازم یعنی معاشرہ کی ثقافت، بودوباش اورسیاست اللہ کے قانون سے آزادہواورریاست کے قانون کی پابندہو۔یہ آزادی ازروئے طبیعت خطرہ نہیں بلکہ دین کے لئے بھی خطرہ نہیں، یہ وہ اجتماعی اور قانونی آزادی ہے جسے ابتداءہی سے ۱۷۸۹ءکوانقلاب فرانس کے بعدتدوین ہونے والے قانون میں رکھا گیامجلّہ کیہان اندیشہ صادرازسعودیہ عدد۲۲۲ ربیع الآخر۱۴۳۶ھ،۸۸سرمایہ الحربہ الاعتقادیہ کے عنوان کے تحت آیاتھا۔

الحربہ۔ایک اصطلاح جدیدمغربی ہے جوضددین ہےاورعقائداسلام کودبانے کیلئے وجودمیں آئی ہے،یعنی آپ اپنے قانون کومعطل وجام کریں تاکہ ہماراقانون بغیرکسی رکاوٹ کے نافذہوجائے۔ہمارے قانون کی راہ میں صرف اسلامی قانون رکاوٹ ہے۔انہوں نے دین کے چہروں سے شدیدتحفظ کااعلان کیا ہے۔

ا۔آپ امرمعروف نہی ازمنکرنہ کریں کیونکہ اس سے ہماری آزادی متاثرہوتی ہے آپ جہادکو بھول جائیں یہ ہماری آزادی کے خلاف ہے،آپ اپنے دین سے انحراف کرنے والوں کاتعاقب نہ کریں ان کوآزادچھوڑیں وہ جس دین کوچاہئیں اپنائیں۔یہ اجازت ہونی چاہیئے کہ آپ جتنے بھی الحادی ہوجائیں

کوئی رکاوٹ نہیں اس کے علاوہ آپ زندہ نہیں رہ سکتے ہیں سیکولرازم چھوڑ کر اسلام قبول کرنے کی کسی قسم کی اجازت نہیں ہوگی البتہ مسلمان اسلام چھوڑ کر ہماری طرف آ جائیں تو ہم ان کا استقبال کریں گے۔

پاکستان کے سیکولر اور سیکولرات اسلام سے ہراساں ہیں:۔

۱۲ ربیع الاوّل ۱۴۳۷ھ کو روزنامہ دنیا میں کامران خان کی میزبانی میں عاصمہ جہانگیر اور دیگر اسکالر نے اپنی اپنی نوعیت میں اسلام سے ہراساں ہونے کا مظاہرہ کیا ہے (کراچی مانیٹیرنگ ڈیسک) سپریم کورٹ بار ایسی سویشن کی سابق صدر عاصمہ جہانگیر نے کہا ہے مذہب کے نام پر ملک بنا مگر لسانیت کے نام پر ٹوٹ گیا پاکستان میں مذہب کو برے طریقے سے استعمال کیا گیا﴿أَ جَعَلَ الْآلِهَةَ إِلٰهاً وَاحِداً إِنَّ هٰذا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ☆وَ انْطَلَقَ الْمَلَأُ مِنْهُمْ أَنِ امْشُوا وَ اصْبِرُوا عَلٰى آلِهَتِكُمْ إِنَّ هٰذا لَشَيْءٌ يُرَادُ﴾ (ص:۵۔۶) اگر ہمارے ملک میں اقلیتوں سے اچھا سلوک ہوتا تو وہ نقل مکانی پر مجبور نہ ہوتیں۔

۲۔ جناح کے پاکستان کے حوالے سے دنیا نیوز کی خصوصی نشریات میں میزبان کامران شاہد سے گفتگو میں سینئیر تجزیہ کار افتخار احمد نے کہا قائداعظم نے مسلمانوں کے لئے ملک بنایا تاکہ وہ اپنی تہذیب کے مطابق زندگی بسر کرسکیں مگر آج کا پاکستان قائداعظم کا پاکستان نہیں، قائداعظم سب کو برابر کے حقوق دینا چاہتے تھے۔

۳۔ سید حیدر فاروق مودودی (فرزند ابوالاعلیٰ مودودی) نے کہا پاکستان بننے سے مسلمان تقسیم ہو گئے اس لئے میرے والد مولانا مودودی پاکستان کے خلاف تھے مذہب کے نام پر ملک بنا اس لئے انتہا پسندی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

۴۔ لاہور میں الیگزینڈر جان ملٹ نے کہا ہم سیاسی نہیں بلکہ مذہبی طور پر اقلیت ہیں آئین ہمیں مساوی حقوق دیتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں قائداعظم نے اقلیتوں سے جو وعدے کئے ہیں وہ پورے ہوں، صدر بننا تو دور کی بات ہماری تو شادیاں تک رجسٹرڈ پائیں۔

۵۔اوریا مقبول جان نے کہا قائداعظم نے پاکستان اسلام کے نام پر بنایا، ہمارے پڑوسی ملک میں انسان سے زیادہ گائے کی عزت کی جاتی ہے۔

۶۔سلیم بخاری نے کہا قائداعظم نے پاکستان کی شکل میں اسلامی فلاحی ریاست کی بنیاد رکھی مگر ہم نے قائداعظم سے کھلواڑ کیا، اس انتہاپسندی کے باعث امریکی معاشرہ بھی مسلم مخالف ہو گیا ہے۔

۷۔عبدالرؤف نے کہا مذہب کا کام ریاست بنانا نہیں اچھے انسان بنانا ہے۔

پاکستانی سیکولران سے پہلے بھی یہ کہتے آئے ہیں اور آئندہ بھی یہ کہتے رہیں گے کہ ایک طویل عرصہ تک ان سب کا ایک متفقہ معاہدہ پر اصرار اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ وہ اپنے منویات ومطالبات کے بارے میں دلائل میں بحران کا شاہکار ہیں۔ وہ دلائل میں منطقی استناد سے محروم ہونے کی وجہ سے ایک جملے سے سہارا لیتے ہیں کہ پاکستان کو محمد علی جناح نے ایک سیکولر ریاست بنایا تھا اگرچہ حقیقت سے متصادم و متعارض دعویٰ کرنے والوں کے منہ سے حق کی بات نکلتے جاتے ہیں ہم یہاں پر یہ کہنے والے سیکولروں کے بارے میں یہ تصور قائم کرنے میں حق بجانب ہیں کہ یہ برائے نام سیکولر سند علمی بھی نہیں استعمال کرتے ہیں۔ حقیقت میں جاہل ہیں اسلام تو دور کی بات ہے وہ جمہوریت کے آئین سے بھی ناواقف ہیں۔ جب دشمنان اسلام اور دشمنان پاکستان کی بات آتی ہے تو وہ اپنی زندگی میں ہی پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے ہوتے دیکھنا چاہتے ہیں، اگر وہ کلمہ پڑھنے والے مسلمان ہوتے تو وہ پاکستان کی سلامتی کے خواہاں ہوتے، بیہودہ وجنگلی بین الاقوامی قانون کے خلاف بات کرتے، اگر ان کو بات کرنا نہیں آتی تو ہم ان کو بتائیں گے دنیا میں اس وقت دو آئینوں کے جھنڈے بلند ہیں۔ ایک آئین الٰہی اور دوسرا آئین وضعی یا انسانی۔

دینی مدارس میں اصلاحات:۔

یہ ایک کالم کا عنوان ہے جو ۳۰ شعبان ۱۴۴۰ھ کو روزنامہ دنیا میں سعد رسول صاحب نے لکھا ہے اس مضمون پر ایک اور نے اسی مضمون روزنامے میں مدارس اور ریاست کے عنوان سے خورشید ندیم صاحب نے لکھا ہے۔ یہ مسئلہ کی تازہ صورت حال کے پیش نظر نہیں لکھا گیا ہے بلکہ یہ ایک دیرینہ مساعی مذموم دنیا

الحادی کے دباؤ اور اصحاب مدارس کے انحراف وکجی کو سیدھا کرنے کی سعی لا حاصل کے نتیجے میں پیدا ہوئے ہیں۔انحراف کی اصلاح میں اگر تاخیر ہوئی تو یہ سوکھی ہوئی لکڑی کو سیدھا کرنے کی مانند ہوگی جو کہ ٹوٹ جائے گی،اس کی اصلاح کا کوئی امکان نہیں اگر ہوتا ہے تو وہ آگ میں رکھ کر بگولہ کرنے کے بعد امکان پذیر ہے ہمارے معاشرے کے دانشور وخردمند بھی بعض مسائل میں فرسودہ فارمولا پیش کرنے میں شرم محسوس نہیں کرتے ہیں،چنانچہ یہ کہتے ہیں ترقی کرنے کیلئے انگریزی سیکھنا ضروری ہے بھلا انگریزی اور ترقی میں کیا رشتہ ہے کیا چین جاپان،شمالی کوریا نے ترقی نہیں کی ہے؟اسی طرح بعض دینی حلقوں کی سوچ ہے کہ دین سیکھنے کیلئے عربی آنا ضروری ہے کیا عربوں کو دین آتا ہے؟اس جیسی بیہودہ باتیں بہت کرتے ہیں کہتے ہیں مدارس کو قومی دھارے میں لانے کی ضرورت ہے کیا مدارس قوم کے باغی ہیں؟ بعض کہتے ہیں مدارس کے بچے کو اعلیٰ عہدے چاہیئے ان کو بھی جج بننا چاہیئے ان کو بھی وزیراعظم،صدر مملکت بننا چاہیئے۔سب کو پتہ ہے ایسے اعلیٰ عہدوں والے لڑکے ابتدائی سکولوں میں فیل ہونے والے ہوتے ہیں یا اچھے نمبروں میں پاس ہونے والے ہوتے ہیں۔مدارس دینی میں اکثر و بیشتر میٹرک میں فیل ہونے والے یا آگے بڑھنے کی استطاعت نہ رکھنے والے ہی داخلہ لیتے ہیں،بعض کا کہنا ہے سابق زمانے میں مدارس میں تمام علوم پڑھائے جاتے تھے چنانچہ سعد رسول نے ابن سینا کے اصفہان کی مثال دی،مراغتہ میں نصیر الدین طوسی کے مدرسہ میں تمام علوم پڑھائے جاتے تھے لیکن جب سے علوم میں وسعت آئی ہے تب سے دنیا میں ابتداء ہی سے مضامین بدل جاتے ہیں سائنس اور آرٹس الگ ہو گیا،ہندسہ اور طب الگ ہو گیا تو کیوں مدارس میں سارے علوم پڑھانے پر مصر ہیں؟ کیا اس دور میں ایک درسگاہ میں سارے علوم پڑھانا ممکن ہے؟ تو یہاں موچی،درزی نجاری بھی،اور کرکٹ بھی سیکھیں،کیا میڈیکل کالج میں پڑھنے والے لڑکے مسلمان نہیں ہیں؟ وہاں اسلام کے اصول وفروع وتاریخ کیوں نہیں پڑھائے جاتے ہیں؟ مدارس دینی کہ جن سے بعض کو صرف نام تک سے الرجی ہے کہ آخر جس دین کو انہوں نے بہت کوششوں سے دبایا ہے اس کو کیوں عنوان بناتے ہیں؟ مدارس دینی کے چند مسائل ہیں جس پر سب کو توجہ مبذول کرنے کی ضرورت ہے سب کی اصلاح ہونی چاہیئے۔

اس وقت مدارس دینی سے فارغ ہونے والوں کو سب کچھ آتا ہے، کرپشن میں صرف طریقہ ومقداراورنام میں فرق ہے، بلند بالا وسیع عمارتوں میں کتنی کرپشن ہوتی ہے؟ فتوی دینے کیلئے کتنے لیتے ہیں؟ سیکولروں کو ووٹ فروشی کیلئے کتنے لیتے ہیں؟ معاشرے کے بارے میں بھی دھاندلی لاتے ہیں، ہاں ان کو صرف دین نہیں آتا ہے چونکہ دین ان کے نصاب میں ہی نہیں ہے۔ ان کا پسندیدہ برگزیدہ نصاب نحواور اصول فقہ ہے، فقہ جوقرآن کے متوازی ہے۔ یہاں سے فارغ ہونے والے کلیسا والوں جیسے بنتے ہیں دین میں تحقیق پر پابندی، سزامن خلع لباس، حصار اجتماعی اقتصادی بدنامی اختراء، حد بندی سب چلارہے ہیں ہاں دلیل عقلی سے ان کو چڑ ہے، ان کے ہاں محکم مقنن دلیل ''جوسب کرتے ہیں، جوسب کہتے ہیں'' ہے، صرف دین کوقرآن اور محمدؐ تک لانے پر پابندی ہے، وہ کہتے ہیں جو ہماری تقلید کریں ہم سے دلیل نہ مانگیں کیونکہ ہم نے دین کو پڑھا نہیں ہم نے صرف ونحو پڑھا ہے اس سلسلے میں کوئی سوال ہے تو پیش کریں۔

مدارس اس وقت تین اطراف سے بجٹ لیتے ہیں۔

ا۔عوام سے روزہ رکھنے کی جرمانے میں فطرہ نامی بے مفہوم چونگی لیتے ہیں، فطرہ وزکات اللہ اور رسولؐ کے بیان کردہ تک پہنچانے کی راستے کوروک کر، اور منی مکہ کے بجائے یہاں سے قربانی کرنے کی بدعت کی کھالوں سے دہشت گردوں کوتقویت ملی ہے یہ ان مدارس کی فوائد خاصہ ہیں کہ کھالیں وخیرات لیتے ہیں۔

۲۔حکومت سے تعاون لیتے ہیں۔

۳۔ بیرون ملک سے بھی لیتے ہیں۔

تین بجٹ لینے کے بعد یہاں سے فارغ ہونے والوں کی منطق دیگران کوزہدوتقویٰ کفایت ایثارو قربانی، سیرت محمدؐ اصحاب واہل بیت کی تاسی لیکن خود متمول ترین، عیاشی اور پروٹوکول والی زندگی گزارتے ہیں ، دینی مدارس سے فارغ ہونے والے انتخابات میں ایم کیوایم، پی پی، تحریک انصاف کے کنوینئر بنتے ہیں۔

حالیہ چندسالوں میں یہاں سے فارغ ہونے والوں، ان مدارس کے مسئولین کا رویہ بطور مثال

جماعت علماء اسلام انہوں نے دین اسلام کو اس اونٹ جیسا بنایا جو قاتل مقتول کے دروازے پر لیجا کر باندھتے ہیں۔دین کو پی پی اور مسلم لیگ نے ایک مذہبی رنگ جیسا پیش کیا ہے، کیا یہی دین ہے؟ کیا دین اسی کا نام ہے ہر آئے دن سیکولروں کے نخرے ونرغے میں دین کے خلاف بڑھتے جائیں اور آخر میں قبلہ صاحبان نے دین اسلام و دین محمدؐ دین قرآن کا تلفظ بھی چھوڑا ہے۔اب پاکستان جس کا ایک زمانے میں یہ نعرہ تھا''پاکستان کا مطلب کیا''''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' آج کہتے ہیں جناح اور اقبال کا اسلام لائیں گے ریاست مدینہ لائیں گے۔کیوں اسلام کا نام نہیں لیتے؟ کس لئے الرجک ہیں؟

نظام تعلیم میں سیکولرازم:۔

۱۔ملک کے گوشہ وکنار میں سوائے اسلام کے دیگر تمام علوم وفنون کی تعلیم کا اہتمام۔

۲۔اصول وفروع کی تعلیم اسلامی پر مبنی تمام مدارس کی بندش اور حوصلہ شکنی۔

۳۔مسیحیوں اور یہودیوں کی طرف سے مدارس کی تاسیس۔

۴۔ملکی مدارس سے فارغ ہونے والوں کو اسکالرشپ کے ذریعے بیرون ملک بھیجنے کا اہتمام۔

۵۔مخلوط الجنس مدارس کا اہتمام۔

۶۔نشر اباحیہ مطلقہ کا پرچار ہر آئے دن رذائل وفحشاء اور محرمات کے مرتکبین کے راستے میں واقع موانع کو برطرف کرنے کی تحریک چلائیں۔

۷۔دین سے اعلان جنگ، یہاں دین نہیں رہ سکتا، لوگوں کے لیے مزاحم بنتا ہے۔

۸۔داعیان دین پر طرح طرح کے الزامات لگا کر معاشرے سے نکال پھینکیں۔

۹۔جو علماء سیکولروں سے صلح وآشتی نہیں کرتے ہیں انھیں مسلسل اپنے عتاب میں رکھنا۔

۱۰۔آیات جہاد کو دہشت گردی کہہ کر نصاب تعلیم سے حذف کرنا۔

۱۔ تقدم علمی، تقدم صنعت ومواصلات، بری وبحری اور ہوائی، وسائل ارتباطی، ٹیلی فون، ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ نے کسی بھی علاقہ کو دیگر علاقوں سے جدا زندگی گزارنا ناممکن بنایا ہے گویا پوری دنیا اس

وقت سابق زمانے کی منزل برید میں تبدیل ہوگئی ہے لحہ بھر میں ارتباط واتصال آسان ہے ایک علاقہ میں پیش آمدحوادث حتیٰ مخفی حوادث بھی صیغہ راز میں رکھنا مشکل ہوگیا ہے جب سے سٹیلائٹ وجود میں آیا ہے۔ لہٰذا دنیا اس وقت چندین نظام کی متحمل نہیں ہوسکتی لہٰذا ایک ہی نظام کے اندر چلانا ہوگا جس کا نام ان لوگوں نے حقوق انسان رکھا ہے۔ جب بھی نفاذ شریعت کا ذکر آتا ہے تو کہتے ہیں کون سی شریعت کو لانا چاہتے ہیں۔

۱۔اسلام ضیاء الحق کی بات کرتے ہیں۔

۲۔شریعت سعودی عرب کی بات کرتے ہیں۔

۳۔نظام شریعت ایران کی بات کرتے ہیں۔

۴۔سوڈان کی شریعت کی بات کرتے ہیں۔

۵۔نظام طالبان کی بات کرتے ہیں، سب سے زیادہ مبہوت کرنے والا سوال یہی ہے۔

۶۔ کہتے ہیں شریعت کہاں ہے کس کتاب میں ہے، قرآن کسی کی سمجھ میں نہیں آتا، کس کی تفسیر اور کونسی حدیث کی کتاب کی بات کرتے ہیں صحیح بخاری، صحیح مسلم، اسلام سنی، اسلام شیعی، اسلام وہابی ، اسلام اہل حدیث و بریلوی۔ یہ سب فیل ہو چکے ہیں۔

سیکولرازم جدید مذہب ازم ہے۔

مذہب جیسا کہ اس کی تعریف میں آیا ہے۔ کائنات میں انسانی نظام حیات سے متعلق تصورات وخیالات کو کہتے ہیں۔ اس تعریف کے تحت لوگوں کو تقسیم کیا جاتا ہے کہ وہ کس تصور کو اپنا کر بہتر زندگی گزار سکتے ہیں۔ ادیان آسمانی کے بعد زمینی مذہب ہندوازم، بدھ ازم وغیرہ کے بعد ایک جدید مذہب وجود میں آیا جس نے انکشاف کیا ہے کہ بہتر زندگی گزارنے کے لئے اللہ، آخرت اور روحانی اقدار جیسے افکار ونظریات کو خیر باد کہہ کر خالص دنیوی زندگی میں مصروف ومشغول ہونا پڑے گا۔ انھوں نے اس کا آسانی سے نفاذ ہوتے دیکھا تو اس راہ میں پرانے مذہب کا بھی اس کا ساتھ دینا ضروری سمجھا۔ چنانچہ انتہا پسندی وشدت پسندی کے ساتھ نفاذ کرنے کے لئے پہلے مرحلے میں دونوں نے آپس میں اتفاق کیا کہ آپ اپنے کام میں اور ہم اپنے کام

میں مصروف رہیں یعنی آپ دین کے لئے کام کریں ہم دنیا کے لئے کام کریں گے۔ یہ نظام ابتدائی طور پر وہاں وجود میں آئے جہاں مذہب بہت بدنام ہوکر اندرون خانہ محبوس ہوگیا تھا یعنی یورپ میں جاری مذہبی نظام کلیسائی امور دنیا چلانے سے عاجز وقاصر وناتواں ہوگیا تھا وہاں یہ نظام وجود میں آیا لیکن دیار اسلامی میں یہ نظام حکومت کی قیادت ورہبری امت کی صلاحیت کھونے کے بعد آیا اور مختلف جگہوں سے سرکشی شروع ہوئی، خاص کر صوفی ازم وشیعہ ازم کے علاقوں میں بغاوت شروع ہوئی۔ اس وقت انیسویں صدی کے آخر میں ۱۸۹۹ء میں عبدالرحمٰن کواکبی نے ایک کتاب ام القریٰ کے نام سے تصنیف کی اس میں پہلی بار دین کو سیاست سے الگ کرنے کے لئے ایک دوسرے کے کام میں مداخلت نہ کرنے کی تجویز دی گئی اور اس کے لئے اس نے سرزمین مکہ ام القریٰ میں ایک کانفرنس کی تجویز دی اور اسلامی ملکوں کے نمائندوں کو دعوت دی اور امت اسلامی کو اقتصادی، اجتماعی اور دفاعی بحرانوں سے نجات دلانے کے لئے تجاویز پیش کیں۔ یہاں سے سیکولرازم کے نطفہ الحاد نے بلد اسلامی مصر کے شکم میں حلول کیا، عبدالرحمٰن کواکبی کے بعد ۱۹۰۴ء میں عبد القادر حمزہ نامی شخص نے ایک مضمون مجلّہ مجطظہ میں چھاپا اس میں اس نے لکھا ہم مسلمانوں کی پسماندگی اور رجعت گرائی صرف دین کی طرف جاتی ہے یہ دین ہی ہے جس نے ہم مشرق والوں کو ہر چیز سے روک کر ماضی سے جوڑ کر رکھا ہے۔

زندگی چاہنے والے باہر آجائیں ہم لوگوں کو دین چھوڑنے کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔ ان دونوں تصورات سے پہلے عثمانی حکومت کے خائن اسلام ومسلمین کے غدار کمال اتاترک کی کاوشوں اور افکار کی ترجمانی تھی لیکن اس سے پہلے اگر اسکے اسباب تلاش کریں گے تو وہ مغربی یورپ والوں کی ایک طویل عرصے سے ضد اسلامی حرکات اور سرگرمیاں ہیں جہاں انھوں نے ایک جنگ فکری وثقافتی کا اعلان کیا جو کہ بیسویں صدی کے آغاز سے نافذ ہونا شروع ہوئی۔ انہوں نے اس میں تمام تر وسائل وذرائع انتہا پسندی وشدت پسندی کے ذریعے مغرب اور مغرب کے ریزہ خواروں کے ذریعے اسلام کو دبانے کی مہم چلائی، اہل مغرب کو غصہ یہ تھا کہ فکر جدید کو اسلام یکسر مسترد کیوں نہیں کرتا، کلیسا کی منطق جدت کے مقابل گنگ ہے اس

کو چھپانے کیلئے اور نسل مسیحی کو تعلیمات اسلامی سننے، مسلمانوں سے ارتباط ہونے سے روکنے کے لئے ایک طرف سے انھوں نے اسلامی ملکوں میں اپنے نمائندے بھیجنے شروع کئے اور دوسری طرف سے مسلمانوں میں سے ضمیر فروش،، اقتدار پرست، ہوس پرست، اباحیہ پرست، شہرت پرست، لوگوں کو جرمن، لندن کی آزادی کی ہوا سونگھنے اور دین و دیانت سے آزاد ماحول میں ناچنے گانے کے لئے دعوت دینا شروع کی۔

مستوردہ افکار کی جا گزینی:۔

استعمار غاصب وظالم نے اسلامی دلائل و براہین پر نکتہ چینی کر کے اسلامی عقائد وافکار اور نظریات کو ختم کر کے اپنے غلط افکار ونظریات جا گزین کیے۔ انہی غلط افکار ونظریات کو سمجھنے کے لئے درسگاہیں کھولیں اوران پر کثیر وخطیر رقوم مختص کیں۔ بہت سے انسانوں کی عمر ضائع کرنے کے لیئے ان بے بنیاد افکار کو اچھی طرح یاد کرنے اوران کے رواج کے لئے، وقت، جان، مال حتیٰ تمام توانائیاں صرف کرنے پر زور دیا جس کی بہت سی مثالیں ہیں مثلاً انبیاء اللہ کی طرف سے انسانوں کی ہدایت و رہنمائی اور رہبری کے لئے مبعوث ہوئے وہ اپنی تبلیغ رسالت کے بعد جب رخصت ہوئے تو ہمارے پاس رسالت چھوڑ گئے، ہمیں ان کے دیئے ہوئے دین کو قائم رکھنا ہے وہ ہمارے اور اللہ کے درمیان واسطہ تھے۔ موت کے بعد ان سے رابطہ ختم ہو گیا ہے لیکن رسالت موجود ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ''ہم نے تم سے پہلے دنیا میں کسی کے لیئے ہیشگی کی زندگی نہیں رکھی ہے'' (سورۂ انبیاء ۳۲) ہیشگی صرف اللہ کے دین کو حاصل ہے لیکن مسلمانوں نے دین کو چھوڑ کر صرف آپؐ کے نام کو زندہ رکھنے پر اصرار کیا، چنانچہ نبی کریمؐ اور ان کے بعد آئمہ و مصلحین اور ان کی اولادوں پوتوں، پڑپوتوں حتیٰ فاسقین و فاجرین اور ملحدین کی برسی و سالگرہ بھی برنامہ زندگی میں شامل کر لی ہے، امت محمدؐ کو رسالت و شریعت محمدؐ کو زندہ رکھنا ہے یا نام والقاب وکنیت کو زندہ رکھنا ہے؟ کیا ان ایام کو منانے کا حکم قرآن اور سنت محمد ﷺ میں موجود ہے جس پر اصحاب و آئمہ نے عمل کیا یا اس کی ابتداء کرنے والے مفاد پرست یا آج کل کی اصطلاح میں سیاستمدار تھے۔ کیا بین الاقوامی تہوار بھی ہمارے دین کا حصہ ہیں۔

مغرب گرائی، شرق گرائی، سیکولر، روشن خیال، ترقی پسند اور اعتدال پسند سب ایک مفہوم رکھتے ہیں ۔ان الفاظ کو پسندیدہ بنانے والوں کا اصل ہدف یہ ہے کہ مسلمانوں کو اسلام سے دور کیا جائے وہ اپنا نام تو مسلمانوں جیسا رکھیں لیکن اسلام کو ان سے اس طرح چھین لیا جائے کہ ان میں مسلمانوں جیسا کوئی کردار نہ ہو جسے دیکھ کر لوگ اسلام کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنے لگیں۔ یہ منصوبہ لوئیس رابع عشر نے جنگ صلیبی میں اسیری سے رہائی ملنے کے بعد یورپ والوں کے سامنے پیش کیا اس میں اس نے اپنے جنگی تجربات اور آئندہ کے لائحہ عمل کو عملی جامہ پہنانے کے بارے میں نصیحت کی۔ اس نے کہا کہ مسلمانوں سے بزور اسلحہ نہ لڑا جائے بلکہ مکر و فریب، دھوکہ دہی یعنی منافقانہ خیر خواہی کے نام سے جنگ کریں۔ اس جنگ کیلئے متعدد گروہ بنائے گئے۔ ان میں سے ایک گروہ تبشیری مسیحی ہے جو شہروں میں بشارت مسیح کے نام سے گشت کرتا ہے تا کہ وہ مسلمانوں کی خیر خواہی کے نام سے تعلیم اور علاج معالجہ میں معاونت کرے۔ اس حوالے سے مسیحیوں نے بطور وسیلہ مسلمانوں کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کیا ہے۔

سیکولرازم کے تحت مسائل کا حل مغرب کے آزمودہ نظام میں ہے۔ سیکولر مسلمانوں کو یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ تمھارے مرض کا حل اللہ کی کتاب اور سنت عملی رسول ﷺ میں نہیں ہے۔ ان کے نزدیک جب تک مسلمان سیکولرازم کے صحیح مفہوم میں ملحد نہیں ہونگے قرآن وسنت عملی رسول اللہؐ سے انحراف نہیں کریں گے، شخصیات چاہے ملحد ہوں یا منافقین جب بھی انہوں نے اسلام کا لباس پہنا امت نے انکی حمایت کی۔ لہٰذا ہم نے دیکھا کہ جب بھی، اقتدار پرستوں، مغرب پرستوں اور قوم پرستوں نے مسلمان ملکوں میں مغرب کو لانے یا قوم پرستوں کو اٹھانے کے لیے بات کی تو انہیں منافقانہ زبان استعمال کرنا پڑی۔ قومیت وزبان کی بنیاد پر عرب اٹھے لیکن کفر و شرک کی وجہ سے وہ متحد ہونے کے بجائے تتر بتر ہو گئے۔ جن افراد نے مسلمان ملکوں میں بے دینی پھیلانے کی کوشش کی اور اس بنیاد پر مختلف اتحاد بنائے وہ ابھی تک اپنے مقاصد میں بطور کامل کامیاب نہیں ہوئے ہیں۔ اس بات کی دلیل یہ ہے کہ مسلمان کے ضمیر اور ان کے مطالبے میں تضاد ہے، مسلمان کا ضمیر کہتا ہے اللہ ہے محمد ﷺ ہیں قیامت آنے والی ہے حساب و کتاب برحق ہے۔

ہم یہاں پر اسلام و مسلمین کے خلاف استعمال ہونے والے افراد کے نام پیش کریں گے۔

ا۔محمد عبدہ:۔ان کے بارے میں کتاب عصرانیون ص ۱۷ پر شیخ مصطفیٰ صیری نے لکھا ہے نہضت محمد عبدہ نے مصر کے مسلمانوں کو لادینیت سے نزدیک کیا لیکن لادینوں کو اسلام سے نزدیک نہیں کیا۔محمد عبدہ نے قاسم امین کو بے حجابی کو رواج دینے پر لگایا۔

۲۔سرسید احمد خان۔عصرانیون ص ۷۷ پر لکھا ہے سرسید احمد خان حد سے زیادہ مغرب پرست تھا۔اس کے پاس ہر چیز کی واحد کسوٹی تقاضائے غرب تھا یعنی جسے مغرب صحیح کہے وہ صحیح ہے اور جسے مغرب نہ مانے وہ غلط ہے۔سرسید احمد خان اپنے کالج میں صنعتی علوم پڑھانے کے سخت خلاف تھے وہ کہتے تھے ہندوستان کو اس وقت صنعت کی ضرورت نہیں فکر کی ضرورت ہے۔

حملہ تنصیری:۔

نصاریٰ غرب وشرق نے جنگ صلیبی میں مکرر و مسلسل ہزیمت کھانے کے بعد لوئیس رابع عشر فرانسیسی نے اپنی یاداشت میں اہل یورپ سے کہا مسلمانوں سے میدان جنگ میں ہم کامیاب نہیں ہو سکتے اور نا ہوں گے،لہٰذا ہمیں جنگ کی سمت بدلنا ہوگی اس جنگ کا نام،تنصیر وتبشیر رکھا۔اہل غرب نے معاشی و سیاسی فتح کے بعد امت مسلمہ پر جس جنگ کو ٹھونسا وہ،تنصر وتبشیر ہے چنانچہ برصغیر میں،مشنری، کے نام سے مختلف سکول کھولے گئے،جن میں انہوں نے بچوں کو مسیحی بنانے کی بھرپور کوشش کی۔مبشرین ومنصرین سے کہا تم ہماری جنگ کے مقدمۃ الجیش ہو۔دین مسیح عالمی نہیں بلکہ علاقائی وقومی تھا۔حضرت مسیح نے صرف بنی اسرائیل سے خطاب کیا تھا لیکن نصرانیوں نے پوری دنیا کو مسیحی بنانے پہ توجہ دی۔اس سلسلے میں،افریقہ،مصر، شام اور برصغیر میں مہم چلائی۔

اہداف وغایات تنصیر۔

تاریخ بشریت میں لوگوں کو جمع کرنے کا مئوثر ترین محور و مرکز دین کے علاوہ کوئی نہیں رہا ہے، دین چاہے خرافات واباطیل یا اساطیر پر ہی کیوں نہ مبنی ہو دیگر مسائل و ذرائع سے زیادہ مؤثر ہے اس کی واضح

مثال دین نصاریٰ ہے۔دین نصاریٰ کے عناصر، چارانا جیل، ہیں۔جن میں موجودعقائدوافکار دین ووجدان کے خلاف ہیں لیکن مشرق ومغرب میں موجودنصاریٰ اسی دین پرمجتمع ہیں۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دین انسان کی فطرت میں ہے کبھی یہ فطرت میں اصلی صورت میں ہوتا ہےاور کبھی خودساختہ ہوتا ہے۔دین پرسب سے زیادہ لوگوں کو جمع رکھنے کی ایک دلیل خود نصاریٰ مغرب ہیں،مغرب میں انقلاب صنعت کے بعد انہوں نے دین کو چھٹی دی لیکن دین سے نفرت وعداوت ،دشمنی اور افراط تفریط،حرج مرج کی وجہ سے انھیں لوگوں کو جمع رکھنے کا کوئی مئوثر نکتہ نہیں ملا یہاں تک کہ او گسٹ اور کانٹ وغیرہ اس بات پر مجبور ہوئے کہ ایک دین جعل کریں جو ماورائے مادہ سے منسوب نہ ہواس دین کا نام انہوں نے دین انسانیت رکھا لیکن لوگ اس کی طرف مائل نہ ہوسکےاور آخر کار مغرب میں ملحد وکافر ہونے والے مجبور ہوئے کہ دوبارہ کلیساء کی طرف رجوع کریں چنانچہ انہوں نے کلیساء کی طرف رجوع کرکے کہا کہ تم مشرق میں جا کر مسلمانوں کو مسیحی بناؤ،مسیحی فکر کوفروغ ورواج دینے کیلئے دو چیزوں کی ضرورت ہے،ایک یہ کہ فکر میں عمق وگہرائی ہو،معقول ہواور بیان کرنے والے کے پاس صلاحیت واہلیت ہو جب تک یہ دونوں جمع نہیں ہونگی کامیاب نہیں ہوگی۔ کلیساء کے نصاریٰ جب مشرق میں آئے اور دین مسیح کو اٹھایا تو دین مسیحی کے عقائد سمجھانے کے قابل نہیں تھے۔تثلیث،فدا وصلیب سمجھانے کے قابل نہیں تھے لہذا انہوں نے اس دعوت کوفروغ دینے اوراس کی تائید وپشت پناہی کیلئے معذورمریضوں کا علاج معالجہ شروع کیا۔امور دینی کے حوالے سے ترقی کے شعار کو بلند کیا،برصغیر میں،غریب،فقیر ہندوؤں پران کی تعلیمات کا کچھ وقت تک اثر ہوا لیکن ہندوؤں نے احساس کیا کہ اس طرح تو ہم جلدی ختم ہو جائیں گے لیکن مسلمان جلدی سمجھ گئے تھے تو یہاں سے انہوں نے مال ودولت خرچ کرنا شروع کیا اور دنیاوی تعلیم کے معیار کو بڑھانا شروع کیا اور نصرانی دعوت کی بجائے الحاد پھیلانا شروع کیا انھوں نے اسلام کے خلاف پروپیگنڈا شروع کیا غرض اس حوالے سے زیادہ معلومات کیلئے ایک ضغیم کتاب چاہیئے۔

مسیحیت میں سیکولرازم کے اسباب وعوامل:۔

علماء ومفکرین اسلامی نے عرصہ دراز سے اس بارے میں قلم اٹھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آئیندہ کوئی اس پر قلم نہ اٹھائے بلکہ ہر فرد مسلمان خصوصاً اہل بیان وقلم کو اس فکر کو آگے منتقل کرنا چاہیے یہ ہمارے پاس امانت ہے امانت صاحبان امانت کو اداء کرنا ضروری ہے یہ حکم قران ہے۔

علماء اعلام نے یورپ کے مسیحیوں میں اور دیار اسلامی میں سیکولرازم کی یلغار کے اسباب کو مسیحیوں کی تاریخ سے جوڑتے وقت دو نکتے پہلے بطور اجمال بیان کیئے اور پھر ان کی تفصیل بیان کی:

۱۔کلیسا کی غیر محدود وہمہ گیر استبدادیت۔

۲۔دین مسیح جس کی ترجمانی کلیساء کر رہے تھے وہ دین تحریف شدہ تھا جو اہل علم و دانش کے لئے قطعاً قابل قبول نہیں تھا۔اس وجہ سے اہل فکر ودانش اور علماء کلیسا میں تضاد وتصادم کی فضا پیدا ہوئی۔ ہمارے معاصر ایک جید اور ممتاز عالم دین درجہ اجتہاد پر فائز ایک بڑی درسگاہ کی عمارت کے بانی وموسس اور مجلّہ مشرب ناب کے سرپرست ومضمون نگار، دینی، تعلیمی، اجتماعی اور سیاسی میدانوں میں مقام خاص رکھنے والے سید جواد نقوی حفظ اللہ ہیں انہوں نے حال ہی میں اسلام اور سیکولرازم کے عنوان سے ایک کتاب تصنیف کی ہے۔

حال ہی میں سیکولرازم سے بھی تجاوز کر کے وزیر اعظم نواز شریف نے ہندو گردوارے میں لبرل ازم کا اعلان کیا ہے اس وقت ہم نے احساس حقارت کو جواز بنا کر سیاست کے بارے میں روزہ مریم بتول رکھا ہوا تھا لیکن اس روزے کو افطار کرتے ہوئے ہم نے 'ناسورات' پاکستان میں سے ایک سیکولرازم کو پایا۔اس بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے ہم نے لاہور میں اپنے دوست جناب ملک اعجاز سے رابطہ کیا اور کہا لاہور کے کتابخانوں میں جا کر سیکولرازم سے متعلق کوئی کتاب ملے تو ہمیں ارسال کریں تو انہوں نے یہ کتاب ارسال کی تھی۔

فہرست اور ورق گردانی کے بعد کتاب پڑھنا شروع کیا تو علامہ موصوف نے سیکولرازم کا سبب کلیساء کو گردانا ہے کہ کلیسا کی دین نصاریٰ میں تحریف نے سیکولرازم کے راستے کو ہموار کیا۔لیکن سیکولرازم کو مسلمانوں میں قطعی طور پر ناپید قرار دیا ہے۔اسلام اس قسم کی عدالت کو عدالت جاہلیت قرار دیتا ہے کہ دوسروں کو مجرم قرار دیں اور اپنے جرم و جنایت پر پردہ ڈالیں۔اسطرح اپنی غلطیوں کو صحیح اور غلط کاروں کو معصوم قرار دینے سے بھی سیکولرازم کی راہ ہموار کرتے ہیں۔قرآن کریم کی سورہ توبہ آیت،۳۰۔۳۱، میں علماء یہود کو دین میں تحریف کرنے کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ان کی دین میں تحریف یہاں تک پہنچی کہ سیکولرازم کلیساء کے اندر داخل ہوا۔اس میں کوئی شک نہیں خود علماء اہل کتاب کا اعتراف ہے،ان کے ہاں موجود عہد قدیم اور جدید دونوں میں کلام الٰہی موجود نہیں بلکہ فلاسفہ کی تعلیمات ہیں۔مسلمانوں کے پاس قرآن کریم تحریف سے محفوظ کتاب موجود ہے،علماء مسلمین کا اتفاق ہے کہ قرآن میں،تغیر وتبدیل، ہیر پھیر،نھیں ہے قرآن اپنی اصلی صورت میں موجود ہے،لیکن قرآن کا اصلی صورت میں ہونا سیکولرازم کو نہیں روک سکتا ہے کیونکہ کتب خانوں میں کتاب موجود ہونے سے ملک میں علم نہیں پھیلتا۔سیکولرازم کو روکنے کے لئے قرآن کو اجتماعی، سیاسی،اخلاقی تمام میدانوں میں نافذ کرنے کی ضرورت ہے۔جبکہ مسلمانوں کے دونوں فرقوں نے قرآن کو جبس بے جا میں رکھ کر احادیث واخبار کی حکمرانی چلائی ہے۔قرآن میں تحریف نہیں،لیکن آپکا مذہب ’الف‘ سے ’ے‘ تک منحرف دین ہے۔اس حوالے سے اگر دیکھا جائے تو قرآن کو انسانی زندگی سے دور رکھنے اور علماء کی استبداد وزورگوئی کو متکلم وحدہ بنانے کی کوشش میں علماء اسلام، ماضی ومعاصر، مجموعی طور پر کلیساء کے علماء سے چنداں فاصلے پر نہیں ہیں۔یہاں تک کہ جواد نقوی صاحب نے فرمایا کہ ہمارے علماء ’’تالی تلو‘ معصومین ہیں۔آئیں جواد نقوی صاحب کے فرمودات کی روشنی میں ایک موازانہ پیش کرتے ہیں۔

۱۔کتاب انجیل کتاب منحرف ہے اس میں اللہ کا کلام نہیں ہے سب کلام بشر ہے۔

۲۔توحید کو مسخ کر کے تثلیث قائم کی ہے۔

۳۔دین مسیح میں امور دنیوی سے گریز موجود ہے، جسے قرآن نے مسترد کیا ہے۔

اسلام میں جہاں دنیا گریزی نہیں دنیا پردازی وذخیرہ اندوزی بھی نہیں ہے، کیا اس وقت مسلمانوں میں یہ خرابی نہیں ہے یا جوں کی توں پائی جاتی ہے۔قرآن میں تحریف کوعلماء نے مسترد کیا ہے، لیکن سیاق وسباق اور کلمات قرآن سے متصادم تفاسیر کیا قرآن کو قطعیت سے گرانے کی مصداق جلی نہیں ہیں؟ بعض نے فضائل ائمہ، مطاعن خلفاء اور متعہ کو قرآن سے ثابت کیا ہے۔قرآن میں تحریف کے قائل علماء محدث نوری، ہاشم بحرانی اور حویزی آپ کے نزدیک محترم ومؤقر کیوں ہیں؟ چنانچہ کتب تفسیر اہل سنت در منشور برھان اور نور ثقلین قرآن کو احتمالات سے پر کتاب بنانے کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

میدان عمل میں قرآن کی تطبیق کسی جگہ نہیں ہو رہی، اس سلسلہ میں علماء کا کہنا ہے کہ احکام کے متعلق قرآن مجید میں صرف پانچ سو آیات کا ذکر ہے لیکن ان پانچ سو آیات سے بھی استدلال نہیں کرتے، بلکہ پورے دین کو احادیث اور اجتہادات فقہاء سے چلا رہے ہیں۔جامعہ بعثت، عروۃ الوثقیٰ اور جامعہ الکوثر کے اساتید وسرپرست اور طلاب کی عیش ونوش اور درسگاہوں میں ہونے والی خرافات وبدعات پر معاویہ، ہارون رشید اور مامون رشید بھی شرمندہ ہیں۔

۴۔مسیحیوں نے اصلاح معاشرہ اور جہاد کے فریضہ سے لوگوں کو منصرف کر کے رہبانیت کی طرف مائل کیا۔قرآن اس کی اجازت نہیں دیتا۔مسیحیوں نے کیوں اور کب رہبانیت کو انتخاب کیا تھا۔علماء اور دین دار مسیحیوں نے سلطان روم کے ظلم وتشدد اور بربریت کی وجہ سے شہروں میں زندگی گزارنے کو مشکل سمجھا تو وہ پہاڑوں میں چھپ گئے یہاں تک کہ اغسطس نے عام معافی کا اعلان کیا تو وہ واپس آئے۔اسی طرح پاکستان کے حکومت نواز اور اسلام سے ناخواندہ مفتی خورشید ندیم کی تقلید میں حکومت کے سامنے خاضع اور خاشع ہونے کے فتاوٰی بار بار آرہے ہیں۔اس وجہ سے علماء دین کا جینا دشوار ہو گیا ہے۔

آپ کا فرمان ''اسلام دنیا بنانے کی دعوت دیتا ہے'' دین میں تحریف ہے انبیاء اور کتب آسمانی انسانوں کو دنیا بنانے اور دنیا سکھانے کے لئے نہیں آئے ہیں بلکہ ان کو جادۂ انحراف سے بچانے اور صراط مستقیم پر رکھنے کے لئے آئے ہیں ان کو دنیا داری جو دوسروں پر تعدی سے روکنے کے لئے آئے نہ کہ پیوند

کاری وکھادسازی سکھانے کے لئے۔

جوادنقوی صاحب کا قرآنی آیات کو چھوڑ کر رومی اور اقبال کے اشعار سے استناد کرنا اور سیکولرازم کی ترویج میں کردار ادا کرنا واضح ہے۔علامہ اقبال خود سیکولر تھے۔آپ کی ایک اقلیت والے فرقے کی، اکثریت والے فرقے پر حکومت ٹھونسنے کی ترغیب سیکولرازم کے لئے انتہائی ممد و معاون ثابت ہوسکتی ہے۔آپ مطمئن رہیں یہاں سیکولرازم آنے لانے میں اخوان صفاءاوران کے زرخرید دنیا گریزی کی بجائے دنیابازی کرنے والے علماءاور مدارس وحوزات میں مقیم فارغ التحصیل پریشان ہیں کہ دنیابازی کے درس لینے کے لئے جامعہ بعثت وعروۃ الوثقیٰ یا جامعہ کوثر میں جائیں یاقم ہی میں قیام کریں۔

آپ نے کلیساء کے علماء کے استبداد دین کا ذکر نہیں کیا کہ شاید یہ استبداد کا ذکر آگے پلٹ کر اس معاصر دور میں آپ لوگوں پر تطبیق نہ ہوجائے۔دین سلام کی بات کرنے والے کو وہابی وسعودی ایجنٹ کا الزام دیا جاتا ہے تاکہ ملک میں سیکولرازم کی راہ ہموار کی جائے،سیاست دانوں کا کردار تو کسی سے پوشیدہ نہیں، یہ ہراول دستہ ہیں۔سیکولروں کی محافل کی افتتاحی تقریب میں تلاوت قرآن کی بجائے حدیث کساء اور اشعار پڑھے جاتے ہیں ایسی محافل میں راجہ ناصر،ساجدنقوی،امین شہیدی،وغیرہ بھرپور حصہ لیتے ہیں اس عمل کے باطل ہونے کا حقیقی مظہر قرآن کریم کی سورہ انعام آیت،۶۸، میں ملاحظہ کرسکتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں علماء اسلام نے با کردار زاہدانہ ومعصومانہ زندگی گزاری ہے۔یہاں جوادنقوی سلمہ علماء کے دامن کوایسا صاف پیش کرتے ہیں جیسے ایک ماہر وکیل اپنے مجرم وملزم کو بچانے کے لئے پیش کرتا ہے،گویا وہ اپنی لی ہوئی فیس حلال کرنے اور اپنا نام بنانے کی کوشش کرتا ہے۔کتاب میں علماء اسلام کا علماء مسیح سے مقابلہ کراتے ہوئے اسلام ومسلمین کی حالت زار سے کھیلنے والوں کے جرائم سے چشم پوشی ونظراندازی و بے دردی دکھاتے ہیں اگر کوئی آپ کے مقابل کھڑا وکیل استغاثہ جرح کرے تو اس وقت آپ کہاں جائیں گے ہم یہاں علماء کے کردار کے بارے میں ایک سرسری فہرست پیش کرتے ہیں۔

۱۔پانچ چھ سو سال سے امت اسلامی،امت مسیح کی محکوم ہے تو یہ کس کا کردار ہے۔

۲۔عالم اسلام کے گلی کوچوں میں مسیحی مشنری ہماری نسل کو بے دین بنا رہے ہیں۔

۳۔قرآن کریم کی جگہ شعراء قدیم وجدید کو جاگزین کرنے کا کردار۔

۴۔جعل شدہ احادیث کو نا قابل اخراج قرار دے کرامت اسلام کو دست وگریباں کرنا یہ ان کی زاہدانہ حرکت ہے۔

۵۔وضاعیان احادیث کی لمبی فہرست میں آئے علماء کے ناموں کے متعلق کیا فرمائیں گے، وہ تالی تلو تھے۔

۶۔چار، پانچ سو سے زائد فرقوں کے بانی علماء کے بارے میں کیا کہیں گے۔

۷۔انقلاب اسلامی ایران کے بعد ایران میں برسر اقتدار آنے والے علماء کی شاہانہ رہائش و بود و باش کو زاہدانہ پیش کریں گے۔

۸۔پاکستان میں دین کی ترویج کرنے والے علماء کے انداز زندگی کو دیکھ کر انہیں معصوم کہیں گے۔

۹۔امام حسین کے نام گرامی سے منسوب قصص و کہانیوں کے مؤلفین اور خطباء کو معصوم کہیں گے۔

۱۰۔کیا قرآن کے بیان کردہ عقائد کے مقابلے میں شرکیات سے پر عقائد کو شامل کر کے اسلام کو مشکوک گردانے والے علماء معتزلہ معصوم ہیں۔

۱۱۔کیا دین اسلام کو حدود و قیود سے آزاد کرنے والے علماء معصوم ہیں۔

۱۲۔کیا فکر وعقل کو لگام دینے والے اشعری و ماتریدی معصوم ہیں۔

۱۳۔کیا میقات حج کو توڑ کر گھروں کو میقات بنانے والے معصوم ہیں۔

۱۴۔کیا قوم کو گروہ در گروہ تقسیم کرنے والے معصوم ہیں۔

۱۵۔کیا مسیحیوں کی طرح مسلمانوں میں اعیاد کو رواج دینے اور پھر اس میں بھی اختلاف کرنے والے تالی تلو معصوم ہیں نماز اور روزہ کے افطار کے وقت میں اختلاف کرنے والے تالی تلو معصوم ہیں۔

جن علماء کی مثال آپ نے دی ہے وہ سب کے سب آل بویہ کے ریزہ خوار تھے۔اور ان کے

مقابل دوسرے علماء سلاجقہ کے ریزہ خوار تھے۔امام زمانہ کے نام سے جمع کردہ دولت کومغرب منتقل کرنے والے کیا معصوم وزاہد ہیں یہ بات واضح ہے۔شاید آپ کے لئے ان کا کردار وحی منزل کی حیثیت رکھتا ہو سلاطین بنی امیہ، بنی عباس، فاطمیین آل بو یہ وسلاجقہ ،صفوی عثمانی،سعودی و پہلوی حکومتی علماء اور وعاظ کی ایک لمبی فہرست ہے۔

سیکولرازم۔

۱۔دین ودیانت سے آزادلبرل ازم کی حکومت کا قیام۔

۲۔بین المذاہب ہم آہنگی اور تفاہم ادیان۔

۴۔کفروشرک کو برداشت کرنا۔

۵۔عالمی زبان کی ترویج۔

۶۔دین کوچھوڑ کرثقافت واحد کی طرف پیش رفت۔

۷۔عالمی حکومت کا قیام۔

۸۔آزادی وخودمختاری چاہنے والی قوم کی حمایت۔

۹۔صوبوں کی خودمختاری کی حوصلہ افزائی۔

یہ سب مراحل ومدارج عالمی جمہوری حکومت کے قیام کی منازل ہیں ان سے مسلمانوں کو، بدبختی ،محرومیت،فقروفاقہ،اورذلت وعارہی ملے گی۔

سیکولر پرستی:۔

سیکولرازم کےتحت مسائل کاحل مغرب کے آزمودہ نظام سے ہی ممکن ہے۔خودکومغربی اورالحادی بنائیں تب آپ کی مشکلات حل ہونگی لیکن سیکولرانسان کو یہ سمجھانا چاہیے کہ تمہاری مشکلات کاحل اللہ کی کتاب اورسنت عملی رسول ﷺ میں ہے۔جب تک مسلمان سیکولرازم کے مرض کے لئے صحیح دواتشخیص نہیں کریں گے اورقرآن وسنت عملی رسول اللہؐ سے اس مرض کا علاج تلاش نہیں کریں گے وہ بیمارہی رہیں گے۔یہی وجہ ہے

کہ شخصیات چاہے حقیقی ہوں یا منافقین انہوں نے جب بھی اسلام کا لباس پہنا، امت اٹھی، امت نے ان کی حمایت کی ہے۔ لہٰذا ہم نے دیکھا کہ جب اقتدار پرست ومغرب پرست اور قوم پرست مسلمان ملکوں میں آئے تو انہیں منافقانہ زبان استعمال کرنا پڑی۔ قومیت وزبان کی بنیاد پر عرب اٹھے، لیکن کمزور اہداف کی وجہ سے وہ اتحاد کی بجائے تتر بتر ہو کر ٹکڑوں میں بٹ گئے۔ جن افراد نے مسلمان ملکوں میں بے دینی پھیلانے کی کوشش کی اور اس بنیاد پر مختلف اتحاد بنائے ہیں وہ ابھی تک اپنے مقاصد میں بطور کامل کامیاب نہیں ہوئے ہیں اس بات کی دلیل یہ ہے کہ اتحادیوں کے ضمیر وجدان اور اعلانیہ اتحادیہ میں تضاد ہے۔

سیکولرازم کا طریقہ کار۔

۱۔ سب سے پہلا اور آخری ہدف دین وشریعت کو زندگی کے تمام شعبوں سے نکال کر کنارے پر لگانا ہے کیونکہ ان کے ذہن کے مطابق دین وشریعت ہی ان کی ترقی وتمدن کی راہ میں رکاوٹ ہے جونہی اس کو کنارے پر لگائیں گے تو ترقی وتمدن کے کنارے پر پہنچ جائیں گے۔

۲۔ اہل دین وشریعت، علماء ومومنین کی جتنا ہو سکے تذلیل وتحقیر کریں تا کہ عوام الناس ان سے دور رہیں۔

۳۔ دین اسلام میں تحریف کر کے نا قابل نفاذ بناتے ہیں، اسلام اصلی کے مقابل اسلام مصنوعی پیش کیا ہے اور پھر اس تحریف شدہ اسلام پر تنقید کریں۔ دین اسلام کے علاوہ نوع بشر کے لئے بلا امتیاز، مساوات، آزادی وخودمختاری کی کوئی مثال نہیں ملتی جو اپنے دور میں درخشاں ہو۔ ان کے دور کو قرون وسطیٰ کا وحشیانہ دور کہہ سکتے ہیں اور اپنے اس دور کو جو ہر قسم کے ظلم و بربریت و وحشت کے علاوہ کچھ نہیں تھا وہ اس کو ''عصر نور'' کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

۴۔ نظام تعلیم میں فساد۔ تعلیم جو کہ ہوا اور پانی کے بعد انسان کی بنیادی ضروریات میں سے ہے اس کو تبدیلی نظام کے نام سے ہر آئے دن مہنگا اور غیر ممکن الحصول بنائیں، نصاب تعلیم سے اسلامی افکار و نظریات اور اقدار کو نکال کر الحادیت سکھانے کا نظام تعلیم مسلط کریں۔

۵۔فرقہ واریت کوختم کر کے اتفاق واتحاد اور یکجہتی کے نام سے دین دار و بے دین، مومن و فاسق و فاجر وملحد اور مسلم وغیر مسلم سب کو یکساں و یک نظر، سلوک واحد کے تحت چلانے کی تحریک چلائیں۔دین کا مسخرہ کرنے والوں کومخلصین کے طور پر پیش کر کے نمونہ بنائیں۔

سیکولروں کی ماتم داری:۔

جب بھی ملک میں شریعت اسلام کے نفاذ کی صدا بلند ہوتی ہے تو ہر طرف سے سیکولرازم کے داعی ذرائع ابلاغ اور آئین ساز اداروں میں ماتم داری شروع کر دی جاتی ہے۔ چیخ و پکار کرتے ہیں واویلا کرتے ہیں اور اس آواز کو دبانے کا مطالبہ کرتے ہیں، گویا مسلمانوں کی طرف سے اسلام کے نفاذ کا مطالبہ ایک بڑا ہولناک حادثہ ہے۔ان کے خیال میں ایسی آواز شاید پاگلوں کی زبان سے نکلی ہے کوئی عاقل ایسا نہیں کہہ سکتا ہے۔ان کا کہنا ہے بیسویں صدی میں جب دنیا دگرگون ہوئی، وسائل اتصال وارتباط نے بڑے بڑے وسیع و عریض ملکوں کو ایک چھوٹا گاؤں بنا دیا تو ایسی حالت میں دوسروں کی ثقافت اپنانے کی مخالفت کرنے کی کیا منطق بنتی ہے، بلکہ مزید کہتے ہیں کہ۔

ا۔ہماری مادی ترقی کی سواری کو روکنا چاہتے ہیں عالمی دنیا سے کاٹ کر رکھنا چاہتے ہیں۔

۲۔قرون وسطیٰ سے جوڑنا چاہتے ہیں، ہمیں پیچھے پلٹانا چاہتے ہیں، کیوں ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ہم پھر پرانے راستے پر چلیں ناہموار راستے پر چلیں، کیا ہمیں مسلمان ہونے کے لئے یہی کافی نہیں کہ ’’لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ‘‘ پڑھتے ہیں۔

سیکولروں کی استبدادیت۔

پاکستان کی ۹۸ فیصد آبادی مسلمان ہے مسلمانوں کا آئین دستور اسلام ہے یہاں کے سربراہ کا مسلمان ہونا بھی آئین میں درج ہے لیکن ۲۷ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ کے آخری ایام میں پاکستان کے وزیر اعظم نواز شریف نے مختصر وقفوں میں یہ اعلان کیا کہ یہاں نظام سیکولر ہوگا۔وزیر اعظم کا یہ بیان بقول کالم نگاران، روشن خیالی والحادیت کی طرف گرائش رکھنے والوں کے لئے روشنی کی ایک کرن بنا، لیکن اہل اسلام کے لئے یہ

کلمہ اجنبی و نامانوس ہے، بہت سے مسلمان اس کلمہ سے ناواقف اور ناآشنا ہیں ان کا کہنا ہے یہ کس زبان کا کلمہ ہے؟ اس کا معنی ومفہوم کیا ہے؟ یہ کلمہ کہاں سے نکلا ہے؟ اس کے نفاذ سے کیا ہوگا؟ ہمیں کیا فرق پڑے گا؟ عوام کو کیسی سہولتیں ملیں گی؟ انصاف ملے گا، ٹیکس کم ہوں گے۔ استاد محمد قطب نے اپنی گراں قدر کتاب، مذاہب فکریہ معاصرہ، ص۴۴۴ میں اس کی تفسیر وتوضیح اور تشریح کی ہے۔

کالم نگار مقتدیٰ منصور نے وزیراعظم کے یکے بعد دیگر اعلان سیکولرازم ولبرل ازم کو سراہتے ہوئے ملک کے اندر اور باہر اس کے استقبال کی توجیہہ بتاتے ہوئے کہا کہ اس وقت ہمارے ملک میں بڑھتی ہوئی انتہاء پسندی وشدت پسندی سے عوام تنگ آچکی ہے، عوام اس شدت پسندی اور انتہاء پسندی کی تاریکی اور وحشت سے نجات چاہتی ہے، ایسا نظام نافذ ہو جو دین کی جگہ جاگزین ہو، کالم نگار کے خیال میں دین کی جگہ بے دینی ہی ہوسکتی ہے اور وہ سیکولرازم ہی ہے۔ بے چارے کالم نگاروں کو یہ بھی پتہ نہیں کہ اہلِ ادیان کے نزیک دین اسلام کے مقابل ہندومت ہے اور اگر بے دینی ہی امن ہے تو کیوں اس وقت متمدن ملکوں میں فساد وبے سکونی نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں؟ اہل فکر ودانش اور جوئیندگان حقیقت وزیراعظم اور کالم نگار سیکولروں سے یہ جاننا چاہتے ہیں۔

قائدین منورین۔

ملک میں اس وقت چار قیادتیں ہیں اور چاروں کو چلانے والے روشن خیال دانشوران ہیں:

۱۔ قیادت عسکری۔

۲۔ قیادت عدلیہ۔

۳۔ قیادت قانون ساز۔

۴۔ قیادت نفاذ۔

چاروں قیادتیں نیچے سے اوپر تک روشن خیالوں کے قبضے میں ہیں۔ ان چاروں کی حسن وخوبی یہ ہے کہ ہمارے روشن خیال، ترقی پسند، جن کا فکری سلسلہ نسب مغرب سے ملتا ہے، ان کا حسن وقبیح ناپنے کا

میزان بھی مغرب ہے لیکن ہمارے خیال میں عسا کر وعدلیہ پوری اصول پسندی کے ساتھ انسجام وانضباط قائم کرتے نظر آتے ہیں۔گر چہ وہ اصول ہم جیسے رجعت پسندوں اور قدامت پسندوں کے نزدیک بے اصولی ہی کیوں نہ ہوں۔لیکن مقنّنہ ومجریہ کا کہنا ہے کہ ہمارا اصول پدر مادر آزادی ہے۔ان کا کوئی اصول نہیں ہے۔ یہ دائیں ،بائیں بازو کا مقابلہ فقط اغفال ہے یہ موجودہ تناؤ اعلیٰ اہداف ومقاصد کے لئے نہیں ہے بلکہ اپنے اقتدار کے لئے ہے، ان کی مثال دور معاویہ میں امارت مدینہ کے دوگروہوں میں گردش کرتی ہے، ایک مروان اور دوسرا عمرو بن اشدق ہے دونوں اہل بیت سے دشمنی رکھتے تھے لیکن آپس میں ایک رہتے تھے، اقتدار کی خاطر ہمارے ہاں بھی اصول وہی ہے جو ہم خود طے کرتے ہیں گر چہ ہم بے اصولی کے دروازے سے ہی کیوں نہ آئے ہوں۔تاریخ اسلامی میں عسکری قیادت دوصفحوں پر مشتمل رہی ہے۔

ا۔قیادت ورہبریت حضرت محمدﷺ،، جہاں قائدکل حضرت محمدؐ تھے پوری امت بغیر تنخواہ عسکریت کا فریضہ انجام دیتی تھی ۔قیادت موجود تھی لیکن عسکریت مشخص نہیں تھی بلکہ پوری امت عسکری تھی ۔ نبی کریمﷺ کے چاروں خلفاء بھی اسی طرح تھے خلفاء امیہ اور عباسی کے نصف اولیٰ تک بھی اسی طرح رہا۔اس دور میں عسکریت کی ذمہ داری صرف سرحدوں کے محافظت تھی جو ایک بہترین دور عسکریت تھا لہٰذا قیادت کے خلاف بغاوت کا کوئی اندیشہ نھیں تھا۔

۲۔دوسرا دور بنی عباس کے اول دور کے بعد واثق باللہ سے شروع ہوا جہاں انہوں نے عسکریت کو ایک خاص تشخص دیا جو کہ خلیفہ کے ماتحت نہیں تھے بلکہ خلیفہ کے برابر تھے۔گذشتِ زمان کے ساتھ خلیفہ خود تنخواہ دار بنے اور پورا نظام خلافت عسکریت کو اجارے پر دے دیا گیا۔

حقیقت میں خلافت کا جنازہ اس دن نکلا جس دن واثق باللہ نے قیادت ورہبری کی خلعت فوج کے سربراہ کو پہنائی۔اس دن سے سربراہان خلافت وقیادت عسکریوں کا عقیقہ بنے۔قیادت کی خلعت عسکریت کو پہنانا ایک ناپسندیدہ عمل ہے کیونکہ ان کے اندر ایک خلاء ہے رعایا ان کو آمر یا ڈکٹیٹر کہتی ہے، یہ لقب ان کو اپنی ذمہ داریوں سے تجاوز وتعدی کرنے سے ملا ہے نہ کہ ان کے رعب ودبدبہ سے لیکن یہ بھی

وضاحت کرنے کی ضرورت ہے جوان کے توسط سے قتل ہوئے ہیں کیا اس جرم کی سزاان کوملنی چاہئے یانہیں، یہ فسطائیت اور روشن خیالوں کا نظریہ ہے۔ جب عسکری قائد دندناتے پھرتے ہیں تو لوگ ان سے پریشان و نالاں ہوتے ہیں مظلوم ان سے نفرین کیلئے دست بدعا بلند کرتے ہیں ملک وملت دین وشریعت ان سے نجات وپناہ مانگتے ہیں لیکن جس دن وہ اپنے کئے ہوئے اعمال کی سزا کیلئے اپنے پاؤں چل کے آتے ہیں تو یہی روشن خیال کہتے ہیں انہیں انصاف ملنا چاہیےان پر رحم کرنا چاہیےان کے بچوں کا کیا قصور ہے اسلام عفو ودرگزر کا درس دیتا ہے یہ فقرات کالم نگاروں اور ملک کو فسطائیت کی طرف لے جانے والوں کے ہیں۔

عسکری قیادت:۔

جو تصور اسلام نے پیش کیا اسے کلمات امیر المومنین میں ملاحظہ کر سکتے ہیں کتب ۵۳ ص ۲۳۴ ’’ان کی بنیادی ذمہ داری زمین، بحراور فضاء کی حدود کی پاسبانی ہے، جب تک یہ اپنے محاذوں اور سرحدوں پر رہیں گے تو اللہ کی رضایت وعنایت اور الطاف ان کی شامل حال رہے گی اور رعایا کے لئے چشم وچراغ رہیں گے اور امت کی دعائیں ان کے شامل حال ہوتی ہیں‘‘۔ جب یہ لوگ ملت کے پیسے سے خریدی گئی بندوقیں ملت کے منہ پر ہی چلاتے ہیں تو ان کے حق میں نفرین ہوتی ہے۔ جب ملت کی دعائیں ان کے شامل حال رہتی ہیں تو ان کا اپنا نفس بھی اطمینان وطمانیت اور عزت پاتا ہے اور یہ دشمنوں کی آنکھوں میں خار بنتے ہیں۔لیکن جونہی یہ لوگ شہر میں داخل ہوتے ہیں تو غضب اللہ وغضب الناس ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے، جب یہ خود پاک فضا سے نکل کر شہروں کی گندگی، آلودگی، بے حجابی، اسراف، تعیش، بے چینی، مجالس رقص وشراب دیکھتے ہیں تو خراب ہوجاتے ہیں اور ساتھ ہی دشمن بھی مطمئن ہوتا رہتا ہے تو ملت پریشان ہوجاتی ہے بیک وقت فوج اور پولیس دوہرا بوجھ بن جاتے ہیں رفتہ رفتہ عوام میں جو نفرت پولیس کے لئے ہوتی ہے وہ فوج کی طرف پلٹ جاتی ہے تو رفتہ رفتہ فوج بھی پولیس ہی بن جاتی ہے۔

یہاں تک کہ عوام کی طرف سے تیر سحر مارنے کا خدشہ پیدا ہوجاتا ہے۔اہل بغداد جب متوکل عباسی کے نظام عسکری سے تنگ آ گئے تو متوکل عباسی سے کہا کہ ان اسلحہ برداروں کو شہروں سے نکالو یا ہم خود

بندوبست کریں، متوکل نے پوچھاتم کیا کروگے تو عوام نے کہا ہم انہیں تیر سحر مار کر مٹادیں گے۔(یعنی بد دعائیں دیں گے)

قوم پرستوں کے شعار:۔

وطن کیلئے جیو وطن کیلئے مرو، یہ ان کے پسندیدہ شعار ہیں، ان کے پاس لوگوں کو جمع کرنے کا کوئی فارمولا نہیں ہے، کیونکہ وہ، ایمان بخالق کائنات، ایمان حیات مابعدالموت، جزاوسزا، جنت وجہنم اور ایمان بہ انبیاء ومرسلین نہیں رکھتے ہیں ان کو فلسفی علماء کی قیادت نصیب ہے، گویا یہ پہاڑوں اور بیابانوں میں اگنے والے شعار ہیں، جو قوم کے جاہل، نادان اور اقتدار پرست لوگوں کے شعار ہیں۔تاکہ عام وخاص سب کو جمع کرسکیں، جو قوم مبداء ومعاد کی قائل نہیں، دنیاوی زندگی ہی کو محور ومرکز سمجھتی ہے، بقول دہریت ﴿وَ قالُوا إِنْ هِيَ إِلَّا حَياتُنَا الدُّنْيا وَ ما نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ﴾ (انعام۔۲۹) یہ شعار انگریزوں نے خلافت عثمانیہ کو گرانے اور امت اسلامیہ کو منتشر کرنے کیلئے گھڑا ہے۔

وطن:۔کلمہ وطن عربی ہے جس کے معنی جائے اقامت ہیں، یہ جائے پیدائش وسکونت دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔کلمہ وطن کے تحت یہاں پیدا ہونے والے اور سکونت اختیار کرنے والے دونوں ہم وطن ہیں۔اس حوالے سے یہاں کی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ جو ضروریات زندگی ہر شہری کیلئے ہیں وہ بلا امتیاز سب کو میسر کرے۔ یہ کلمہ فرد واجتماع دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے جبکہ اجتماع دو سے زائد ہم ہدف وہم مقصد گروہ کیلئے استعمال ہوتا ہے چاہے دوستانہ ہو یا دشمنانہ، لیکن امت سب سے بڑے شامل وکامل اجتماع کو کہتے ہیں جو سب ایک ہدف کے تحت ایک پرچم تلے سکونت اختیار کرتے ہیں اور ملک کے قوانین کا اتباع کرتے ہیں اس بیان کے تحت ہم اپنے آپ کو امت اسلام کہتے ہیں:

ا۔قیام پاکستان کے بعد ہماری عسکری حدود محیط از بھارت، ایران، افغانستان اور چین ہیں ہماری افواج چاروں سرحدوں کی حفاظت کیلئے جانیں ہتھیلی پر رکھے بیٹھے ہیں۔ پاکستانی قوم صرف قیادت عسکری مسلح افواج کا تنہا احترام وتکریم ہی نہیں کرتی بلکہ ان کے جسد خاکی کے ساتھ ان کے گھرانے کا بھی احترام

کرتی ہے۔

۲۔پاکستان کا آئین یہاں بسنے والے تمام افراد کے حقوق کی نگہداری کرنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ بلتستان، بلوچستان، وزیرستان تک یکساں قانون ہے اگرحق نہ ملے تو اسلام آباد کی اعلیٰ عدالت کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

۳۔اس محدود زمین پر جہاں چاہیں سکونت اختیار کر سکتے ہیں، بلوچستان والے خیبر پختون خواہ میں، پنجاب والے بلوچستان، پنجاب یا سندھ میں اور گلگت بلتستان والے چاروں صوبوں میں کہیں بھی سکونت اختیار کر سکتے ہیں لیکن یہ سہولت صوبہ گلگت و بلتستان میں دوسرے صوبوں کے پاکستانیوں کو حاصل نہیں ہے وہ اس ملک کے دیگر صوبوں میں جہاں جہاں، ڈیرے بنائیں، پلاٹ بنائیں، ادا کاری کریں، عیاشی کریں انہیں اس کی اجازت ہوگی لیکن ان کے ہاں دوسروں کیلئے یہ سہولت حاصل نہیں ہوگی۔ وفاق کے ایوان میں پہنچنے کے بعد ہر ایک اپنی زبان میں حلف اٹھاتا ہے۔ الگ صوبے اور وافر مقدار میں خود مختاری کے مطالبات کرنے والے کیا پاکستان کے خیر خواہ ہو سکتے ہیں۔

۴۔امت ایک قوم ہے ہم سب مسلمان کے نام سے اس ملک میں جمع ہوئے ہیں جب آپ اپنے تمام امتیازات وشناخت کو چھوڑ کر یہاں جمع ہوئے تو کیا یہ ہر آئے دن قومیت کی بنیاد پر نام بدلنے، نصاب بدلنے اور صوبہ بدلنے کی حوصلہ افزائی کرنے والے پاکستان کے مخلص ہیں؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے، اس سے منافقت کی بو آتی ہے۔

چنانچہ اس سال ۱۴۳۴ھ کے انتخابات میں شامل نام نہاد دینی جماعتوں جمیعت علمائے اسلام، فقہ جعفریہ کے قائد اور وحدت مسلمین کے شعار سے واضح ہوگیا ہے کہ اب یہ لوگ نظام قرآن وسنت کو اندرون خانہ بالائے طاق رکھ کر علامہ اقبال اور محمد علی جناح کے نعرے اٹھائے نکلے ہیں جیسے خوشحال پاکستان فلاحی پاکستان وغیرہ۔

منورین قومیین :۔

امت اسلامیہ اوروطن عزیز پاکستان کو تتر بتر اور چیر پھاڑ کرنے کا سہرا منورین قومیین کو جاتا ہے۔ قومیت ایک شجرہ خبیثہ و منحوسہ تھی اور رہے گی اس کی پیداوار اور طوائف الملوکی کے ثمرات سابق زمانے میں سرزمین عرب میں ظاہر ہوئے اور حالیہ زمانے میں ہماری صوبائی حکومتوں میں جو کہ صوبائی حقوق کے نام سے دفاع کرنے کو شرف وعزت سمجھتے ہیں، اب تو گاؤں تک میں مقامی زبان و مقامی حکومت کی تحریک چل رہی ہے۔قرآن نازل ہونے کے بعد سورہ حجرات کی آیت نمبر ۱۳، اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر نبی کریمؐ نے قوم پرستی وعلاقہ پرستی کو ہمیشہ کے لئے زندہ درگور کیا تھا چنانچہ اوس وخزرج کی قومیں ہمیشہ کے لئے صفحہ ہستی سے ناپید ہوگئیں لیکن بعد میں بنی امیہ نے عربیت کو اٹھایا اور بنی عباس کے تام الاختیار وزراء نے عربیت کو نیچے دکھایا اور فارس کی عادات ورسومات اور القابات کو اٹھایا اور ان کے توسط وتعاون سے شعوبین نے اپنے خطاب وکلمات اور کتب کے ذریعے ان کو اچھالا، یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کے نزدیک محترم ومعزز خلفاء، آل بویہ اور سلاجقہ کے تنخواہ خوار ہوگئے، امراء بادشاہ بنے یہاں تک کہ وہ تتاریوں کے ہاتھوں تتر بتر ہوگئے۔تاہم اس کے دوسرے مرحلے میں ۱۷۸۹ء میں انقلاب فرانس کی ندائے آزادی، مساوات اوراخوت وبرابری کے شعار کو اٹھایا گیا، جس کو مغرب والوں نے اپنے لیئے حقیقی مفہوم میں مخصوص کیا ہوا ہے لیکن اس کے چمکیلے مفہوم کو دوسروں کے لئے بھیج کر فساد پھیلایا ہُوا ہے فرانس نے بھی ایسا ہی کیا تھا لیکن وہ اپنے وعدہ سے پھر گیا۔

نپولین بوناپارٹ قومیت فرانس کے نام سے آمریت واستبداد کا جھنڈا اٹھا کر مصر پہنچا، تو وہاں سے جرمن بھی قومیت کا نعرہ لیکر اٹھے، اس طرح یہ بادسموم مملکت اسلامی کو پہنچی ایک ہی پرچم تلے، ایک کلمہ کے سائے میں، ایک ہی قوم مسلمان کے نام سے جینے کیلئے حاصل کردہ مملکت کو آج بلوچی، پختون، پنجابی، سندھی، بلتی، گلگتی میں تقسیم کردیا گیا بطور مثال جن ہزارہ برادری والوں کے لئے آپ ملک کے طول وعرض سے سینے مارتے ہوئے نکلتے ہیں اوران کی خدمت میں جذبۂ خیرسگالی پیش کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں ہم پہلے ہزارہ والے ہیں اور بعد میں مسلمان ہیں، اسی لئے ان کو آسٹریلیا میں شہریت ملی، باقی علاقوں کا مجھے پتہ نہیں

تاہم ہمارے بلتستان میں قومیت کی بنیاد رکھنے والے نام نہاد سادات اور خودکوترقی پسند دکھانے والے روشن خیال علماءسو ہیں جنہوں نے سوشلزم ، اسماعیلزم اور کمیونیزم کی تاسیس کا بھی اعلان کیا ہے اس کی حمایت ، رعایت اور نظارت عاشقِ اقتدار آغا جعفری نے کی ہے انہوں نے سب فرقوں کوشامل کرنے کے دعویٰ سے قومیت کا پرچار شروع کیا ہوا ہے۔

عصبیت ترقی وتمدن:۔

مغرب نے ترقی وتمدن کے بہانے سے لوگوں کو جمع کیا متحد کیا اور مشرق پہ لشکرکشی کی ،مشرق والوں کے ذخائر کنائز کی تجارت گیری کی جس کی وجہ سے مغرب میں رہنے والوں کی عیش ہوئی جس طرح ڈاکہ ڈالنے والوں کے گھروں میں عیش ہوتی ہے لیکن مشرق والوں کو، بیوہ، یتیم ،ابلق واحمق ،جیسا چھوڑا ان کوترقی نہیں دی انھیں ترقی کی بجائے ،حیوانی طرز زندگی ، بے شرمی و بے حیائی اور بے عفتی کو ترقی کے نام سے متعارف کرایا۔جس سے یہاں امت ابلیس خوش ہوئی اور اس بدبختی کو ہاتھوں ہاتھ لیا جس طرح کسی گھر میں اغواء کار، دین و دیانت چرانے والے، سرمایہ دار تمغہ تحائف سے ان کی اولادوں کوخوش کرتے ہیں توان کو پتہ نہیں چلتا کہ ہم مستقبل میں ان کے غلام ہوجائیں گے۔ ابھی تک مغرب والے لوگوں کوترقی وتمدن کی عصبیت پر جمع نہ کر سکے اور نہ کرسکیں گے اس وجہ سے وہ وقتاً فوقتاً یہ خبریں چھوڑ رہے ہیں کہ اگر ہماری طرز حکمرانی پرراضی نہیں ہوجاؤ گےتو ہم تیسری عالمی جنگ چھیڑیں گے۔

عصبیت دینی:۔

یہ وہ عصبیت ہے جس نے ، قریشی عصبیت ، ہاشمی عصبیت ، عربی عصبیت ، رنگی عصبیت ،لسانی عصبیت جغرافیائی عصبیت ، سب کو مٹا کر ایک ہی عصبیت پر جمع کیا ، وہ عصبیت دینی ہے، جس نے دنیا کی مختلف ،نسل وقوم ،لسان ، جغرافیہ سب پر حاکمیت قائم کی اور حاکمیت کوکسی فرد ، خاندان ،قوم وقبیلہ سے نہیں جوڑا بلکہ کہا حاکمیت اللہ کی ہے۔مسلمانوں کی یہ حاکمیت دلوں میں راسخ ہوئی چھ سوسال تک حکمرانوں سے ظلم وناانصافی اور عیاشی و بے پرواہی دیکھنے کے باوجود حاکمیت الٰہی کا احترام کیا برداشت کیا لیکن اندلس میں قائم

حکمرانوں کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ اپنا نام خلیفہ مسلمین رکھیں۔خوارزم شاہ وسیع وعریض مشرق پر قبضہ کرنے کے باجود خلیفہ نہیں کہلا سکے ان کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں تھی لیکن مسلمانوں کے ضمیر اس کو برداشت نہیں کرسکتے تھے۔ابھی بھی دنیا میں اور ہمیشہ پوری انسانیت کو یکجا جمع کرنا ہے تو وہ صرف عصبیت دینی کی اصطلاح امت کو استعمال کرنا پڑے گی جو کہ آج بھی مسلمانوں کے دلوں اور شامہ وسامعہ میں محبوب ومحظوظ اور لطیف ولذیذ کلمہ ہے گرچہ فرقوں نے اس کو پاش پاش کیا ہوا ہے۔کوئی خود کو مسلمان کہنا مسلمان سننا برداشت نہیں کرتا لیکن لفظ امت محبوب لفظ ہے جسے فرقوں کی خواہشات ومفادات نے قدموں تلے قربان کیا ہوا ہے۔انسان حیوانات کی ایک نوع ہے لہٰذا اس میں تمام حیوانی تقاضے بدرجہ اتم موجود ہیں لیکن حیوانات کی دیگر انواع سے جدا، اور ممتاز کرنے والی فصل اس کے اندر موجود قوت ارادہ ہے، یہ پہلے ارادہ کرتے ہیں پھر حرکت کرتے ہیں، اس کو زبان فلسفہ میں علت غائی کہتے ہیں، غایت یعنی وہ سوچتا ہے پھر حرکت کرتا ہے ان دوصفات سے کوئی انسان مستثنیٰ نہیں ہے، غایت انسان تحصیل نعم ولذات اور دفع مضرات ہے، یعنی انسان کی سرشت میں ہے کہ وہ مدنی الطبع ومیل با اجتماع ہے بلکہ اس کے تکامل کا رشتہ اجتماع سے ہی جڑا ہوا ہے۔ملک میں بڑھتی ہوئی، لادینی، الحادی، بےشرمی، بےحیائی، قتل وکشتار اور بےچینی، کالم نگاروں، ارباب صحافت کی حکومتی پشت پناہی، مولویوں سے اسلام کا تمسخر، بلکہ تحریف شدہ اسلام کا ڈھنڈوا، طنز وطعن کے علاوہ مومنین کو رجعت پسند، ترقی کی راہ میں رکاوٹ گردا ننا اور اشاعہ فحشاء کو ترویج دینا اور غیرت کے نام پر قتل کو ظلم قرار دینا اور پھر ۹۸ فیصد مسلمانوں پر دو فیصد غیر مسلمین اور تین فیصد مرتدین کو برابر کے حقوق دینے کا واویلا کرنا دوسری طرف مسلمانوں کو فرقوں میں بانٹنا بلکہ فرقہ کو مزید فرقوں میں بٹنے کی صورت حال دیکھنے کے بعد شیطانی ذہن مسلمان کو تشویش میں مبتلا کرتا ہے کہ اللہ کا وعدہ کہاں ہے۔مسلمانوں کو غلبہ ملے گا تو اب ہر حال، عسر ویسر، میں نصر اللہ پر یقین رکھنے والے کہتے ہیں اللہ کریم ہے۔

تشکیل قومیت:۔

کسی کی کل آرزو کل سرمایہ یا کسی عزیز کے فقدان پر جو چیخ وپکار بلند ہو جاتی ہے عربی میں اسے

صرختہ صارخ کہتے ہیں، انسان جب کسی خاص چیز سے آرزو باندھے ہو دل بستہ ہو تو دکھ اور پریشانی میں ہر طرف سے مایوس اور ناامید ہو کر اسی نجات دہندہ کی طرف واویلا اور چیخ وپکار کرتا ہے۔ جس طرح یورپ اور روس والے اٹھارہویں صدی تک ایک کرب واضطراب اور پریشانی والی زندگی میں مبتلاء تھے اور وہ کلیسا کی قیادت سے کلی طور پر مایوس ہو گئے تھے۔ مصر میں بھی دانشوران دین سے خلاصی کی نداء بلند کر رہے تھے، اسی طرح برصغیر کے مسلمانوں نے ایک سو سال تک استعمار برطانیہ کو نزدیک سے دیکھا کہ وہ مشرق والوں کے لئے کتنے برے عزائم رکھتے ہیں خاص کر دین اسلام کے لئے کتنی عداوت ونفرت رکھتے ہیں لہٰذا ان کے خلاف اجتماعات شروع ہوئے اور آزادی آزادی کا نعرہ بلند کیا۔ یہ ظاہری طور پر آزاد ہو گئے لیکن اندر سے چندفٹ اور نیچے گر گئے پہلے یہاں انگریز کی تعلیم کا خرچہ حکومت برطانیہ برداشت کرتی تھی لیکن اب یہ خرچہ زکوٰۃ وخیرات مومنین سے پورا کرتے ہیں۔

یورپ والوں کو علماء کلیسا سے نجات تو مل گئی لیکن لوگوں کو متحد رکھنے کیلئے اب یورپ والوں نے لوگوں کو اللہ کی جگہ قوم پرستی پر متحد کیا، کیا فرانس اور برطانیہ کو یکجا جمع کر سکتے ہیں کیا جرمن کو فرانس کے ساتھ مشرقی یورپ کو مغربی کے ساتھ جمع کیا جا سکتا ہے، قومیت شعار تفرقہ وانتشار ہے یہ شعار وحدت نہیں لیکن ہمارے اوپر مسلط ہونے کے لئے قومیت کا ایک انوکھا فارمولا پیش کیا یعنی وہ مفادات کی قومیت ہے جس کیلئے قومیات متحد ہو جائیں مثلاً مشرق کو لوٹنے کیلئے براعظم یورپ کو متحد کیا لیکن مشرق میں قومیت کا تعارف کچھ اور پیش کیا، اپنی اپنی زبان، جغرافیہ اور خونی قومیت کو اٹھایا تاکہ دنیا میں امپراطور اسلامی کا جھنڈا لہرانے والی حکومت پاش پاش ہو جائے صفحہ ہستی سے مٹ جائے اور ترکیہ سے یہ افتخار چھین لیں کیونکہ وہ عاصمہ خلافت اسلامیہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آج ترکیہ کی کسی بھی اسلامی ملک سے دوستی نہیں بلکہ آج وہ اخوۃ یورپ ہے۔ آج وہی مثال اس ملک پاکستان میں تطبیق کرنے کی سرتوڑ کوشش کی جارہی ہے۔

انسان خود کو دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لئے باہم مل جل کر زندگی گزارنے کے لئے اصل سے رشتہ جوڑتے ہیں۔ سب سے پہلے ماں باپ جن سے یہ سب پھیلے ہیں وہ سب ایک دوسرے سے جوڑ رکھتے

ہیں چاہے ایک ہی علاقے میں ہوں یا الگ الگ علاقوں میں ہوں کبھی ان کی ،، اصل ، ،خون اور کبھی زبان سے ہوتی ہے۔ انسان گزشتہ ادوار میں جب بڑی وسیع حکومتوں کے سائے میں زندگی گزارتے تھے جیسے ، روم ،تو اس میں بہت سی قومیات ہوتی تھیں ،قومیات سب مل کے ، امپراطور روم، کی رمز تھے۔ بادشاہ روم اپنی رعیت کو کوئی چیز دیتے نہیں تھے بلکہ وہ ان سے سالانہ باج لیتے تھے ، جب کسی دشمن سے لڑنا ہوتا تھا تو ان سب کو جمع کر کے دشمن سے لڑتے تھے ، لہذا لوگ فقر و فاقہ سختی و محرومیت کی زندگی گزارتے تھے ، انھیں ان ناہموار حالات سے رہائی کی کوئی سوچ بھی نہیں آتی تھی کہ بادشاہ سے مطالبہ ومباحثہ کریں۔قومیت کی دوسری شکل یہ ہے کہ اچھی زندگی گزرانے کے لئے اپنے ہم جنس و ہم خون کو ایک قومیت کے تلے جمع کر کے ایک علاقے میں رہیں اس کی واضح مثال یورپ ہے ، یورپ کے تمام علاقے مشرق ومغرب شمال وجنوب روم کی سلطنت کے اندر تھے ، جس میں خون ، رنگ اور زبان کے اعتبار سے مختلف قومیات تھیں ، وہ سب مل کے زندگی گزارتے تھے لیکن اب وہ قومیات کی بنیاد پر تقسیم ہیں اس لئے کہ اب ان کی اصل دین نہیں قوم ہے۔یہی صورت حال اسلام آنے سے پہلے جزیرۃ العرب میں تھی ، جزیرۃ العرب میں بھی مختلف قومیات تھیں ، چنانچہ یہود ایک دین پہ ہوتے ہوئے بھی تین قبائل میں تقسیم تھے ، بنی قریظہ ، ، بنی نظیر ، بنی قینقاع اس طرح مشرکین بھی دو قبائل اوس وخزرج میں تقسیم تھے۔ایک ماں باپ سے ہوتے ہوئے ان کے درمیان مسلسل جنگیں چھڑی رہتی تھیں۔اس طرح عرب میں قومیات کی کوئی حد نہیں تھی قبائل العرب پر لکھی گئی کتابیں پڑھیں تو یہ واضح ہو جاتا ہے۔ مکے میں قریش تھے قریش پیغمبرؐ کی بعثت کے موقع تک بارہ قوموں میں بٹے ہوئے تھے۔جب پیغمبرؐ نے لوگوں کو دعوت اسلام دی تو قوم کی بنیاد پر دعوت دینے کی بجائے انسانی بنیاد پر دعوت دی جیسا کہ قرآن کریم کی آیات میں ہے ’’یا ایھا الناس ‘‘ کہہ کر پیغمبرؐ نے اللہ کے حکم پر تمام لوگوں کو اسلام کے پرچم کے نیچے جمع کیا ، جس میں مختلف ادیان ، مختلف اجناس ، مختلف زبان ، اور مختلف رنگ رکھنے والے سب رابطہ اسلامی میں جمع ہوئے۔اسلام نے سابق تمام روابط کو منسوخ کر کے انسانیت کی بنیاد پر ایک کلمہ توحید ’’ لاالہ الا للہ ‘‘ کی بنیاد پر لوگوں کو دعوت دی تو تمام قومی روابط اس میں حل ہو گئے ، تاریخ بشریت میں آغاز

سے ابھی تک کسی ایسے رابطے کا اعلان نہیں ہوا ہے جس میں تمام اقوام وملل کو جمع رکھنے کی گنجائش ہو۔

روابط کا جو اعلان حضرت محمدؐ نے کیا تھا وہ ایک سرسری اور سادہ اعلان نہیں تھا کہ مقام عمل میں ختم ہو جائے ،جس طرح آج کل کے انقلاب لانے والے دعوت دینے کے بعد دوبارہ قومیت کی طرف برگشت کرتے ہیں چنانچہ پاکستان بننے سے پہلے جن لوگوں نے اسلام کی بنیاد پر لوگوں کو جمع کیا تھا کامیاب ہونے کے بعد یہ فارمولا چھوڑ دیا اور فارمولا مغرب پر عمل کر کے سیکولرازم کو نافذ کیا اور ابھی تک معلوم نہیں کہ قائدین نے اسلام کی دعوت دی تھی یا ایک قومیت جغرافیائی پر جمع کرنے کی دعوت دی تھی یا ایران میں انقلاب اسلامی کی دعوت کی طرح تھی کہ مسلم متحد ہو جائیں اور جب انقلاب کامیاب ہوا تو انہوں نے نظام جعفری کا اعلان کیا۔ جب حضرت محمدؐ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ گئے تو اس اعلان کی بنیاد پر نظام قائم کیا آپ کے حلقے میں، بلال حبشی، سہیل رومی، سلمان فارسی، ابوذر، عرب سے مسلمان ہونے والے قریش سب اسلام اور جذبہ جہاد پر متحد تھے، رابطہ صرف ، بندگی توحید، رکھا اور اس انسانیت کی صف میں شامل ہونے کے بعد افریقی، رومی، قریشی وغیرہ تمام محو ہو گئے تھے اور اسی بنیاد پر چلتے ہوئے آپ ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوئے چاروں خلفاء بھی اسی طرح چلتے رہے، گرچہ چاروں خلفاء کے بعد رمز نظام حکومت رشتہ داری میں تبدیل ہوئی۔

تاریخ بشریت میں اقامہ نظام کے لئے مندرجہ ذیل نکات پر لوگوں کو جمع کیا گیا۔

ا۔،،نقطہ عصبیت،،۔عصبیت مادہ عصب سے ہے،عصب رگ کو کہتے ہیں العصب کے معنی بدن کے پٹھے ہیں جو جوڑوں کو تھامے ہوئے ہیں یہیں سے سردرد کے موقع پر سر پر باندھنے والی چیز کو عصابہ کہتے ہیں دور جاہلیت میں یہ عصبیت خونی بنیاد پر ہوتی تھی خونی بنیاد پر لوگوں کو جمع کرتے تھے۔اس عصبیت کا دائرہ بہت محدود ہوتا ہے جو جلد ٹوٹ جاتی ہے۔اسلام سے پہلے جزیرہ عرب میں طوائف الملو کی تھی چھوٹے بادشاہ بڑوں کے حلیف بنتے تھے پھر آپس میں جنگ کرتے تھے۔اس کی واضح مثال مدینے میں اوس وخزرج تھے، یہ دونوں ایک ماں کی اولاد تھے جو بعد میں دو خاندان بن گئے اور خونی رشتہ ہونے کے باوجود دشمن بن گئے۔

اوس وخزرج میں داحس وغبرا کے نام سے کئی سال تک طویل جنگ چلی۔سرزمین عرب میں عدنانیوں اور قحطانیوں میں جنگ چلی پھر عدنانیوں میں عداوت ونفرت پھیلی ،قصیٰ نے عدنانیون کو جمع کیا لیکن پھر اسی کے فرزندوں میں دوبارہ خونی بنیاد پر جنگ چھڑی۔

عصبیت خونی ۔خونی رشتے کے تحت تمام قوموں کو جمع کیا گیا تھا لیکن ان کی تاریخ بھی سیاہ کارناموں سے بھری پڑی ہے، بے شمار جنگیں خونی رشتوں کے درمیان ہوئیں ۔جس کی واضح مثال مکہ میں قصیٰ کی اولادوں میں جنگ ،مدینہ میں اوس وخزرج کی جنگ ،عبدالمناف کی اولادوں ،عبدالشمس اور بنی ہاشم کے درمیان اس وقت جنگ چھڑی جب حضرت محمدؐ نے دعوت اسلام شروع کی ۔تمام قریش اسی قصیٰ سے پھیلے تھے،لیکن اس خاندان نے ہی حضرت محمدؐ کے خلاف جنگ لڑی خونی بنیاد پر آپؐ ان کو جمع نہیں رکھ سکے۔

عصبیت جغرافیہ۔جس کی واضح مثال آج کل مغرب ہے جو مشرق زمین پر نبرد آزما ہے۔اہل فرانس نے بہت سی قوموں کو عصبیت جغرافیائی میں باندھ رکھا ہے جس کا ان کے پاس کوئی جواز نہیں اور نہ ان کو دوسروں کو دینے کیلئے انصاف وعدالت ہے۔اسی طرح ہندوستان اور چین نے سرد گرم پہاڑ ،لق ودق صحرا ،اپنے قبضے میں رکھے ہوئے ہیں۔

عصبیت ترقی وتمدن ۔ یہ عصبیت اٹھارویں صدی کے آخر میں ظہور میں آئی انھوں نے دنیا کو ترقی وتمدن کا دھوکہ دے کر اپنی طرف جمع کیا،اس کی دنیا میں کہیں بھی کوئی تاریخ نہیں ملتی ہے۔

عصبیت لسانی۔اسی طرح لسانی عصبیت بھی اپنے ماتحت لسانی جماعتوں کو متحد نہیں رکھ سکی اس کی واضح مثال عرب ملکوں میں عربی بولنے والے ایک پرچم تلے جمع نہیں ہو سکے چنانچہ جمال عبدالناصر نے عرب قوموں کو یکجا کرنے کی کوشش کی لیکن بہت سے لوگ ان میں شامل نہیں ہوئے اور شامل ہونے والے بھی جلد ہی ٹوٹ گئے۔عربی زبان نے ان کو ترقی وتمدن نہیں دی، آج بھی بہت سے ممالک بدترین بحران میں ہیں اگر تیل کے کنویں نہ ہوتے تو عرب والوں کا برُا حشر ہوتا، بنگلہ دیش کو پاکستان سے الگ کرنے والی یہی عصبیت لسانی ہے، پاکستان نے جن بنیادوں پر جن قوموں کو اپنے پرچم تلے جمع رکھا تھا وہ ان سے الگ

ہوگئی ہیں اور بعض ان کے لئے باعث مصیبت بنی ہوئی ہیں۔وہ دوسری حکومتوں کو اپنی مصیبت دکھارہی ہیں کہ ان کے حقوق تلف ہورہے ہیں۔

عصبیت قومی۔انیسویں یا بیسویں صدی کے آغاز میں ایک ماسونی تنظیم نے دارالخلافہ عثمانیہ میں اسلام سے نبرد آزمائی کیلئے اس کی بنیاد رکھی ۔جس طرح صدر اسلام میں کوفہ و بصرہ ضد اسلام و مسلمین گروہوں کی آماجگاہ تھے۔تمام فرق مسلمین انہی دوجگہوں سے بنے ہیں۔اسلامی حکومت کی نابودی کیلئے خود، ترکی، شام، لبنان، حجاز اور مصر میں ایسی تنظیم بنیں جو قومیات کی بنیاد پر تھیں۔رفتہ رفتہ یہ تنظیم، شام، لبنان سے ہوتی ہوئی ۱۹۱۲ء میلادی کو پاریس میں بھی قائم ہوئی ہم ذیل میں ان تنظیموں کے تسلسل کا ذکر کریں گے۔

۱۔۱۸۴۷ء میں شام میں، بطرس بستانی اور ناصیف ارجی، نے ایک سری تنظیم بنائی۔

۲۔۱۸۶۸ء میں بیروت میں مسیحیوں کے، مسلیم بستانی اور منیف خواری نے ایک تنظیم کی بنیاد رکھی۔

۳۔۱۸۵۵ء میں دمشق، طرابلس اور صیدا میں جمیعۃ حقوق المراۃ کے نام سے مسلمان و مسیحیوں کی مشترکہ تنظیم بنائی گئی۔

۴۔۱۹۰۵ء میں خیر اللہ نے وطن جمعی کی بنیاد رکھی اسی سال پہلی کتابّ الحرکۃ الوطن العربیہ نشر ہوئی۔

۵۔۱۹۰۹ء کو جمعیہ قحطانیہ کی بنیاد رکھی۔

استشراق و مستشرقین:۔

یہود و نصاریٰ سینہ میں، حقد و کینہ، بغض و عداوت، حسد و رقابت، منافقت و حرص، بھرے ہوئے اسلام و مسلمین اور مشرق کی زمین پر وارد ہوئے، یعنی زندگی رہی تو پہلا ہدف اسلام کا خاتمہ کرنا ہے، مسلمانوں کو مسیحی بنانا ہے، اگر نہ ہُو سکے تو کافر بنانا ہے اور سرزمین شرق پر قبضہ جمانا ہے، اس کے لئے انھوں نے

ترتیب سے منصوبہ بندیاں کیں،سب سے پہلامنصوبہ، تنصیر، بنایایعنی مسلمانوں کودین مسیح کی خوبیاں بتا کر مسیحی بنانے کیلئے جماعتیں مشرق کی زمین کی طرف روانہ کیں،جس کے لئے انھوں نے بہت اہتمام کیا محبت وشفقت دکھائی، ساتھ ہی دہشت و وحشت اور تشدد بھی دکھایا، جس کی تفصیل اپنی جگہ قابل بیان ہے،اس منصوبے کے خاطر خواہ نتائج نہ ملنے کے بعد انھوں نے دوسرامنصوبہ،، استشراق،،شروع کیا۔اس میں انھوں نے بہت طاقت وتوانائیاں اورتوجہات مرکوزکیں، یہاں تک کہ اس میں محو ہوئے کہ مسلمانوں میں گھل مل گئے لیکن ان کے بعض اعمال مشکوک ومردودقرار پائے اوربعض کے نزدیک محبوب وپسندیدہ،بعض ان کے مداح نکلے اوربعض ان کے نقاد۔ قارئین وسامعین کواس موضوع کے بارے میں جامع وشامل معلومات دینے کی خاطراس موضوع کو بنیاد سے اطراف سے اٹھانے کی ضرورت ہے۔

۱۔سب سے پہلے اس کے اصل لغوی اورصیغہ عربی میں معانی ومفاہیم اورخصوصیات بیان ہونی چاہئیں۔

۲۔وہ اس منصوبے میں کیا اہداف ومنویات اورمقاصد لے کر نکلے تھے۔

۳۔ان کا یہ کام کب، کس تاریخ اورکس جگہ سے شروع ہوا۔

۴۔اس میدان میں انھوں نے کیا طریقے اپنائے اوران میں سے کتنوں نے جواں مردی اور شجاعت دکھائی۔

لغوی معنیٰ ومفہوم:۔

کلمہ استشراق مادہ شرق سے مشتق ہے اسی سے مشرق بنا ہے،یعنی مطلع الشمس جہاں سے سورج نکلتا ہے،اہل غرب کے لئے عالم اسلام خطہ اسلام مشرق بنتا ہے جس طرح ہمارے لئے مغرب زمین والے مغربی بنتے ہیں۔

۲۔دوسرا صیغہ استشراق ہے استشراق مصدر باب استفعال ہے،جس کا معنیٰ طلب شرق،توجہ بشرق ہے، یہ کلمہ اس صیغے میں کتب لغت قدیم میں نہیں آیا لیکن لغت میں نہ آنے سے فرق نہیں پڑتا ہے، یہ

کلمہ عربی ہے اس کا صیغہ بھی عربی ہے، یعنی طلب شرق، توجہ شرق، نظر شرق، عشق بشرق، فکر شرق، غرض جو بھی کسی حوالے سے مشرق کی زمین کی طرف اپنی توجہ مرکوز یا مختص کرے اس کے اس عمل کو عمل استشراق کہیں گے اور توجہ کرنے والے کو مستشرق کہیں گے توجہ کرنے والا اگر پائے کا عالم ہو اور وہ مشرق زمین کی زبان و آداب اور اخلاق ورسومات سے واقف وآگاہ ہو تو اس کو، قاموس آکسفورڈ جدید، میں مستشرق کہتے ہیں۔

تاریخ استشراق:۔

نصاریٰ غرب کس وقت متوجہ بشرق ہوئے اس سلسلہ میں دکتور مصطفیٰ صباعی مشہور عالم علوم اسلامی مدافع اسلام نے ایک کتاب'' **استشراق والمستشرقون ما لهم وما عليهم** ''کے نام سے تالیف کی ہے جسے مکتب اسلامی نے نشر کیا ہے۔ اس کے ص ۱۳ پر لکھتے ہیں' دقت سے نہیں کہہ سکتا اہل غرب نے کس زمانے میں کس تاریخ کو اور کس شخص نے مشرق کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا، محققین کا کہنا ہے بعض راہبان نصاریٰ نے اس وقت سرزمین اندلس کی طرف رخ کیا جب اندلس مرکز معارف علوم اسلامی بنا ہوا تھا اور نقطہ توجہ اہل غرب بنا ہوا تھا وہ اس مدرسے میں آئے یہاں انھوں نے علوم عربی کو سیکھا کتب عربی کو اپنی زبان میں ترجمہ کیا ان راہبان میں سے ایک راہب فرانسی جریر ہے جو یہاں سے فارغ ہونے کے بعد ۹۹۹ء میں کلیسا روم کا پوپ منتخب ہوا۔ ان فارغان درسگاہ اندلس میں، بطرس، متولد ۱۰۹۲ء متوفی ۱۱۹۴ء ، جیر کریمون، متولد ۱۱۱۴ء متوفی ۱۱۸۷ء ہیں ان لوگوں نے اندلس میں پڑھا اور عربی زبان کو اپنے ملک میں فروغ دیا اور رفتہ رفتہ اپنے ڈیروں اور مدارس میں عربی زبان پڑھانا شروع کی اور کتب عربی کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا اس طرح مغرب زمین میں علوم مشرق پھیل گئے، مراجع اصلی، کتب عربی، ان کی درسگاہوں کے نصاب میں شامل ہوئیں یہاں تک کہ انھوں نے عربی زبان پر عبور حاصل کیا اور قرآن مجید کا بھی ترجمہ کیا، اٹھارویں صدی میں انھوں نے مشرق سرزمین کو استعمار کرنے کا سوچا تا کہ اس پر قبضہ کریں، یہاں تک کہ استشراق میں نبوغت رکھنے والے علماء نصاریٰ نے مشرق سے متعلق مجلّات، حتیٰ مخطوطات بھی جاہلوں سے خریدے یا کتاب خانوں سے چوری کئے جب ان کے ہاں دوسو پچاس ہزار کتابیں جمع ہوگئیں تو انیسویں صدی کے آخر میں ایک کا

نفرنس فرانس کے شہر پیرس میں ۱۸۷۳ء میں بلائی، اس کے بعد یکے بعد دیگر کانفرنسیں ہوتی رہیں ان میں مشرق زمین سے متعلق، دین و دیانت، آداب و اخلاق، لغات سب کو موضوع بنایا۔ ابتداء میں کانفرنسوں کا موضوع خالص اسلام و مسلمین اور زبان عربی تک محدود تھا، اس میں کامیابی کو دیکھنے کے بعد انھوں نے مشرق سے متعلق تحقیقات کے دائرے کو توسیع دی یعنی مشرق میں اسلام کے علاوہ موجود دیگر ادیان و مذاہب کو بھی اپنے عناوین میں شامل کیا، یہاں کی لغات کو بھی شامل کیا اسی طرح یہاں کے ادیان اور قومیات میں، رقابت، تنافس، پیداوار، آبادیوں کی تاریخ اور رسومات حتیٰ چھوٹے سے چھوٹے باریک امور کو بھی اپنے برنامے میں شامل کیا۔

اہل یورپ اور بالخصوص اہل کفر و شرک کے اذہان میں مشرق گرائی کی بے چینی کیوں طاری ہوئی کہ مشرق زمین میں حکومت قائم کریں؟ کس چیز نے انہیں بے قراری میں مبتلا کیا؟

۱۔ یہاں کی معدنیات، تیل اور گیس نے ان کے منہ سے لعاب نکالا۔

۲۔ اسلام سے انتقام لینا مقصود تھا۔

جب حضرت محمد ﷺ دنیا سے رخصت ہوئے تو ان کی امیدیں بندھیں تھیں کہ اب اسلام کمزور ہوگا۔ لیکن خلاف توقع ان کے علاقے، یکے بعد دیگر شام، فلسطین، مصر، فارس ان کے قبضے سے نکلتے گئے یہاں تک کہ پیروان حضرت محمدؐ شام سے گزرتے ہوئے یورپ پہنچے مصر سے گزرتے ہوئے افریقہ، ایران، ہندوستان، انڈونیشیا پہنچے، جب بھی کسی مزاحمت کی کوشش کی گئی تو پسپائی ان کا مقدر رہوئی۔

اہل یورپ کا مشرق کی طرف رخ:۔

مغرب میں استشراق اور مستشرقین پر توجہ ایک ملک کی نہیں تھی بلکہ چھوٹے بڑے بہت سے ملکوں نے اس کو اہمیت دی، یہاں تک کہ سب نے مل کے ایک اتحادیہ قائم کیا، اس سلسلہ میں قابل ذکر ملک، فرانس، جرمنی، ہالینڈ، بیلجیم، برطانیہ، ایطالیہ چیکوسلوا کیا، اسپانیہ اور نمساء نے اس کو بہت اہمیت دی۔ بیسویں صدی کے آخر تک اتنے مستشرقین بنے کہ ان کی تعداد کے لئے ایک معجم بنانے کی ضرورت پڑی جو حروف تہجی

کے ذریعے اخراج ہوتے ہیں، لیکن سب سے بڑے نامور جو بعد میں اس شعبے کے سربراہ، مغز متفکر، بنے ان میں سے بعض کا ذکر کرتے ہیں۔ فرانس سے،، یونیس ماسینیون، سلفستر دی ساس'' مجراور جرمن سے جولید زیوشافت برطانیہ سے آرثر جون آربری، ہولینڈ سے ارینیوس، بیلجیک سے لامنس صاحب کتاب (الاسلام) امریکا سے مکڈونلڈ نور ماندی سے ہندی کوریان وغیرہ آتے ہیں۔

ان کے ابتدائی اجتماعات میں پہلا اہتمام انعقاد سیمینار اور کانفرنس ہیں جس کا انعقاد بہت سے اہداف و مقاصد کا حامل رہا ہے پہلے ہر جگہ ہر ملک میں اپنی طرف سے کانفرنس رکھتے تھے لیکن ایک عرصہ گزرنے کے بعد انھوں نے بین الاقوامی کانفرنس ہر تین چار سال کے بعد انعقاد کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس میں، ہندوستان، چین جنوبی ایشیاء کو خاص اہتمام کے ساتھ عنوان بنایا کتاب، الاستشراق المعاصر فی المنظور الاسلام تالیف دکتور زمان بن صلاح مطبقانی ص ۱۷۲ پر آیا ہے، سب سے پہلی عالمی کانفرنس ۱۸۷۳ء کو فرانس میں ہوئی اور اس وقت سے ۱۹۹۷ء تک انھوں نے ۳۵ کانفرنسیں کی ہیں۔

ان کانفرنسوں کا مرکزی نکتہ یہ تھا ہوائے معطر اسلام نے اہل غرب کو اسلام کا گرویدہ بنایا، اندلس میں قائم اسلام کی اقدار دین مسیحی کیلئے ایک خطرہ کی صورت بنی تھیں علماء وراہبان مسیحیوں کے اذہان میں یہ راسخ ہو چکا تھا کہ دین اسلام یہاں کے عوام میں سرایت نہیں کرنا چاہئے اس کیلئے عوام کو تو وہ نہیں روک سکتے تھے لہذا اسلام یہاں پہنچنے سے پہلے وہ خود اسلام کی تعریف کیلئے اقدام کریں اور اسلام کے چہرے کو مسخ کریں اس کیلئے انہیں اسلام کو درسگاہوں میں پڑھنا ناگزیر تھا انہوں نے اسلامی درسگاہوں میں بڑی محنت کے ساتھ اسلام کو پڑھا اس عمل کو استشراق موتمرات کے ذریعے زندہ رکھا اور زیادہ ترجیح عرب مسلمانوں کو دی۔

۲۔ موتمرات کا عنوان وموضوع اسلام ومسلمین رہا ہے۔

۳۔ ادب کو ایک عنوان خصوصی کے طور پر رکھا۔

۴۔ خواتین کو خصوصی اہمیت دی کانفرنس کے اہداف ص ۱۷۴ پر لکھتے ہیں ایک دوسرے سے صداقت و دوستی و تعاون بڑھائیں تعاون کا موقع تلاش کریں۔

۴۔افراد کو اسلام کو منہدم کرنے اور اس کو تبدیل کرنے اور مخالفت کرنے کے لئے بطور وسیلہ استعمال کریں تاکہ امریکہ اور اہل مغرب کے مفادات کا تحفظ ہوسکے۔

۵۔کانفرنس کے ذریعے مستشرقین کے بارے میں شرکائے معمرات یا انتخاب مستشرقین میں وہ شامل ہوسکتا ہے جو مسیحیت کی طرف دعوت دے سکتا ہو۔

۶۔سیاسی لوگوں کو شامل کریں جو وزارت خارجہ کے کارکن ہوں۔

۷۔جو بلاد عربی کے بارے میں معلومات رکھتے ہوں۔

۸۔وہ افراد جو امریکہ میں رہتے ہیں وہ ہمارے منشور کو اپنے ملک میں بہتر انداز میں پیش کر سکتے ہیں۔

استشراق:۔

تاسیس استشراق ہجوم مستشرقین اور عالم غرب کی اسلام و مسلمین کے خلاف مزاحمت و مقاومت اور جنگ کا موضوع سطحی نہیں ہے، یہ جز ورقدیم وجدید پر استوار ہے۔ مسلمین ونصاریٰ حسب تعبیر ادیان دو برادر دین آسمانی تھے اسلام و مسلمین نے ان کا احترام رکھا پاس رکھا خود دونوں کا راستہ دین الٰہی آسمانی ہونے کے ناطے سے دوتن میں ایک جان تصور کرتے تھے چنانچہ مجوس فارس کا روم کو شکست دینا مسلمانوں کیلئے باعث رنج والم تھا۔روم کا فارس پر غلبہ مسلمانوں کیلئے باعث خوشی تھا لیکن غرور اقتدار میں محو اندھے بہرے امپراطور روم نے حضرت محمدؐ کی دعوت کے پھیلاؤ کو جزیرہ عرب میں برداشت نہیں کیا اور اس دعوت کو قبول کرنے کی بجائے مزاحمت و مقاومت کا آغاز کیا چنانچہ لشکر اسلام نے ان کو متنبہ کیا کفر و شرک اور الحاد کے پاؤں تلے دبے ہوئے مسیحیوں کو نجات دلانے کیلئے خلفاء اسلام ان سے نبرد آزما ہوئے۔فتح ہمیشہ لشکر اسلام کو نصیب ہوئی۔یہ اسکی تاریخی جز ور ہیں یہاں تک کہ اسلام کے خلاف عداوت و بغض سے لبریز دل کی خبر قرآن میں آئی کہ مومنین کے سرسخت دشمن یہود و نصاریٰ ہیں۔اس عداوت ونفرت کی آتش اس وقت شعلہ ور ہوئی جب امپراطور اسلام کا ایک مرکز قلب یورپ اندلس کے شہر قرطبہ میں قائم ہوا۔علماء و راہبان نصاریٰ

اسلام کو جاننے کیلئے اس مدرسہ میں داخل ہوئے عربی زبان سے آشنا ہوئے مصادر اسلام تاریخ اسلام سے واقف ہونے کے بعد اسلام کی جاذبیت وکشش عقل ومنطق سے پر اخلاق حمیدہ سے ہدایت لینے کی بجائے عداوت وبغض سے پُر ہوگئے اور دین نصاریٰ کے لئے احساس خطر کو روکنے کیلئے صلاح ومشورہ، تمہید و تیاری کے عمل کو انہوں نے عربی زبان سے استشراق کیا لہٰذا استشراق کا بنیادی ہدف اسلام و مسلمین کو مذموم و مقبوح متعارف کرنا تھا تاکہ اہل نصاریٰ ان سے دور رہیں جس طرح آج ہمارے ملک میں فرقے اپنی اولادوں کو اسلام شناسی سے دور رہنے کی ہدایت دیتے ہیں۔ ہو بہو انہوں نے اسی طرح سے کیا تھا۔ اس طرح استشراق کی بنیاد خالص دینی تھی۔ یہاں کوئی تصور اقتصادی وسیاسی وجنگی نہیں تھا صرف چہرہ اسلام و مسلمین کو سیاہ پیش کرنا تھا۔

۲۔ دوسرا ہدف سیاسی کشور کشائی ہے جب یورپ میں ۱۷۵۸ء میں انقلاب آیا اور کلیسا کو عمارت میں قید کیا ملک کی ترقی کی صدا بلند ہوئی، مرد وعورت میدان عمل میں اتر آئے۔ مختصر اجرت پر کام کرنے والی افرادی قوت کی کثرت نے ان کی پیداوار میں روز افزوں اضافہ کیا پیداوار کو بیرون یورپ لے جانے اور یورپ میں باہر سے خام مال لانے کیلئے سوچ و بچار کرنے کے بعد ان کے مردان سیاسی نے یہ فیصلہ کیا یا مستشرقین نے یہ فیصلہ کیا کہ طلاق رجعی دیئے گئے کلیسا کی طرف دوبارہ رجوع کریں ان کو ساتھ ملائیں۔ اس کی مثال کچھ اس طرح سے ہے کہ ہمارے ملک میں کالم نگاروں سیکولروں کے منشورات واہداف وحرکات وسکنات کے مقابل جوں ہی مقاومت ومزاحمت دیکھتے ہیں تو ان کی آوازیں ٹی وی پر بلند ہوتی ہیں طنز کی سرخیاں اخبار و جرائد میں نمایاں نظر آتی ہیں حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں مولویوں کو مساجد میں بند رکھیں لاؤڈ سپیکر کی آواز کو بند کریں کیونکہ یہ ہماری آواز کو بند کرتے ہیں لیکن جوں ہی مولویوں کی ضرورت پڑے تو فوراً کہتے ہیں یہ تو علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ اٹھیں ہمیں پولیو پلانے میں مشکلات ہو رہی ہیں لوگ پولیس سے بھی قابو نہیں آ رہے ہیں اس کو امام جمعہ وجماعت اپنے نصاب میں شامل کریں تو اس وقت حکومت نواز علماء اس بارے میں سبقت کرتے ہیں شکر ہے کہ آج دوبارہ ہماری طرف رجوع کیا ہمیں دوبارہ زوجیت میں

لے لیا، کلیسا نے بھی سجدہ شکرادا کیا کہ اب ہم بیوہ نہیں رہیں گے تو مستشرقین نے بھی پہلا کام یہ کیا کہ ایک تنصیری جماعت بنائی اور اقنوم مسیح جو یورپ والے نہیں سمجھے اس کو مسلمانوں کو سمجھانے کیلئے بھیجنے کا فیصلہ کیا کیونکہ وہ ڈرتے تھے ان کا دین عقل ومنطق پر قائم نہیں تھا لہٰذا انھوں نے اخلاق کو اٹھایا، آداب کو اٹھایا اخلاق بڑی چیز ہے آداب بڑی چیز ہے ہم آپ کے معذوروں کی مدد کریں گے مریضوں کا علاج کریں گے بچوں کو تعلیم دیں گے لیکن اندر سے ان کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں میں موجود کمزور ذہنوں کو خریدا جائے۔عمر بھر بلکہ نسل درنسل طوق وزنجیر پہنانے کیلئے یہ لوگ آئے تھے چنانچہ سولہویں سے اٹھارویں صدی تک ہندوستان میں پرتگال سے فرانس وبرطانیہ ودیگر یورپ کے علاقوں سے تنصیری گروہ در گروہ عزائم سوء خبیثہ لے کر قارہ ہند میں آئے تو ہندو بوزی جو لقمہ حیات اور ستر لباس سے محروم تھے اور وہ ہندو جو بے عقل و بے شعور براہمہ کے پاؤں تلے دبے ہوئے تھے انہوں نے استقبال کیا آج اگر ہندوستان میں مسیحی پائے جاتے ہیں تو یہ ان تنصیریوں کا بیج ہے لیکن مسلمانوں کو گرچہ فرقہ باطنیہ نے حقائق ومعارف اسلام نہیں سکھائے تھے لیکن قرآن مجید کو سمجھنے والوں نے توحید، رسالت، ایمان بہ آخرت جیسے موٹے موٹے اصول وفروع زبانی یاد کروائے تھے وہ جال تنصیری میں نہیں آئے۔ یہاں سے مسیحیوں کے غم وغصہ میں مزید اضافہ ہوا یہ غم وغصہ تشدد کا سبب بنا اور یہ تشدد اس بات کی نشانی بنا کہ لوگوں نے ان سے آزادی حاصل کرنے کا سوچا لہٰذا تنصیری جب اپنے مشن میں ناکام ہوئے تو مستشرقین کا گوریلا اور استعماری واستحصالی گروہ بیڑوں میں سوار ہو کر یہاں آیا تو جنگ کا رخ موڑ کر، دوسرا نقشہ جو لوئیس ثامن (بادشاہ فرانس) نے پیش کیا تھا اس پر عمل شروع کیا، لوئیس ثامن مصر میں جنگ صلیبی کے دوران اسیر ہوا تھا اور فدیہ دے کر آزاد ہوا تھا، اس نے اپنی ڈائری کی یادداشت میں لکھا تھا کہ اب آئندہ مسلمانوں سے اسلحے کی جنگ نہ لڑیں بلکہ ان سے فکری جنگ لڑیں، اس جنگ کا نام اس نے غزوہ فکری رکھا۔

مستشرقین کا مسلمانوں کو سیکولر بنانے میں کردار:۔

۱۸۷۳ء سے اکیسویں صدی تک مسلسل پیہم بغیر کسی وقفے کے ضخیم ووسیع سرمایہ گزاری سے اسلام

ومسلمین کونشانہ بنایااورمسلمانوں کوسیکولر بنانے میں کوئی معمولی کسر تک نہیں چھوڑی،انھوں نے مسلمانوں سے کئی گنازیادہ قرآن مجید پرتوجہ دی،لہٰذاقرآن کوسمجھنے کے لئے جوبھی ذریعہ ممکن ہوسکتا تھااسکوانھوں نے اپنایا، سرفہرست قرآن کواپنی زبان میں ترجمہ کیا،دوسرا یہ کہ قرآن کی آیت استخراج کرنے کیلئے معجم تیار کی انھوں نے جتناممکن ہوسکا قرآن کوسمجھا اور اپنے ملک کے مسؤلین کواندھیرے میں نہیں رکھا،حقیقت و واقعیت اورصداقت وصراحت میں بیان کیا،چنانچہ برطانیہ کی پارلیمنٹ میں دارالعوام کے نمائندوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا یہ مسلمانوں کی کتاب ہے جب تک ان کے ہاتھ میں یہ کتاب ہوگی ہم کچھ نہیں کرسکتے ہماری پہلی ترجیح یہ ہونی چاہیے کہ مسلمانوں کوقرآن سے الگ کریں،یہاں ہم یہ بتانا مناسب سمجھتے ہیں کہ ان کےعلماءوراہبان اورمسئولین حکومت نے اپنے دین اورملک کو بچانے کی خاطر اسلام کوصحیح طریقے سے پڑھا، سمجھااوراپنے مسئولین کوحقائق سے آشنا کیااورتنہااسی پراکتفاءنہیں کیا بلکہ تمام توانائیوں سے مشرق کی زمین پرتوجہ کی۔انہوں نے قرآن،سنت محمدؐاورتاریخ اسلام کے باریک نقاط کوسمجھالیکن ہمارے دینی مدارس اور حوزات والےعباوقبااورعمامہ میں اداکاری کرتے ہیں اپنی عوام میں کم لیاقت رکھنے والوں کودھوکہ دیتے ہیں کہ قرآن سمجھنے کی کتاب نہیں،اپنی ملت میں جھوٹ درجھوٹ بولتے ہیں اور یہ کہتے اور لکھتے نظرآتے ہیں کہ ہمارے دین کا پہلا مصدرقرآن ہے،لیکن ان کے مدارس وحوزات اوراعلیٰ درسگاہیں،ان کے اجتماعات ولادت ووفات وسیاسی میں قرآن کا نام تک نہیں ہوتا ہے،کہیں نعت رسول مقبول اورکہیں فضائل اہل بیت کے نام سے،قصائدممنوعہ ازقرآن چلتے ہیں۔اورآغازتقریبات میں چندمنٹ کی تلاوت ہوتی ہے وہاں بھی آیات کامفہوم بتانے اورسمجھانے سے دانستہ طور پرگریز کیا جاتا ہے جبکہ مسلمانوں کے گھروں اور بازاروں سب میں مستشرقین کی حکمرانی چلتی ہے،وہاں ان کوقرآن سے دوررکھا جاتا ہے،لیکن وہ یہ جملہ صرف زبان کی حدتک رکھتے ہیں کہ قرآن ہمارا مصدراولیٰ ہےلیکن عملی میدان میں ان کا رشتہ قرآن سے ختم ہے،مستشرقین نے جس حکمت عملی سے مسلمانوں کوقرآن سے الگ کیاوہ طریقہ کتاب الاستشراق والخلفیۃ الفکریہ الاصراع الحضاری تالیف دکتورمحمد حمدی زقزوق ص ۸۹ پرلکھتے ہیں۔''مستشرقین نے پہلے مرحلہ میں تہمت وافتراءکو

اچھالا، عصرنزول قرآن میں مشرکین نے بھی مقابلہ ومزاحمت ومقاومت کرنے کے لئے یہی پروپیگنڈا کیا تھا کہ نعوذ باللہ محمدﷺ جھوٹ بولتے ہیں، صدر اسلام میں مشرکین کہتے تھے کوئی اوران کوسکھا تا ہے، اس نے نعوذ باللہ اللہ پرتہمت وافترا باندھا ہے، فرقان آیت ۵، نمل ۱۰۳، انھوں نے کہا کہ قرآن اللہ کی وحی نہیں ہے بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خودساختہ ہے''جورج سیل''(GEORGE SALEs) جس نے قرآن کے معنی کوانگریزی میں ترجمہ کیا تھا(Koran of Mohammad) جو۱۷۳۶ءکونشر ہوا تھااس نے کہا کہ محمد قرآن کے مبتکر ہیں یہ بات قابل تردید وتشکیک ہے جدلی نہیں یقینی ہے لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کو اس سلسلہ میں دیگران کی مدد حاصل رہی ہے ولو مختصرہی کیوں نہ ہو جورج سیل جو اسلام کو سمجھنے میں بہت منہمک تھا، اس نے کہا کہ میں نصف مسلمان ہو چکا ہوں، اسکے بعد اس نے ایک کتاب تالیف کی ''محمد القرآن''اس کے ترجمے سے دیگر مستشرقین نے ۱۸۴۱ء میں فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا، اب یہ ترجمہ یورپ میں مستشرقین کے لئے معتبر مصادر میں سے ہے اس نے کہا محمد نے قرآن تالیف کیا ہے، ریچارڈ بل (Richard bell) نے مقدمہ قرآن کے نام سے ایک کتاب لکھی اس نے کہا کہ محمد نے قرآن کتاب مقدس سے اخذ کیا ہے، اس کا مصدر عہد قدیم کے قصص ہیں جیسے عاد وثمود وغیرہ یہ قصص یہودیوں اور نصرانیوں سے لئے ہیں قرآن کو لکھنے میں یہودیوں سے مدد لی ہے،، مستشرق لوت،، کہتے ہیں پیغمبر کتاب لکھنے میں فکر یہود سے متاثر تھے اور مکہ کے نصاریٰ سے استفادہ کرتے تھے''۔

۲۔تحریف قرآن کوبھی انھوں نے اٹھایا ہے۔

شکارچیان مستشرقین:۔

مستشرقین کے جال میں کونسے شکارچیان پھنس گئے، یعنی امت محمدؐ سے، کونسی اصناف وگروہ، کو اُنھوں نے نشانہ بنایا۔کونسے اصناف اس میں پھنس گئے، جو افراد اور گروہ ان کے اس جال میں پھنس گئے ان کا نام لینا درست نہیں کیونکہ وہ شخص فردی بن جاتا ہے سوچتا ہوں، اگر کسی ایک صنف کو اُٹھائیں تو دوسری صنف معصوم بن جاتی ہے، بطور مثال اگر اس صنف میں خواتین کو پیچھے کریں تو ان میں بہت سی خواتین بلکہ

اکثریت کے ساتھ ناانصافی ہوگی کیونکہ پی پی اور پرویز مشرف کی حکومت کی سرتوڑ کوشش کے باوجود ابھی بھی، محصنات وعفیفات اورعجیبات، مغرب اور ملک کے سیکولر طبقے کے لئے خارچشم بنی ہوئی ہیں جتنے مرد، ان کے جال میں پھنسے ہیں ان میں بڑے بڑے خاندان، سیاستدان وصنعت کاراورزمیندار ہیں، لہٰذا صنفی نشانی صحیح نہیں، بلکہ اوصافی نشانی درست ہے۔اس کا طریقہ یہ ہے کہ صرف یہ بتایا جائے پوری امت اسلامی کی تاریخ میں کن کن صفات کے حامل افراداس جال میں پھنس گئے تھے اورانہوں نے اسلام وامت اسلام کے ساتھ کتنی خیانت کی، مثال ملاحظہ کریں۔

مستشرقین نے مسلمانوں کوویران خانوں سے وابستہ کیا:۔

مستشرقین نے مسلمانوں کواپنے مستقبل کے بارے میں سوچنے سے باز رکھنے کیلئے بہت سی تدابیر اپنائی ہیں تاکہ وہ بیدار وآگاہ نہ ہو جائیں اور ہماری حرکتوں سے واقف نہ ہو جائیں اس کیلئے جوطریقے انتخاب کئے ہیں وہ کچھ اس طرح سے ہیں۔

۱۔ ہر ملک، صوبہ، ضلع اور تحصیل والوں کواپنے آباؤاجداد کے آثار کی تعمیرات میں مصروف رکھیں تا کہ بروقت یاعندالضرورت کام لینے کے لئے آسانی ہوجائے ان کے ماضی کوزندہ کرنے کے بعدان کی تحقیر وتذلیل کریں چنانچہ امریکی مشہور سرمایہ دار، کفیلر یہودی، نے مصر میں آثار فرعون کواٹھانے کے لئے اس وقت دس ملیون ڈالردیئے تھے اس طرح بہت سے یہودیوں نے اس میدان میں حصہ لیا۔

۲۔ عالم غربی اور عالم اسلامی میں فرق کوواضح کریں تاکہ اس فرق سے مسلمانوں کی تذلیل کرسکیں کہ تم لوگ ایسے تھے۔

۳۔ قبرستانوں کوآباد کریں تاکہ مثل جاہلیت قدیم اجساد بالیہ وفرسودہ کواٹھایا جائے جیسا کہ سورۃ مبارکہ تکاثر میں آیا ہے اس سورۃ کی تفسیر میں حضرت علی کا ایک خطبہ بھی ہے۔ان کا یہ منصوبہ بہت موثر وکارآمد ہے، آج ہمارے شہرویران خانوں کی مثال بنے ہوئے ہیں اورقبرستانوں کی صفائی ستھرائی ہوتی ہے۔ترقی وتمدن وصنعت گری کرنے کی بجائے قبرستانوں میں اپنے عزیزوں کی اورخاص کراپنی ماں کی قبر سے لپٹ کر

مانگیں اور ملک سے باہر قیام والوں کیلئے بذریعہ انٹرنیٹ قبروں سے رابطہ بنایا جائے۔

۴۔دعوت انسانیت کو اٹھایا جائے تاکہ لوگوں کو دین سے الگ کریں۔

۵۔دنیا بھر میں یہودیت اور نصرانیت کی ایجنسیوں اور تنظیموں نے ہر آئے دن کوئی نہ کوئی ایسی فکر اُٹھائی ہے جو دین اسلام کی جگہ جاگزین ہوسکے۔وحدت ادیان اور تقاہم ادیان کے نام سے تحریک چلائی۔

۶۔ہر وہ فکر وسوچ جو اسلام کو یہاں سے رخصت کرے اس کی بساط کو لپیٹے اور اس کی جگہ،کمیونیزم اور ڈارون کے نظریہ تطوریہ، وجودیہ، علمانیہ، آزادی صوفیاء اور قومیت وطنیت آجائے اس کو اُٹھایا ہے۔

مستشرقین کے بارے میں ہمارا موقف۔

۱۔کیا ہمارا موقف یہ ہونا چاہیے کہ جنہوں نے ہماری تعریفیں کی ہیں ہم ان کے مرہون منت ہو جائیں اور ان کی تعریف کریں اور جنہوں نے ہمیں وحشی کہا ہے چور کہا ہے ہم بھی انہی کی زبان میں ان کیلئے برے الفاظ وکلمات استعمال کریں۔

۲۔ہم نے ان کے دیئے گئے منشورات کو حیرت اور شدت سے جامعہ عمل پہنایا ہے کیا ہم مثل مشرکین مکہ قبرستانوں کی زیارت کریں اور انھیں باور کرائیں مثلاً البیرونی، جابر بن حیان، نصیر الدین اسماعیل ،ابن سینا، فارابی اسماعیلی ہم سے تھے۔

۳۔قرآن کو بھی قبرستان تک محدود رکھیں۔

۴۔قصہ پارینہ گزشتہ وخود ساختہ کو دہراتے رہیں ابو بکر اور عمر بن خطاب وعثمان جنہوں نے جوانمردی سے امت اسلام کی قیادت ورہبری کی تھی اس کی پاداش میں انہیں سبّ وشتم کا نشانہ بنائیں اور اس کو اصول عقائد میں گنائیں۔

۵۔ان کی تحقیق کے سامنے اپنی تقلید پیش کریں اور یہ کہیں کہ تمہاری ایسی کی تیسی ہم تو آباؤ اجداد کی تقلید میں ہیں۔

۳۔استغراب۔

استغراب،غرب گرائی،غرب زودگی،غرب نمائی،حرکت تنصیر واستشراق کی کامیابیوں اوران کی مسلم معاشروں میں آزادی کے بعد تیسرایا آخری مرحلہ استعمارگری وغرب گدائی ہے۔اسلامی ملکوں میں دعوت استغراب کو پھیلانے میں پہل کرنے والوں میں ان شخصیات کے نام ہیں،کتاب مذاہب الکفریہ المعاصرہ ج۱ص۴۶۰،پرآیاہے۔

۱۔جورجی زیدان مسیحی ۲۔فرج انطون ۳۔شملی شمیل ۴۔یعقوب حروف
۵۔علی عبدالرزاق ۶۔طہٰ حسین ۷۔قاسم امین ۸۔توفیق حکیم
۹۔ابن خولی ۱۰۔محمود عاطف عراق ۱۱۔زکی مبارک
۱۲۔سلامۃ موسیٰ ۱۳۔حسین اہوازی

مستبدکون ہےفرقےیاسیکولر:۔

ملک میں جاری ناہمواری،افراط وتفریط،قتل وکشتاراور جنگ وجدال کے بارے میں سیکولروں کی اکثریت کے نزدیک ریاست وحکومت مذہبی استبداد کے سامنے خاضع اور بے بس ہیں جب کہ بعض جمہوریت کے خواہاں کے نزدیک فوج مستبد ہے عوام کے سرپہ ہمیشہ فوج کی تلوارلٹکتی رہتی ہے اس لئے انہوں نے اس کیلئے ایک بےسند سند بنائی ہے''بدترین جمہوریت بہترین آمریت سے بہتر ہے'' جبکہ تیسرے گروہ والوں کا کہنا ہے سب سے خطرناک استبداد جسے سہنے اور برداشت کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں جو میٹھی زبان،مسکراتے چہرے،آبدیدہ مگرمچھ والی آنکھوں سے غیرشعوری استبداد جمانے والے ہیں وہ سیکولر ہیں لہٰذا ضروری ہے کہ پہلے مرحلہ میں استبداد کا مفہوم واضح کریں،تاکہ ہرکسی کو معلوم ہوسکے کہ استبداد کیا ہے اور مستبد کون ہے؟ کون اس سے متوسل ہوتا ہے اورکون متوسل نہیں ہوتا،غرض اس کلمہ کا اصل معنیٰ معلوم کئے بغیر کسی پرٹھونسنا درست نہیں ہے اگرکسی پرٹھونسیں گےتو یہی استبداد ہوگا۔اگرہم استبداد سے پوچھیں جناب آپ کا سلسلہ نسب کیا ہے آپ کی تاریخ پیدائش ومحل پیدائش کب اورکہاں ہے،آپ کے کتنے بہن بھائی ہیں تو

استبداد جواب دے گا میرا نام، شر، ہے باپ کا نام ظلم ہے، ماں کا نام برائی ہے، بھائی کا نام غدار ہے، بہن کا نام بے سکونی ہے، چچا کا نام ذر ہے، خالہ کا نام بے وقوفی ہے، بیٹے کا نام فقر ہے، بیٹی کا نام بے پرواہی اور خاندان کا نام جہالت ہے۔

جہاں استبداد ہوگی، وہاں براہی ہوگا، لیکن اس کے پاس اپنی پسندیدہ یا ناپسندیدہ کارکردگی منوانے کا طریقہ جبر وتشدد اور استعمالِ طاقت ہے، اس کا اسلحہ، جیل، سنگسار، تختہ دار، لوٹ مار اور خوف وہراس ہے، یہ اس کا معمول کا کردار ہے، اب یہ دیکھنا ہے کہ دین میں استبداد ہے یا نہیں تو ہمیں تفصیل میں جانا ہوگا ہم ایک کلمے میں ہاں نہیں کہہ سکتے ہیں کیونکہ ہمارے سامنے دین کے چند مصادیق ہیں:

ا۔ دین مسیح، ہمارے سامنے جو زیادہ فعال اور سرگرم دین ہے وہ دین نصاریٰ ہے دین نصاریٰ کے اصول وفروع، احکام وہدایات کے بارے میں دو اہم پیچیدگیاں پائی جاتی ہیں۔

ا۔ ان کے اصول وفروع اور احکام وہدایات اللہ کی طرف سے نازل شدہ نہیں، بعد میں لکھی جانے والی کتابوں سے مستند ہیں ان کتابوں کی نسبت کسی بھی طرح اللہ اور اس کے رسول سے ثابت نہیں ہے۔

۲۔ جو اصول وفروع دین کے نام سے ہیں وہ پیچیدہ اور پرانی عبرانی زبان میں ہیں ان کے ہاں عام انسان کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ حقائق ومعارف دین بیان کرے یہ حق صرف کلیساء کو حاصل ہے کلیساء میں موجود پوپ سے اسقف اور بطرق کے بارے میں پوچھنے کا حق نہیں کہ ان کی علمی استعداد کیا ہے۔ اس طرح دین یہود بھی تورات کو اللہ سے انتساب صحیح یا انتساب بلا واسطہ کرنے سے عاجز وقاصر ہیں، بلکہ ان کے بعض علماء کے کہنے کے مطابق اللہ سے نسبت دینا الوہیت کی توہین وتنقیص ہے جبکہ دین اسلام کے مصدر اصلی قرآن وسنت ہیں، قرآن خالص اللہ کا کلام ہے اس میں نبی کا بھی کوئی کردار نہیں ہے، اس کے فہم وادراک اور بیان کو بھی مخصوص طبقے کے لئے نہیں رکھا ہے بلکہ ہر عارف بہ زبان عربی اور صاحب عقل وبصیرت کے لئے کھلی کتاب ہے۔ اس کے مصدر ہونے میں نہ کوئی شک ہے نہ اس کے فہم میں کوئی پیچیدگی ہے، لیکن اس دین میں استبداد واستکبار ہے یا نہیں اس سلسلہ میں کثیر آیات ہیں ایک جگہ فرمایا ہے دین میں کوئی اکراہ نہیں

ہے دوسری جگہ فرمایا ہم نے خیر وشر کو ہر خاص و عام کے لئے واضح و روشن کیا ہے چاہے کوئی راہ ہدایت کو اپنائے یا ضلالت وگمراہی کو تو اس دین میں تنہا اکراہ نہیں بلکہ اکراہ سے منع بھی کیا گیا ہے اسلام میں ہر شکل و صورت، نوعیت وکیفیت، کے استبداد کو مسترد کیا گیا ہے۔ استبداد مذاہب کا مقدر ہے۔

فرقے اور سیکولر میں کون زیادہ مستبد ہے۔

مذہب اور دین میں تمیز نہ کرنے والے کبھی کبھی مذہب کی جگہ دین کا لفظ استعمال کرتے ہیں یہ ایک قسم کی غلط فاحش نا قابل بخشش افتراء ہے کیونکہ دین اللہ کی طرف سے آیا ہے وہ قرآن کی صورت میں آیا ہے، قرآن میں ہر قسم کے جبر واکراہ کی نفی کی ہے، بقرہ ۲۰۶، یونس ۹۹، غاشیہ ۲۲۔ دین اسلام دلیل مانگتا ہے دلیل دیتا ہے دلیل اللہ ساری دلیلوں کو محکوم کرتی ہے، ﴿قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَة﴾ جبکہ مذہب انسانوں کی، چوروں، منافقوں کی ساخت ہے دین پر پیوند ہے لہٰذا مذہبی تشدد کو دین کے کھاتے میں ڈالنا جہل و حماقت وتعدی ہے تشدد ہمیشہ فاقدان دلیل ہی کرتے ہیں، اسے مناظرہ مجادلہ مباحثہ کریں تجزیہ کریں کہ تشدد کون کرتا ہے؟، ورنہ عقلی اور سائنسی تحلیل وتجزیہ کے تحت استبداد وہی کرتا ہے جس کے ہاتھ میں قدرت ہوتی ہے یا جس کی پشت پر قدرت ہوتی ہے لیکن سوال ہوتا ہے استبداد کیوں کرتے ہیں۔ کہتے ہیں جس کے پاس اپنے مدعیٰ پر دلیل بین و برھان نہ ہو وہی زیادہ استبداد کرتا ہے۔ جو کمزور دلائل رکھتا ہے یا جھوٹ سے مدد لیتا ہے وہ بھی استبداد کرتا ہے لیکن ڈرتا ہے کہ کہیں یہ کمزور دلائل یا جھوٹے دلائل بھی ہاتھ سے نہ نکل جائیں، جن کے پاس کسی قسم کے دلائل نہیں ہوتے وہ زیادہ استبداد کرتے ہیں۔ لوگوں کو ہمیشہ خوف و ہراس میں رکھتے ہیں بد سے بدتر سزائیں سناتے ہیں سزا بھگتنے والے کو تو چھوڑیں، سزا کی بات سننے والوں پر رعشہ طاری ہو جاتا ہے اس سلسلے میں چند مثالیں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

۱۔ آغا خانی بلتستان میں مخفی طور پر لوگوں کو آغا خانی بنا رہے ہیں۔ اہل بلتستان والے خود کو اثنا عشری کہتے ہیں، خود کو اہل دین وشریعت اور حلال وحرام و جائز و نا جائز کے پابند پیش کرتے ہیں، لیکن اندر سے آغا خان منکر دین وشریعت کے مقلد ہیں۔ مخفی حرکتیں وہی کرتا ہے جس کے پاس کسی قسم کے دلائل نہ ہوں وہ

آغا خانیوں کو دیندار تو نہیں کہہ سکتے لیکن کہتے ہیں یہ علی کو مانتے ہیں، علی کو ماننے والے علی کو نہ ماننے والے سے بہتر ہیں ولو باقی دین کے اصول وفروع کو مسترد ہی کیوں نہ کریں، اس لئے وہ آغا خان کو صحیح النسب سادات میں شمار کرنے لگے ہیں کہتے ہیں یہ اصلی سید ہے، لیکن ان کو یہ پتہ نہیں کہ اس بات سے خود بلتستان کے سیدوں کی نسبت مشکوک ہو جاتی ہے کیونکہ آغا خان ان کے نسب سے نہیں ہے لیکن علامہ جعفری اور محمد علی شاہ نے مزید اوپر چڑھ کر کہا کہ جو اس کی سیادت کو نہیں مانتے ان کی سیادت میں اشکال ہے۔ آغا خان کے دعویٰ کے تحت ان کا نسب اسماعیلی نزاری سے ملتا ہے اور اسماعیلیوں کا سلسلہ نسب معز الدولہ فاطمی سے ملتا ہے لیکن خود فاطمیوں کا نسب مجہول ہے۔ لہٰذا اہل مصر نے معزالدین سے پوچھا کہ آپ سادات کے کس خاندان سے ہیں تو اس نے کہا کل جواب دوں گا، جب دوسرے دن آ کے پوچھا تو اس نے اپنے دائیں طرف اشرفیوں کی تھیلی دکھاتے ہوئے کہا ماننے والوں کیلئے یہ ہے اور پھر بائیں طرف رکھی تلوار دکھا کر کہا نہ ماننے والوں کیلئے یہ ہے، معلوم ہوا تلوار، پستول، کلاشنکوف، راکٹ، وہ دکھاتا ہے جس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی ہے۔

۲۔ معاویہ نے اقتدار کی خاطر جھوٹے ولی بن کر عثمان کے قتل کا قصاص علی سے لینے کیلئے جنگ لڑی، بعدازاں صلح امام حسن کے نتیجے میں اقتدار پر قابض ہوا لیکن اس اقتدار کے لیے قرآن وسنت یا اہل حل وعقد کی رائے سے سند نہیں دیا، لہٰذا ان کے خلاف جب مہم چلی تو بہت، نرمی وعفو ودرگزر کا مظاہرہ کیا اور مخالفین کے بارے میں اپنی پالیسی کا اعلان کیا، اگر کوئی مال سے خاموش ہوتا ہے، تو میں بدزبانی نہیں کروں گا اگر بدزبانی سے خاموش ہو جائے تو تلوار نہیں چلاؤں گا، وہ استبداد سے گریز کرتے تھے۔ ان کی طرف سے والی زیاد بن ابیہ تھا جو بہت سختی کرتا تھا، جبکہ مغیرہ بن شعبہ بہت مدارات سے چلتا تھا، معاویہ نے زیاد بن ابیہ کو خوش کرنے اور خریدنے کیلئے ابوسفیان کا بیٹا ہونے کا اعلان کیا تھا، جو ان کے گلے پڑا، اس کمزوری کو دبانے کیلئے اسے استبداد کرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ اس نے کوفہ میں مغرب کے بعد اگر کوئی گھر سے باہر ملے تو قتل کرنے کا حکم دیا تھا چنانچہ اس وجہ سے لوگ باہر نہیں نکلتے تھے۔ اسی دوران باہر سے کوئی آدمی آیا اس کو اس

قانون کا پتہ نہیں تھا وہ رات کو پہنچا تو اس کو پکڑ کر زیاد کے سامنے پیش کیا گیا اس نے توجیہ بیان کی کہ مجھے اس قانون کا علم نہیں تھا اس لئے میں رات کو یہاں پہنچا ہوں ۔ زیاد نے کہا تم سچے ہو لیکن تمھارے قتل سے سارے شہر کو عبرت ہوگی۔ ہم موقع کی مناسبت سے استفادہ کرتے ہوئے علماء و دانشوروں کی ایک عام غلط گوئی سے پردہ ہٹانا چاہتے ہیں، کہا جاتا ہے ''حکومتیں کفر سے چل سکتیں ہیں لیکن ظلم سے نہیں'' یہ بات بالکل غلط اور بے بنیاد ہے اس کی سند نہ قرآن سے ملتی ہے اور نہ نبی کریمؐ کی سنت سے ملتی ہے اور نہ ہی یہ کسی فلسفی کی عقلی دلیل ہے بلکہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ جملہ خود ظالمین نے ظلم برداشت کرنے والوں کو صبر کی تلقین کیلئے کہا ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے کہ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾(لقمان۱۳) یعنی کفر بذات خود ایک بڑا ظلم ہے۔ بنی امیہ کی حکومت کو استحکام معاویہ کی سیاست وفراست سے نہیں بلکہ زیاد بن ابیہ اور حجاج بن یوسف کی خباثت سے ملا تھا۔ گرچہ ان دونوں کے جرائم معاویہ اور عبدالملک کے سر ہی ہیں، اگر زیاد کی استبدادیت نہ ہوتی تو معاویہ کی حکومت کو دوام نہ ملتا، اسی طرح اگر حجاج بن یوسف کی استبدادیت نہ ہوتی تو عبدالملک بن مروان کے حق میں مسلمان عبداللہ زبیر سے لڑنے کیلئے نہ نکلتے کیونکہ یہ دونوں ہر حوالے سے چہرہ دینی نہیں رکھتے تھے۔ اسی طرح یزید کی حکومت کو استحکام دینے والا اسی زیاد کا بیٹا عبید اللہ بن زیاد تھا۔ اسی طرح اگر انگریز کا استبداد نہیں ہوتا تو آج یہاں دین اسلام کا نفاذ ہوتا۔ اس وضاحت کے بعد ہم فرقوں اور سیکولروں کے درمیان فرق کو واضح کریں گے کہ کون زیادہ مستبد ہے اور کون کمزور ہے، لیکن یہ بات یاد رکھیں کہ بغیر کسی سند و دلیل کے حکمرانی کرنے والے استبداد کرتے ہیں۔ اس معیار کے تحت فرقے کمزور دلائل رکھتے ہیں وہ جھوٹ سے مسائل کا حل پیش کرتے ہیں، جو کہ کم درجے کے مستبد ہیں لیکن سیکولر کسی بھی قسم کے دلائل نہیں رکھتا ہے وہ جھوٹ بھی زیادہ نہیں بول سکتے، کیونکہ اگر وہ جھوٹ بولیں گے تو سفید جھوٹ بولنا پڑتا ہے جس سے ان کا پول کھل جاتا ہے۔ فرقہ والے جب بغیر کسی استناد آیت قرآن کے اللہ اور اس کے رسولؐ کے حاکم بنانا چاہتے ہیں تو وہ، توریہ، جھوٹ، تقیہ، کلمات ذومعنیٰ، اغفال وتدلیس سے یہ مقام حاصل کرتے ہیں، ہر موڑ پر انہیں لباس وزبان بدلنی پڑتی ہے، سوتیلی ماں کی طرح زبان شیریں وہمدردی لیکن اندر سے چھری چلاتے

ہیں۔ فرقے اپنے مخالف فرقے کو دبانے کیلیے ہمیشہ سے لشکر ابرہہ سیکولروں میں شامل رہے ہیں۔

مذاہب کیوں استبداد اپناتے ہیں؟ اس لیے کہ انھوں نے دین سے جان چھڑانے کے لئے مذہب گھڑا ہے، جب یہ مثل مشرکین قرآن کو غیر اللہ کی طرف نسبت دینے سے عاجز وقاصر آئے تو قرآن سے لوگوں کو دور رکھنے کے لئے احترامی کلمات کے ذریعے قرآن کو عملی میدان سے بے دخل کیا، کہتے ہیں ہم دقائق قرآن کو درک نہیں کر سکتے یہ ہمیں مخاطب نہیں کرتا ہے ہم قرآں نہیں سمجھ سکتے، قرآن کو فہم وادراک سے بالاتر کرنے کے بعد سنت پیغمبر کے حوالے سے اپنے اپنے فرقوں کے جواز میں من گھڑت احادیث کی بوچھاڑ کی اور جب ان احادیث کو نبی کریم سے انتساب دینے سے عاجز وقاصر ہوئے تو خود علماء اسلام کے وضع کردہ اصول وموازین سے انحراف کر کے احادیث ضعیفہ واحادیث مرسلات کو بھی مستند گردانتے ہوئے نفاذ کرنا شروع کیا۔ اس پر ایک اور اضافہ،،فتویٰ مجتہد،، کے نام سے کیا اور ہر ایک نے اپنا ایک مجتہد بنایا، یہاں سے امت مسلمہ میں ایک،خالص مذہبی استبداد، کی تاسیس ہوئی۔ مذہب بغیر استبداد چل نہیں سکتا کیونکہ وہ ہر قسم کی دلیل وبرہان سے قاصر وعاجز ہے، لہٰذا مذہب طاقت وقدرت سے چلتے ہیں لہٰذا وہ کبھی خود حاکم بن جاتے ہیں تو مذہبی استبدادیت کرتے ہیں اور کبھی وہ اپنے سے بالاتر کسی مستبد کا مطیع بن جاتا ہے۔ مذہبی استبداد کی برگشت اجتہاد کو جاتی ہے، جس کا معنی قرآن وسنت کے مقابل میں حکم جاری کرنا ہے، مذہبی استبداد کا دوسرا مصدر تقلید ہے، یعنی کسی حکم کو بغیر کسی مطالبہ دلیل کے ماننا ہے، دونوں کے بارے میں آگاہی کے لئے فرقہ اجتہاد وفرقہ تقلید کتاب دراسات فرق ومذاہب میں رجوع کریں۔

۱۔ قرآن کو مکمل طور پر میدان شریعت سے برطرف کیا ہوا ہے۔

۲۔ رسولؐ اللہ کو نیم برطرف کیا ہے، سنت رسولؐ کہہ کر خود ساختہ سنت اصحاب وسنت اہلبیت کو رائج کیا۔ ماہرین نے جھوٹ کے ذریعے سے، رسولؐ اللہ اور اصحاب واہل بیت سے منسوب احادیث جعل کر کے انبار لگائے ہیں، جب لوگوں کو ان کی حرکات پر شک ہوا تو علم رجال بنایا ساتھ ہی احادیث کی جانچ پڑتال پر پابندی لگائی۔

۳۔فقہ یعنی علماء خود احکام صادر کر سکتے ہیں،ان کی غلطیوں کی سزا نہیں ہوتی بلکہ اجر وثواب بھی ملتا ہے۔

سیکولر کالم نگار اور تجزیہ نگار موجودہ ملکی صورتحال کے حوالے سے تمام تر ذمہ داری مذہبی جماعتوں پر عائد کرتے ہیں تمام کچرا و کوڑا خانہ مذہب میں پھینکتے ہیں قاضی و منصف اور مجری خود بنے ہوئے ہیں۔مذہبی جماعتوں کے دماغ میں سوچ نہیں یا ہمت و جرأت نہیں کہ اس میں ریاستی کردار کا بھی ذکر کریں۔جس طرح مذہب والے قوم وملت کو قرآن وسنت سے جان چھڑا کر پیرومرشد خانوں، یا مجتہدوں اور مفتیوں سے باندھ کر چلا رہے ہیں بلکہ اسلام کو دوسری تیسری صدی میں آنے والوں سے باندھا ہوا ہے اور ہر صدی پر ایک چوکی قائم کی ہوئی ہے،صرف یہی نہیں بلکہ مملکت اسلامی اور عوام الناس کے ساتھ ساتھ علماء کو بھی اسی چوکی پر روکا ہوا ہے۔کہتے ہیں یہاں سے آگے نہیں جا سکتے، زندوں کی بجائے مردوں سے باندھ کے رکھا ہے،اس وجہ سے دین کی ہدایت ورہنمائی سے امت کو محروم کر رکھا ہے لہٰذا فرقوں کا پیش کردہ مذہب زمینی ساخت کے آئین سے چنداں فرق نہیں رکھتا ہے۔مذہب اور سیکولرازم دونوں کی ساخت زمینی ہے، مذہب میں کہنہ پرستی کا راج رہا ہے لیکن جدت پسندوں نے بھی جدت پسندی کا نعرہ بلند کر کے ملت کو ساٹھ ستر سال پہلے گزرنے والے محمد علی جناح اور علامہ اقبال سے باندھ کر رکھا ہے۔یہ مذہبی استبداد سے کئی گنا زیادہ ضرر رساں استبداد ہے اس لئے کہ مذہبی استبداد طاقت سے محروم ہے۔مذہبی استبداد،صدقات،جعلی فطرہ اور قربانی کی کھالوں سے چلاتے ہیں جبکہ جدت پسندوں نے حکومتی خزانے کے علاوہ مذہبی صدقات سے بھی استبدا کو چلایا ہے۔ یہ دونوں اسلام کے داعی نہیں تھے بلکہ سیکولر ریاست کے خواہوں میں سے تھے یہ تضاد گوئیاں ہمیشہ اخباری کالموں میں یا ان دونوں کی برسی وسالگرہ کے موقعے پر نشر ہونے والی خصوصی اشاعتوں میں آتی رہی ہیں ابھی حال ہی میں ٦ ربیع الثانی بروز اتوار ۱۴۳۷ھ کو نشر ہونے والے میگزین میں ڈاکٹر ساجد علی سابق صدر شعبہ فلسفہ پنجاب یونیورسٹی، اور ڈاکٹر جاوید اقبال کے اپنے والد ڈاکٹر علامہ اقبال کے افکار ونظریات کی دین و دیانت پر ڈالی گئی تحقیقات چھپی ہیں۔

جاوید اقبال اپنے باپ کی دین سے لاپرواہی کے بارے میں لکھتے ہیں اقبال کا کسی بھی حوالے سے دین سے کوئی رشتہ نہیں تھا ان کا مربی مشہور و معروف مستشرق تھا، جو یہاں مسلمانوں کو منحرف کرنے کیلئے سرگرم تھا۔ آپ مولانا رومی کے مرید تھے جو فکر الحاد صوفی ازم کا پرچار کرتے تھے ان کے علاوہ یورپ میں بیگم عطیہ کے ساتھیوں میں سے تھے آپ کا تمام تر ہنر شعر گوئی میں تھا جسے قرآن مجید میں کہا گیا ہے کہ ان کا کوئی دین نہیں ہوتا وہ غاوین ہوتے ہیں۔ اپنے اشعار میں تضاد گوئی کرتے تھے کبھی سوشلزم کی مذمت کرتے اور کبھی کارل مارکس کو بغیر کتاب کے نبی کا درجہ دیتے تھے، غرض کہیں کوئی نشان نہیں ملتا کہ علامہ اقبال نے دین سیکھا ہو یا کسی دینی کتاب کو پڑھا ہو لہٰذا دین سے ان کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ اسی طرح محمد علی جناح فرقہ اسماعیلیہ آغا خانیہ سے تعلق رکھتے تھے، ان کی دین و دیانت کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔ اس کے باوجود بہت سے پاکستانی اور خصوصاً خود کو مذہبی رہنما سمجھنے والے اسلام اقبال و جناح چاہتے ہیں ایک عرصہ سے ہماری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ان دونوں کی قبروں پر حکومت اتنا پیسہ کیوں خرچ کرتی ہے، ان کی سالگرہ و برسی کو چھٹی کیوں کرتی ہے۔ واضح ہوا کہ وہ ان کے نام سے نظام لادینی رائج کرنا چاہتے ہیں، ان کے اس مکر کو ناقابل رد و تنقید بنانے کیلئے۔ جدت پسندی و روشن خیالی کا نعرہ لگانے والے کیوں قرآن اور سنت کو پیش نہیں کرتے اس کی جگہ ڈاکٹر اقبال اور محمد علی جناح کے نقولات کو پیش کرتے ہیں یہ استبداد نہیں تو اور کیا ہے۔ یہاں کی ملت نے ہندوؤں سے علیحدہ مملکت مانگی تھی تاکہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں زندگی گزاریں۔ ان دونوں کو اس لئے پیش کیا جاتا ہے تاکہ دیوار بنائی جائے جس کی وجہ سے مسلمان اپنی سابقہ حکومتوں اور ان حکومتوں سے اسلام کی درخشاں تاریخ پر نظر نہ ڈال سکیں گرچہ مغلوں کی حکومت صحیح اسلامی حکومت نہیں تھی لیکن مسلمانوں کے لئے ایک تشخص والی حکومت تھی اورنگزیب کی حکومت عزت و جلالت والی حکومت تھی اس کو نظر انداز کرنے کیلئے دیوار بنائی ہے جو قوم اپنے ماضی سے دم بریدہ ہو وہ شرمسار ہوتی ہے سر نہیں اٹھا سکتی ہے پاکستان میں اسلام جناح اور اقبال کے ذریعے سے نہیں بلکہ ۹۲ھ میں آیا ہے یہ دور خلفاء راشدین سے جڑا ہوا ہے۔ صدر اسلام میں جب بحری جنگ کا سلسلہ شروع ہوا تو مجاہدین اسلام بندرگاہ کراچی اور بمبئی میں پہنچے

یہ سلسلہ خلیفہ دوم اور سوم کے دور میں شروع ہوا تھا ۱۳ ہجری سے ۲۳ ہجری تک بمطابق ۶۶۴ء کو عثمان بن عاص تفض عمر ابن خطاب کی طرف سے بحرین اور عمان میں والی تھے، عثمان بن عاص نے اپنے بھائی حکم بن عاص کو ایک لشکر دے کر ہندوستان کی طرف روانہ کیا یہ لشکر بمبئ پہنچا، جب لشکر بمبئ سے واپس پہنچا تو عثمان نے خلیفہ دوم کو اطلاع دی پھر عمر کے حکم پر عثمان بن عاص نے اپنے بھائی کو ایک لشکر دے کر دوبارہ بھیجا یہ لشکر گجرات پہنچا، دور عثمان بن عفان ۲۴ سے ۳۵ ہجری بمطابق ۶۴۵ میلادی سے ۶۵۴ میلادی تک کا دور تھا۔ انھوں نے اپنے والی عراق عبداللہ بن عامر کو حکم دیا کہ اپنے لشکر میں سے ایک لشکر ہندوستان بھیجیں تاکہ ہندوستان کے حالات سے آگاہ ہو جائیں انھوں نے حکم بن جبل عبدی کو بھیجا معاویہ کے دور میں سنہ ۴۱ سے ۶۰ ھ تک عجل بن ابی صفرہ نے ہندوستان پر لشکر کشی کی اور کامیابی حاصل کی۔ عمر بن عبدالعزیز کے دور میں ایک لشکر ہندوستان میں بھیجا اور اہل ہند کو اسلام کی طرف دعوت دی اور انھوں نے اسلام کو قبول کیا۔ اسی طرح خلیفہ عباسی مہدی کے دور میں مہران تک سندھ میں پہنچے، اس کے بعد عباسیوں کے آخری دور میں ۳۵۱ ھ سے ۵۷۹ ھ کے دوران افغانستان میں غزنویوں کی حکومت بنی تو انھوں نے غزنہ کو دارالخلافہ بنایا اور وہاں کے بادشاہ نے ہندوستان میں دعوت اسلام شروع کی چنانچہ سلطان محمود غزنوی ۳۸۷ھ سے ۴۲۱ھ کے دور میں خیبر کے راستے گجرات تک پہنچے اور وہاں انھوں نے فتوحات حاصل کیں۔ اسلام یہاں محمود غزنوی کے ہاتھوں پھیلا یہاں بتوں کو اس نے توڑا ہے ۲۷ سال تک محمود غزنوی نے یہاں حکومت کی اور اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالی ۵۴۳ء سے ۶۵۴ء تک غزنویوں نے حکومت کی ہے۔ یہاں تک کہ سلطان محمود غزنوی نے ۴۲۱ھ کو حملہ کیا اور ان کے درمیان اسلام کو پھیلایا اور دہلی کو عاصمہ بنایا، کیا یہ لوگ مسلمان نہیں تھے۔

فرقوں سے دفاع کرنے والے ایک ہی توجیہہ پیش کرتے ہیں جو زبان زد عام وخاص ہے کہ امت اسلامیہ اصل اسلام میں اختلاف نہیں رکھتی، بلکہ اسلام سمجھنے میں اختلاف ہونے کی وجہ سے مسلمان فرقوں میں بٹ گئے ہیں۔ اس فکر کی تائید میں لکھتے ہیں کہ بعض نے آیات قرآنی کی ایک تفسیر کی ہے تو دوسرے نے اس تفسیر سے اختلاف کیا ہے، بعض نے بعض احادیث کو صحیح گردانا ہے، تو بعض نے ان کو ضعیف گردانا ہے،

بعض کو بعض احادیث ملی ہیں تو دوسروں کو وہ نہیں ملی ہیں، اس طرح سے مسلمان امت فرقوں میں بٹ گئی ہے۔ یہ منطق اور توجیہہ انہوں نے پیش کی ہے جنہوں نے عمداً فرقوں کی بنیاد رکھی ہے ورنہ اس کی کوئی عقلی وشرعی سند نہیں اور نہ دنیا میں اس کی کوئی مثال ملتی ہے، اس بنیاد پر بہت نقصان ہوا جو اس توجیہہ کو قبول کرنے میں مانع ہے۔ درحقیقت یہ سب کچھ اذہان کو اس بارے میں مزید سوچنے سے روکنے کیلئے کیا۔ مسلمانوں نے فہم آیات میں فہم روایات میں اختلاف نہیں کیا بلکہ ایک گروہ نے داخل ہو کر اختلاف کروایا ہے، یہ اختلاف کرنے والا ایک فرد نہیں تھا جس کے مرنے کے بعد امت کو خلاصی مل جائے بلکہ یہ ایک گروہ بھی نہیں تھا بلکہ یہ ایک ادارہ ہے، جس نے ایک قرارداد کے ذریعے تمام ضد اسلامی حکومتوں کے ساتھ یہ طے کیا ہے کہ ہم سب اس امت کے اندر داخل ہو جائیں اور اختلاف و انتشار جہاں سے بھی ممکن ہو پیدا کریں، ایسے اختلافات پیدا کریں کہ یہ امت ہمارے خلاف متحد نہ ہونے پائے۔ یعنی کوئی اسلام کی اساس کو مارے اور کوئی امت کے اجتماع کو مارے اس طرح ایک ہی چیز کو دو متضاد طریقوں سے رائج کریں۔

ختم نبوت کو مارنے کے لئے نبی کریمؐ کے بعد ایسی شخصیات پیدا کی جائیں جو نبیؐ جیسی خطاء و لغزش سے پاک ہوں، اس سلسلہ کی ایک کڑی، تجدید دین، کا تصور بھی ہے۔ ایک سے کہا مہدی آئیں گے، ان کا انتظار کرو دوسرے سے کہا ہے ہم سو سال کے بعد ایک مجدد لائیں گے جو دین کو مرنے سے نجات دلائے گا۔ استاد مرتضٰی مطہری نے اس سلسلہ میں ایک تقریر کی جس کا عنوان احیاء فکر دینی رکھا۔ مرتضٰی مطہری اس موضوع کے مصدر و ماخذ کی تلاش کے سلسلہ میں لکھتے ہیں میں نے بہت سی کتب حدیث میں تلاش کیا لیکن سعی لاحاصل اور آخر میں ایک حدیث منتخب التاریخ تالیف ملا ہاشم خراسانی کی کتاب سے ملی جو انھوں نے مستدرک الوسائل نوری سے لی ہے۔ انھوں نے یہ حدیث سنن ابی داوٗد سے نقل کی ہے، اگر اس کو خبر وحی قرار دے کر عالم واقع میں تطبیق کرنا چاہیں تو اس میں بھی اختلاف پائیں گے سنی اپنا ایک سلسلہ مجدد پیش کرتے ہیں اور شیعہ اپنا مجدد پیش کرتے ہیں مثلاً ایک صدی گزرنے کے بعد دوسری صدی میں نکلنے والے کو امام محمد باقر سمجھتے ہیں، تیسری صدی میں امام علی رضا، چوتھی میں شیخ کلینی، پانچویں میں سید مرتضٰی یا شیخ مفید،

چھٹی میں شیخ طبرسی، ساتویں صدی میں خواجہ نصیرالدین طوسی، آٹھویں صدی میں علامہ حلی اورنویں صدی میں شہید اول، دسویں صدی میں محقق کرکی، گیارہویں صدی میں شیخ بہائی، بارہویں تیروہویں صدی میں وحید بہبانی، چودھویں صدی میں مرزائے شیرازی کا ذکر کرتے ہیں، اس تجدید میں خلفاء وسلاطین کا کردار نظر نہیں آتا جبکہ صاحب منتخب تواریخ، سلسلہ تجدید میں خلفاء وسلاطین کا ذکر کرتے ہیں۔ دوسری صدی ہجری میں عمر بن عبدالعزیز، تیسری صدی میں مامون، چوتھی میں مقتدر، پانچویں میں عزالدین آل بویا، چھٹی میں سلطان سلجوقی، ساتویں میں ہلاکو، آٹھویں میں خدابندہ، نویں صدی میں تیمور لنگ گورگانی، دسویں میں شاہ اسماعیل صفوی، گیارہویں میں شاہ عباس صفوی۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ اس میں ہلاکو کا ذکر بھی کیا گیا ہے، جبکہ اس کے دادا چنگیز خان کا ذکر نہیں کیا ہے۔ یہ مجدد دین کی کہانی جب سو سال میں تطبیق نہیں ہو سکی تو انھوں نے ہزار سال کے بعد ایک مجدد بنایا، یہ فکر ضد دین جنگ کرنے والوں نے پیش کی ہے اور امت میں داخل ہو کر یہ فکر گھڑی ہے۔

حریت کے نام سے اشرار کی استبدادیت:۔

ڈاکٹر شرباصی استاد جامعہ ازہر، کتاب یسئلونک، ج ۷ ص ۲۴۳ پر لکھتے ہیں انسان بادشاہ ہے حاکم و آمر نفس ہے۔ وہ امیر شعراء شوقی کی کتاب ''اسواق مذاہب'' سے نقل کرتے ہیں ''**الحریہ الحربہ و ماھیہ الحمیرا احقالیہ فتنہ قرون خالیہ** '' بلند مرتبہ نفوس نے اس کو طلب کیا، طبیعت کی غذاء ہے، شریفوں کا سفرہ ہے، وسائل وذرائع کے ہاں دفتر علم ہے، اگر عام ہو جائے تو خلق ہے، تمام ہو جائے تو پروردہ صبر ہے' جہالت کو دفناتی ہے، برے ضمائر اس کو خراب کرتے ہیں'' تفرقہ اس کو سعد کرتے ہیں' تکبر وجود ہے لیکن ہاتف آسمانی اس کو آواز دیتی ہے تمہارے لئے عبداللہ ہونا ہی کافی ہے۔

حریت، حر، سے ہے عربی زبان یا محاورہ میں کسی خالص کو کہتے ہیں خالص کتب، ارض حر، یعنی زمین شور زدہ نہ ہو آمادہ زراعت ہو، حر، شرافت وکرامتِ نسب کے لئے استعمال ہوتا ہے، لیکن فی زمانہ حریت کا جو تصور یورپ سے لیا گیا ہے، اس میں، اوباشوں، حرام زادوں، جنگل نشینوں نے شریف زادوں،

شرافت مندوں کو خانہِ اکرام وتکریم سے نکالنے کے عمل کو حریت کہا ہے۔ جو حریتِ حقیقت سے بالکل مخالف سمت پر ہے، مسلمان وحشی و سفاک کردار والوں کو پسند نہیں کرتے ہیں۔ استبداد کی حریت ہر قسم کی، خواہشات، تمنیات اور مسکرات کی طرف حرکت کرتی ہے، یعنی اصلاح واحترام کے تمام مظاہر سے بغاوت کرنی ہے۔ بہت سے حیوانات اپنی مادہ کے ساتھ دوسرے حیوان کو پسند نہیں کرتے اس کی طرف توجہ نہیں کرنے دیتے۔

جاہلیت عرب میں شریف خاندان کے مرد اپنی عورت کے کسی اجنبی سے تعلق رکھنے کا اشارہ ملتے ہی اسے گھر سے نکال دیتے تھے، اگر گھر میں لائی ہوئی بیوی کی بکارت زائل ہوتی تو صبح کو واپس گھر بھیج دیتے تھے۔ ہند زوجہ ابوسفیان پہلے کسی اور کے عقد میں تھی شوہر نے اپنے غیاب میں کسی دوست کو اپنے گھر سے نکلتے دیکھا تو اس نے ہند کو طلاق دے دی۔ نبی کریمؐ نے فتح مکہ کے موقع پر خواتین سے بیعت لی کہ زنا نہیں کریں گی تو ہند جو نقاب میں تھی فوراً بول اٹھی کیا کوئی آزاد عورت بھی زنا کرتی ہے۔ ہند آزاد گھرانے سے تعلق رکھتی تھی ان کی روایات کے تحت زانیہ صرف کنیزیں ہوتی تھیں لیکن یہ کونسی عورتیں ہیں جو ویلنٹائن ڈے کے دن بے شرمی و بے حیائی کی تصویر بنتی ہیں، ان مظاہر کیلئے تحریک انصاف کے اجتماعات میں دیکھ سکتے ہیں۔ جب اسلام کسی کو حریت دیتا ہے تو اسے پابند فضیلت، پابند عدالت کرتا ہے تاکہ ظالمانہ وجائرانہ اقدامات نہ کرے، اسلام میں حریت مسئولیت کے ساتھ چلتی ہے۔ اسلام معجزہ ہے، ہر سال ٹرلین ڈالر اور پونڈ خرچ کرتے ہیں لیکن اسلام باقی ہے، دولت عثمانیہ کے آخری سلطان کہتے ہیں وہ اپنے چچا عبدالعزیز کے ساتھ یورپ کے دورے پر گئے تاکہ نئے وسائل جنگی خریدیں تو وہاں کے مسئولین نے بادشاہ سے پوچھا آپ کی نظر میں اس وقت دنیا میں سب سے بڑی حکومت کونسی ہے تو صدر نے کہا عثمانیہ تو صحافی نے صدر اعظم سے پوچھا کیسے تو صدر اعظم نے کہا عثمانیہ اس وقت یورپ اور داخلی دشمن دونوں کے نشانے پر ہے پھر بھی وہ زندہ ہے دونوں ہمیں ختم کرنے پر تلے ہوئے ہیں لیکن ہم باقی ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی طاقت حفاظت کر رہی ہے، پاکستان میں بھی اس وقت ایسا ہی ہے ان شاء اللہ آئندہ بھی ایسا ہی رہے گا۔

اگر ہم حقیقی علم و دانش کے تحت منبع و مصدرِ حریت کو تلاش کریں تو وہ صرف اسلام میں ہی ملے گا۔ جبکہ یورپ سے لی جانے والی حریت میں ،فحشاء، ہم جنس و غیر جنس کا آزادانہ اختلاط ہے۔انسان جب ماں کے شکم میں ہوتا ہے وہ کسی قسم کی آزادی نہیں رکھتا بلکہ وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا بول نہیں سکتا جب پیدا ہو جاتا ہے تب بھی وہ ماں کے رحم وکرم پر ہوتا ہے وہ رفتہ رفتہ بولنے لگتا ہے حرکت کرتا ہے، اگر تکلیف ہو جائے تو روتا ہے تو اس کی ماں اس کی فریاد کو پہنچتی ہے۔ یہ تمام اہتمام غیب سے ہوتا ہے، اس کو پتہ نہیں کہاں سے غذا آتی ہے، ماں ہی اس کو گردش دیتی ہے۔ پھر باپ اس کو ایک عرصہ اپنی نگرانی میں رکھتا ہے، پھر اس کو آزادی ملتی ہے جب وہ آزاد ہو جاتا ہے تو ہر طرف سے اس کو غلام بنانے کی کوشش شروع ہو جاتی ہے،،اس آزادی سے الحاد کیا فائدہ اٹھاتا ہے، الحاد جس کی انتہا شرک ہے۔اس کی ایک قسم ،،الحاد در اسباب،، ہے۔ جو مستقیمً ملحد نہیں ہوتا بلکہ نتائج ملحدانہ ہوتے ہیں۔ دورِ حاضر میں دین کو مسترد کرنے کا نیا طریقہ ایجاد ہوا ہے مثلاً کہتے ہیں علاج و معالجہ اور فنِ تعمیر میں محیر العقول تبدیلیاں آئی ہیں لیکن دین وہی قرون وسطیٰ کا چل رہا ہے یہ جملہ ایک عام انسان کے ساتھ ساتھ دانشوری میں، انا ربکم اعلیٰ، کا دعویٰ رکھنے والے بھی کہتے ہیں لیکن جہاں کہیں دین کا ذکر آئے تو کہتے ہیں سمجھ نہیں آئی۔ یہ نہیں کہتے کہ تجربہ اور مشاہدہ میں نہیں آیا یہ نہیں کہتے کہ آپ دین کی بات کرتے ہیں لیکن میری سوچ میں نقص و خلل ہے، میں نے دینی کتابیں نہیں پڑھی ہیں اور پڑھ بھی نہیں سکتا کیونکہ اس سے اکتا ہٹ ہوتی ہے، چنانچہ ہم بھی ان سے یہی بات کریں گے کہ اللہ مادہ نہیں تا کہ مشاہدے میں آجائے۔ جب اللہ تجربہ و مشاہدہ میں نہیں آتا تو اللہ کا رسولؐ بھی آپ کو سمجھ نہیں آسکتے قرآن سے تو آپ کو ویسے ہی چڑ ہے تو کیسے دین سمجھ میں آئے گا۔عقول کو مستعمرات میں لینے کا عمل علاقوں کو مستعمرات میں لینے سے زیادہ خطرناک ہے یہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے، اکثر انسانوں کی عقل وفکر، مفاد پرستوں، ضمیر فروشوں اور کاروباریوں کے مستعمرات میں ہے، جب تک وہ سمجھنے کی اجازت نہیں دیتے نہیں سمجھیں گے کیونکہ مسلسل ہجوم اور غارت گری نے بشر سے فکر و تدبر اور استقامت کی طاقت چھین لی ہے۔ یہ قوموں میں ہیجان پیدا کرتے ہیں، آپس میں نفرتیں پھیلاتے ہیں عواطف کو ابھار کر انحراف کی راہ پر لگاتے

ہیں۔عقائدواقداراسلامی کوفرسودہ پیش کرتے ہیں۔خودساختہ افکارونظریات کی اشاعت کرتے ہیں۔

مملکت اسلامی پاکستان۔

یعنی یہاں کے باشندوں کانظام انفرادی واجتماعی اسلام کے اصولوں کے مطابق ہوگا۔اسلام وہ دین ہے جوانسان کی فطرت وخلقت سے ہم آہنگ وملائم ہے۔اس دین کوخالق بشرنے،بشرکیلئے نازل کیا ہے لیکن نفاذ کرنے میں پریشانی کا سامنا ہے۔قوانین وضعی والوں کوبھی یہی مسئلہ درپیش ہے،چنانچہ یہ نعرہ بیہودہ ہے کہ مغرب میں قانون نافذ ہے،چنانچہ وکی لیکس،پانامہ لیکس سے بعض یورپی ملکوں میں بھی سرقت دولت کے جرم میں ان کے سربراہان کے خلاف مظاہرے واحتجاج ہوئے اورآخر میں منصب سے بھی عزل ہونا پڑا۔ہمارے ملک میں حکمرانوں کو،بےچینی اور پریشانی ہے کہ سیکولرازم کامکمل نفاذ ممکن نہیں ہورہا ہے اورمعاونین کے سامنے شرمندہ بھی ہیں۔دین اسلام بشریت کے لیے ہے،لہٰذا یہ دین عالمی بھی ہے،دنیامیں تدوین وتنظیم شدہ آئین میں سے کوئی بھی آئین وقانون تمام کرۂ ارضی کیلئے فلاح کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ دین اسلام کودین عالمی اوردین بشریت کہنا جذباتی پن نہیں ہے،بلکہ دین کے تمام اصول اورشقیں حقیقت کے مطابق ہیں۔ہرمکان وزمان اورتغیروتبدل اس کے سامنے خاضع ہے۔اس دین کا نظام انسانی معاشرہ کے احوال کومنظّم کرتا ہے اورانسانی نفس کے تمام تقاضوں کوتحفظ دیتا ہے۔دین اسلام دیگرادیان سے ممتاز وجدا ہے کیونکہ اس میں تحریف وتغیرنہیں ہوا۔دین اسلام کامل واکمل ہے لہٰذا اپنے نظام میں تبدیلی قبول نہیں کرتا ہے۔

اسلام محکم عقائدومحکم شریعت کاحامل ہے اس میں تغیروتبدل ناپذیرہے۔اسلام اپنی وسعت اور آفاقیت کے حوالہ سے تمام انسانوں کے ضمیرووجدان سے خطاب کرتا ہے،اسلام وہ دین ہے جواپنے جیسی اوراپنے سے کمترکسی مخلوق کے سامنے خاضع نہیں ہے ادیان سماوی سب کے سب اسلام ہیں۔﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللهِ الْإِسْلَامُ﴾(آل عمران ۱۹)اللہ کاپسندیدہ دین صرف اسلام ہے۔قیامت کے دن اس دین کے علاوہ کوئی دین قبول نہیں ہوگا،﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنْ

الْخَاسِرِینَ ﴾ (آل عمران ۸۵) لیکن یہود نے کبھی خود کو اسلام سے متعارف نہیں کروایا ہے، ہمیشہ کہا ہم یہود ہیں، ہم موسوی ہیں۔ دین نصاریٰ دین اسلام ہے لیکن مسیحی کبھی نہیں کہتے کہ ہم مسلمان ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ ہم مسیحی ہیں لیکن اُمت محمدؐ کا افتخار ہے کہ قرآن حکیم کے تحت اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کا نام مسلمان رکھا اور وہ خود کو مسلمان کہنے میں بے حد فخر محسوس کرتے ہیں لیکن اگر کسی کو، نام مسلمان، سے چڑ ہے تو وہ امت کے حکمرانوں اوران کے ماتحت افسران اور فرقہ پرست ہیں﴿ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ ﴾ (حج ۷۸) کے تحت ہمارا نام مسلمان ہی رکھا گیا ہے مسلمان ہونے کی وجہ سے ہم اپنے آپ کو محمدی نہیں کہتے ہیں قرآنی نہیں کہتے ہیں بلکہ مسلمان کہتے ہیں اور مسلمان کہلانا باعثِ فخر سمجھتے ہیں کیونکہ بندے اور اللہ کے درمیان انبیاءؑ واسطہ ہیں اور جو بھی واسطے تک پہنچ کر رک جائے گا وہ مشرک ہوگا لہٰذا ہم اپنے آپ کو محمدی نہیں کہتے ہیں چہ جائیکہ جعفری، چشتی، سنّی، حدیثی، بریلوی یا دیوبندی کہیں، ہمیں خود کو مسلمان کہنے کا حکم دیا گیا ہے لہٰذا ہمیں حکم ہے اسلام پر رہیں اور مرتے وقت بھی مسلمان ہی مریں۔ مسلمان وہ نہیں جو زندگی کے ایک شعبہ میں مسلمان ہو اور دوسرے شعبوں میں کفر کا پیرو ہو جس طرح سیکولر اور روشن خیال افراد کہتے ہیں ہمارا کل کا کل دین اسلام ہے لہٰذا ہماری تاریخ بھی اسلامی ہے جو بھی اسلامی تاریخ سے منہ موڑ کر غیر اسلامی تاریخ کو اپناتا ہے وہ اتنی مقدار میں شرک کا مرتکب ہوتا ہے جو آیت اللہ حضرات اپنی مہر و دستخط شریف کے نیچے میلادی تاریخ لکھتے ہیں وہ اتنی مقدار میں مشرک ہیں۔

مسلمان اس انسان کو کہتے ہیں جو قرآن وسنت عملی محمدؐ کو اپنا آئین حیات ہونے پر فخر وافتخار اور اعزاز کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی عملی زندگی میں کسی اور آئین کو اس آئین پر ترجیح وفوقیت نہیں دیتا اور یہ ایمان رکھتا ہے کہ قرآن کے مقابلہ میں کوئی کتاب نہیں اور محمدؐ کے مقابلہ میں کوئی ہادی نہیں۔

ان الدین عنداللہ الاسلام:۔

دین، یعنی اطاعت صرف اللہ کے لئے مخصوص ہے۔

اسلام، مادہ سلم سے، ضد فساد اور اصلاح وتسلیم کے معنی میں آیا ہے۔ اسلام، اللہ، کائنات اور اپنے

ہم نوع انسانوں کے مکمل ارتباط کا خواہاں ہے،انسان اطاعت صرف اللہ ہی کیلئے مخصوص رکھے تو تمام دنیا کی سعادت سے ہمکنار ہو جائے گا العمران ۸۳۔تمام بشریت کو سعادت مند بنانے کی صلاحیت ولیاقت،علم و قدرت،صرف اسلام ہی رکھتا ہے اور کوئی نہیں،عمران ۸۵،تفسیر شعراوی ص ۱۶۰۵ پر ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

دین کا جامع شامل وکامل تصور یہ ہے کہ انسان ایک ایسی قوت و طاقت کے وجود پر ایمان لائے جو مکان وزمان،شکل وصورت میں کسی بھی تحدید وتعین اور تشخیص میں نہ آسکے یعنی ایسی طاقت وقدرت جو ہر حوالے سے لانہایت ہے،اس کے وجود کو عقل تسلیم کرتی ہے لیکن حس میں نہیں آتا چاہے جدید آلات ہی کیوں نہ ہوں،اس کی حدود کا تصور اس کیلئے نقص اور عیب کی علامت ہے،اس پر ایمان لانے کا نام دین ہے۔کائنات ذرہ سے لے کر مجرات تک،حشرات سے لیکر انسان تک کے وجود کا سلسلہ اس سے وصل بغیر ناممکن ہے تمام کائنات کی برگشت ایک ایسی طاقت وقدرت کی طرف ہے کہ ملحد مادی کیلئے بھی اعتراف سے گریز ناممکن ہے،،خالق کون،،جس نے کائنات کو خلق کیا وہ کون ہے؟ مادیین کے نزدیک کائنات کی برگشت گیس ہے اس میں انقلاب آیا تو مادہ بنا تو اس کا معنی یہ ہے کہ وہ طاقت جس سے مادہ بنا ہے انقلاب پذیر ہے تو یہاں ان کے سامنے بہت سے سوالات ہیں۔انقلاب آیا تو دیر سے کیوں آیا؟ یا یہ انقلاب اس میں کس نے پیدا کیا ہے؟ ان سوالوں میں سے کسی کا بھی جواب دینے سے وہ عاجز وقاصر ہیں،جو اپنے وجود ذاتی کی وجہ سے محتاج نہیں،غنی بالذات ہے لہٰذا وہ خود مختار ہے اس حوالے سے اس کی مخلوق اس کی ملکیت ہے،یہاں سے وہ مستحق عبادت قرار پاتا ہے یعنی معبود بن جاتا ہے۔عبادت کسے کہتے ہیں؟ اور کیوں اس کی عبادت کریں؟ عبادت لغت میں انقیاد کو کہتے ہیں،انقیاد کیوں اس لئے کہ وہ مالک ہے وہ خالق ہے،اگلا سوال یہ ہے یہ عبادت ہوتی کیسے ہے؟ خضوع کا طریقہ کیا ہے؟ خضوع کا طریقہ دو طرح سے ہے ایک ایسا طریقہ جو معبود خود بتائے،ایک ایسا طریقہ جس کا آغاز،انجام،وسط،ہر کلمہ اور ہر حرکت بطور نمایاں نظر آئے محسوس ہو کہ انسان اپنے مالک کے سامنے خاضع ہے،جس سے پوچھیں تو وہ کہے کہ کسی کے دربار میں حاضر ہے یہ خضوع ہمیشہ تکرار سے انجام دینا ہوگا کیونکہ تکرار نہ ہونے سے غفلت پیدا ہوتی ہے اور غفلت کے بعد نسیان

اور پھر نسیان کے بعد انکار والحاد جگہ لے سکتا ہے۔اس لئے انسان کوشعائر دینی وشعائر بندگی مسلسل انجام دینا ہوں گے تاکہ نفس امارہ کوشیاطین منحرف وگمراہ وضال نہ بنائیں،اس لئے اس نے اپنی عبادت کوانجام دینے کے لئے یہاں تک سفارش کی ہے کہ اس میں دنیا نامی کوئی چیز نہ ہو پھر بھی فرقوں نے اس میں اپنی دنیا طلبی کو شامل کیا ہے،بعض نے اپنے فاسد عقائد کوشامل کیا۔اس لیے یہ عبادت ۲۴ گھنٹے میں صرف پانچ بار تکرار ہوتی ہے، درمیان میں اپنی زندگی سے متعلق امورات نمٹائے جاتے ہیں۔کم سے کم ۲۲ گھنٹے دنیا میں مشغول رہتے ہیں،اس میں انسان اپنے رب کو بھول سکتا ہے،اگر ایسا کرے گا تو یہ کوتاہی و بغاوت پر منتہی ہوگا،لہٰذا دوسرے مظاہر بندگی ضروری اور ناگزیر ہیں، وہ یہ ہے کہ جو امور دنیا تم اپنی زندگی سے متعلق انجام دیتے ہو اس کو بھی میری ہدایت کے مطابق ہی انجام دو۔

شدت پسندی وانتہاء پسندی:۔

اس وقت جب ملک عزیز پاکستان فرق واحزاب کی انتہاء پسندی وشدت کے شعلوں کا نشانہ بنا ہوا ہے تو ملت کے دلوں اور آنکھوں میں خون کے آنسو بھر گئے ہیں، چنانچہ اس نفرت وکراہت کو بنیاد بنا کر فرقوں کے خاتمے کا مطالبہ شدت اختیار کر گیا ہے۔ملک کے پاسداروں اور محافظین نے اس حقیقت کو درک کرتے ہوئے شدت پسندوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کا عزم کیا اور ساتھ ہی معاونین اور سہولت کاروں و ہمکاروں کے بھی پیچھے پڑے ہیں لیکن ابھی تک یہ سننے میں نہیں آیا کہ فرقوں کو اس تشدد پر اُکسانے والے سیکولروں کو کیوں آزاد چھوڑا ہے فرقوں کو تحفظ دینے والے سیکولر ہی ہیں، جب آپ دہشت گردی کو جڑ سے اکھاڑنے کے داعی ہیں تو کیوں اسباب وعوامل تنازع وتخاصم کو ختم کرنے کا ارادہ نہیں کرتے۔فرقے کو وجود میں لانے کے بنیادی عوامل واسباب کیا تھے بلکہ کیا یہ ضرورت طبیعی تھی یا باقائدہ سازش؟ جب تک اس کی بنیادی جڑ کو پکڑ کر جلائیں گے نہیں یہ آتش نہیں بجھے گی دوبارہ شعلہ ور ہوسکتی ہے۔اس شدت پسندی کی اصلی شناخت کے بعد اس کے خاتمے کیلئے تمام ابعاد سے مہم شروع نہیں کرینگے تو موجودہ کاروائی موثر ومفید ثابت نہیں ہوگی۔

فرقے ،احزاب اور سیکولرازم کا تعلق وتعارف:۔

مفردات راغب میں فرق کو فلق کے قریب المعنیٰ بتایا ہے فرق شگاف ہے،انفصال وجدائی ہے،آپس میں رابطہ کٹا ہوا ہے،جیسا کہ سورہ بقرہ آیت ۵۰ میں آیا ہے۔

احزاب جمع حزب ہے،حزب اس جماعت اور گروہ کو کہتے ہیں جس کے اندر انتہا پسندی وشدت پسندی پائی جاتی ہے ان کے درمیان کوئی قدر مشترک نہیں ہوتی۔سورہ مجادلہ آیت ۱۹ میں نافرمانی کرنے والوں کو حزب شیطان ہے۔سورۃ احزاب آیت ۲۲ میں جنگ خندق میں پیغمبرؐ اسلام کی مخالفت میں جمع ہونے والے قبائل کو احزاب کہا ہے،یعنی جو پیغمبرؐ کی مخالفت میں اکھٹے ہوئے وہ احزاب کہلائے۔سورۃ مائدہ آیت ۵۶ میں اللہ نے حزب اللہ کو ہی غالب قرار دیا ہے۔فرق اور احزاب دونوں قریب المعنیٰ ہیں ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں لیکن فرقے دینی امور میں شگاف وعلیحدگی اور جدائی کو کہتے ہیں جبکہ حزب امور اجتماعی سے الگ گروہ کو کہتے ہیں۔مسلمانوں میں پیدا ہونے والے کچھ احزاب کا احوال مندرجہ ذیل ہے۔

ا۔خوارج۔

اسلام میں نہ فرقہ ہے نہ حزب بلکہ،،امت ہے،،امت جب کفر کا مقابلہ کرتی ہے تو حزب اللہ کہلاتی ہے،اس کے مقابل کو حزب شیطان کہتے ہیں۔امت سے انشقاق وانفصال ہونے والا پہلا حزب خوارج تھا،جو اقتدار اسلامی کو توڑ پھوڑ کر خود قابض ہونا چاہتا تھا اور دوسرے مسلمانوں کو کافر سمجھتا تھا،اس حزب کے عزائم اور منویات بدنیتی پر مبنی تھے،اس حزب کے افراد عرب بدو تھے۔ان کا مقصد اسلام ومسلمین کو سنوارنا یا امت کو نقطہ واحد پر جمع کرنا تو دور کی بات تھی بلکہ خود بہت سے گروہوں میں بٹ کر تتر بتر ہو گئے۔بعد میں انہوں نے عقائدِ شریعت میں مداخلت کی کیونکہ اسلامی معاشرے میں دین سے ہٹ کر کوئی جماعت بن ہی نہیں سکتی تھی لہٰذا انہوں نے عقائد وشریعت میں بھی گروہ بندی شروع کی یہاں تک کہ بے شمار فرقے بن گئے ان کا سلوک عام مسلمانوں کو اپنا دشمن اور یہود ونصاریٰ کو اپنا حلیف بنانا تھا۔جس طرح آج بھی

مسلمان ملکوں کے حکمران کسی حد تک دنیائے صلیب سے محبت رکھتے ہیں اور مسلمانوں سے نفرت و کراہت رکھتے ہیں۔

۲۔شیعہ۔

دوسرا حزب شیعہ ہے یہ بھی خالص سیاسی عزائم لے کر میدان میں اترے۔انہوں نے بھی پہلے مرحلے میں اقتدار اعلیٰ اسلامی کو توڑ کر قیصر و کسریٰ کی سنت کو دین اسلام کی اساس بنایا، اور اس کو عملی جامہ پہنانے کیلئے بنی ہاشم کے اقتدار و دولت پرست جوانوں کو استعمال کیا لیکن صرف اسی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ دین اسلام کے مقابلے میں اپنا ایک مذہب گھڑا اور اسکا بانی امام جعفر صادق کو گردانا۔

۳۔حزب محافظ۔

تیسرا حزب،حزب محافظ تھا جو ہر وقت آنکھ بند کر کے حکمرانوں کے غیر اسلامی اقدامات کو نادیدہ لیتے تھے، یہ حزب بھی بدترین حزب تھا چنانچہ اس حزب نے حکومت کو متزلزل کرنے پر اترنے والے ان دو احزاب کے مقابل میں محافظ اقتدار کے نام سے ایک جماعتی شکل بنائی جو ان دونوں کی مخالف تھی لہٰذا ان تینوں کے درمیان اختلاف و نفرت و عداوت سے استفادہ کرتے ہوئے یہود و مجوس اور صلیبی میدان میں اترے اور امت کی فکر کو تہہ و بالا کرنے کیلئے سرگرم ہوئے یہاں سے مزید فکری گروہ ضد و نقیض میں وجود میں آئے۔'' آئیں دیکھتے ہیں فرق مسلمین نے دین وملت کو کہاں پہنچایا اور دوسرے نمبر پر دین اور ملک کے مفاد سے ہٹ کر صرف اپنا اقتدار چاہنے والے احزاب دین وملت کیلئے ناسور بن گئے''۔

فِرق واحزاب میں فرق:۔

فرق اس جماعت وگروہ کو کہتے ہیں جو دین وشریعت میں اپنا خاص تصور دلائل وطریقہ کار لے کر لوگوں کو دین وشریعت پر عمل کرنے کی دعوت دینے کے لئے اٹھتے ہیں۔ چونکہ ان کی فکر نئی ہوتی ہے، لہٰذا یہ شریعت میں شگاف ڈال کر اپنے لئے نیا راستہ انتخاب کرتے ہیں۔ امت سے ہٹ کر نئی جماعت بنانے پر ان کو فرق کہتے ہیں۔ نئے راستے اپنانے پر ان کو مذہب بھی کہتے ہیں یہ گروہ ابتداء میں سیاست و اقتدار سے

اپنے آپ کو دور دکھاتے ہیں خالص مذہبی متعارف کراتے ہیں اور رفتہ رفتہ اقتدار پر قابض ہو جاتے ہیں۔ اس میں بہت سے فرقے آتے ہیں۔

فرقوں کی تعریف:۔

۱۔امت اسلامی کا شیرازہ بکھیر کر منتشر کرنے والے۔

۲۔امت کو گروہ در گروہ تقسیم کرنے والے۔

۳۔امت اسلامی میں عداوت ونفرت کا بیج بونے والے۔

۴۔امت کی زندگی کو دشوار بنانے والے۔

۵۔امت اسلامی کو اپاہج بنانے والے۔

۶۔امت اسلامی کو زمین بوس کر کے کفر کے دروازے پر پہنچانے والے۔

۷۔امت اسلامیہ کے قبرستانوں کو آباد کرنے والے۔

۸۔امت اسلامیہ کو بے معنی شہادتوں میں پھنسانے والے۔

۹۔امت اسلامیہ کے بارے میں چشم دشمنان میں طمع پیدا کرنے والے۔

۱۰۔امت کی خواتین کو ازدواج سے محروم کرنے والے۔

۱۱۔امت اسلامی میں فرسودات وبیہودگیات پھیلانے والے

۱۲۔امت اسلامی کو قرآن سے دور کر کے ترنم سکھانے والے۔

۱۳۔امت اسلامی کو بے اسناد تہواروں میں مصروف کرنے والے۔

۱۴۔اسلام عزیز کامل کو ناقص ونا تمام کہنے والے۔

۱۶۔دین مکمل ودین عزیز اسلام کو اجتہادات کی جزیات سے پر کرنے والے۔

۱۷۔اسلام کو حیات انسانی سے بے دخل کرنے والے۔

۱۸۔اسلام کی جگہ سیکولرازم، نیشنل ازم، کفرازم جاگزین کرنے والے۔

۱۹۔اشتراکیت اور قومیت کو ہوا دینے والا۔

۲۰۔قرآن اور سنت عملی رسولؐ میں جدائی ڈالنے والے۔

۲۱۔قرآن اور محمدؐ کو چھوڑ کر اصحاب وآئمہ کو اٹھانے والے۔

۲۲۔اسلام کو عالمی قیادت سے محروم کرنے والے۔

امت کے فرقوں میں بٹنے سے سیکولروں کے حوصلے بڑھ گئے:۔

فرقوں نے سیکولروں کو یہاں آنے کے لئے راہ ہموار کی اور تنہا اس پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اپنا مال و جان اسلام پر نچھاور کرنے کی بجائے سیکولروں کیلئے وقف کیا۔آج یہاں کوئی سیکولر جماعت ایسی نہیں جس میں فرقوں کے علماء و مشائخ کا ونگ نہ ہو۔یہاں تک کہ الحادی جماعتوں میں بھی اپنا یونٹ قائم کیا ہوا ہے، اب یہ فرقے اپنا حشر دیکھ رہے ہیں،ان کی پسندیدہ سیکولر جماعت نے ممتاز قادری کو پھانسی پر چڑھایا،اسی جماعت نے نسواں بل منظور کرایا۔انہی فرقوں کے فطرہ اور کھال سے یہاں کی سیکولر جماعتوں کو تقویت مل رہی ہے۔

آج فرقوں کے علماء نے اس حکمران جماعت کو خوش کرنے کیلئے ممتاز قادری کی پھانسی پر منافقانہ رویہ اختیار کیا اور امت کو اغفال میں رکھا ہے۔آج ایک طرف سے توہین رسالت کرنے والی کی رہائی کی تمہید بن رہی ہے اس کو باہر لانے کیلئے عقیقہ کے طور پر ممتاز قادری کو پھانسی دی گئی۔ایک طرف یہ فرقے ناموس رسالت کا نعرہ لگاتے ہیں قادیانیت کے خلاف تحریک چلاتے ہیں تو دوسری طرف سے یہی فرقے وہ نعرہ اٹھاتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ نے نہیں اٹھایا۔آج فرقے رسولؐ کریم کی وہ شان بتاتے ہیں جو قرآن سے سراسر متصادم ہے۔اللہ کے رسولؐ کا نعرہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' اور ''لبیک الھم لبیک'' تھا۔اگر ممتاز قادری کے جنازے کے موقع پر ''لا الہ الا اللہ'' یا ''لبیک الھم لبیک'' کہتے تو تنہا ایوان وزیر اعظم ہی نہیں بلکہ کاخ سفید بھی دہل جاتے۔''لبیک یا رسول اللہ'' کا نعرہ درست ہوتا تو ابوبکر، عمر، عثمان اور علی اپنی جنگوں میں یہ نعرہ لگاتے۔

احزاب:۔

احزاب اس گروہ کو کہتے ہیں جو نئی فکر وسوچ پیش نہیں کرتے بلکہ منتشر فرقوں کو جمع کر کے اقتدار کے حصول کے لیے متحد ہو کر جدو جہد کرنے کی دعوت دیتے ہیں اس کے لیے یہ شعار بلند کرتے ہیں کہ قرآن و سنت پر عمل کریں ظالم و کافر اور منحرف حکومتوں کو ہٹائیں یا مجبور کریں کہ وہ دین وشریعت پر عمل کریں اس طرح ان کا ہدف ومنشو اور منزل اقتدار ہوتا ہے۔ان کے خیال میں ایک ایک کو اسلام کی طرف دعوت دینے کے لئے بہت طویل زمانہ یعنی عمر نوح چاہئے زیادہ بہتر یہ ہے کہ ہم اوپر بیٹھ کر خود طاقت وقدرت اور وسائل و ذرائع استعمال کر کے دین وشریعت نافذ کریں۔انھیں حزب یا احزاب کہتے ہیں۔اقتدار ان کا پہلا مقصود ہوتا ہے، لہٰذا اس تک پہنچنے کے لئے تمام وسائل وذرائع جائز و ناجائز کو بروئے کار لاتے ہیں، کل جو بات کہی تھی کہ عورت سربراہ نہیں بن سکتی، وقت وحالات کے کلی و جزوی تقاضوں کے تحت مودودی صاحب نے فاطمہ جناح کی سربراہی کو قبول کر کے ان سے اتحاد کیا، اور فضل الرحمٰن بے نظیر کے پیچھے چل رہے ہیں اور اقتدار کی خاطر ہر قسم کی رکاوٹوں کو دور کر کے سمجھوتا کرتے رہتے ہیں۔وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن وسنت پر عمل کریں لیکن خود وہ قرآن وسنت سے منحرف ہوتے ہیں۔

۱۔افتراق وانتشار اور پراگندگی عقل اور شرع دونوں میں مذموم عمل ہے، اس میں کسی قسم کی خیر نہیں ہوتی۔افتراق وانتشار سے عداوت وبغض جنم لیتا ہے، موافقت ومحبت وانس ناپید ہو جاتے ہیں۔غرض جب عداوت وبغض عام ہو جاتے ہیں تو ناچاکی بڑھ جاتی ہے ماحول جہنم بن جاتا ہے۔میاں بیوی میں اختلاف ہو جائے تو ایک دوسرے کا گھر آنا ناگوار ہو جاتا ہے، قرآن مجید میں ہے ''تم اسلام آنے سے پہلے جہنم کے دھانے پر تھے ہم نے تمھیں نجات دی''۔

۲۔اختلاف وافتراق اغیار کی امیدوں کو بڑھاتا ہے۔

۳۔خود ہی ایک دوسرے کو ختم کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

۴۔ہر قسم کی ترقی وتمدن کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے۔

جب بھی ملک میں افتراق و انتشار ہوتا ہے ملکی اقتصاد کا پیمانہ گرنے کی خبریں آتی ہیں۔ چنانچہ جب، کثرت فرق، والے ملکوں میں مظاہرے اوراحتجاج ہوتے ہیں تو تمام وسائل و ذرائع اختلاف و امتیاز، کو ختم کرنے کے لئے وقف ہوجاتے ہیں۔ لیکن ہمارے ملک میں دشمن تفرقہ و انتشار والی چیزوں میں تعاون کرتے ہیں، فرقے جب امت کی نظر میں برے لگنے شروع ہوجاتے ہیں تو وہ خود شرمندگی سے چور چور ہوکر کہتے ہیں ہمارے ہاں اتفاق کے مواقع زیادہ اور اختلاف کے کم ہیں صرف فقہ میں اختلاف ہے، حالانکہ اللہ ،رسول، قیامت، قرآن وسنت، کتب، نماز، روزہ، حج دین کی ہر چیز میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ وہ فرقے جو کہتے ہیں ہم ہی سچے ہیں وہ جھوٹ بولتے ہیں ان کی بنیاد و بقاء اور ہر حرکت جھوٹ ہے، ان کی مثال شعر کی سی ہے کہتے ہیں بہترین شعر وہ ہے جو زیادہ جھوٹ پر مبنی ہو۔ بہترین مذہبی شخص وہ ہے جو زیادہ خطرناک و ہلاک کنندہ جھوٹ بولتا ہے۔ ان کے جھوٹوں کی مثال بڑی طاقتوں جیسی ہے، وہ اس عالم کے امن کی ٹھیکیداری کی بات کرتے ہیں حالانکہ پوری دنیا کے امن کو برباد کرنے والے یہی لوگ ہیں۔ وہ ہر آئے دن جھوٹوں کی تعداد بڑھاتے ہیں فرقوں کا سرمایہ کتب احادیث، جھوٹوں کے مصادر بنے ہوئے ہیں۔ یہ سب اللہ، رسولؐ، آئمہ واصحاب پر باندھے گئے جھوٹوں کا مجموعہ ہیں۔ کسی بھی کتب حدیث کو کھولیں دس حدیثوں کو اٹھائیں اور اصول حدیث شناسی کے تحت اس کی سند اور متن کو دیکھیں تو پتہ چل جائے گا کتنا جھوٹ ہے۔ چونکہ مذہب کو جھوٹ پر بنایا ہے تو سب سے پہلے ان کا حملہ جھوٹ شناسوں پر ہوتا ہے اس کی ایک سادہ مثال دیکھیں، اصول میں اختلاف تو دور کی بات ہے فروع میں بھی اختلاف ہے مثلاً۔ نبی کریمؐ کی ،۱۱، بیویاں تھیں ان کے بھائی مسلمانوں کے خال بنتے ہیں لیکن معاویہ کو خال ماننے اور نہ ماننے والوں کا کتنا لڑائی جھگڑا ہوا، شافعیوں اور حنبلیوں میں کتنی جنگ ہوئی، احمد بن حنبل کو فقہاء میں شامل نہ کرنے پر جریر طبری کی پٹائی کی گئی۔

جب دین میں قال اللہ وقال رسولؐ اللہ کے علاوہ بے سند روایات کو موحیات کہہ کر طاقت وقدرت سے شامل کیا گیا تو فرقے وجود میں آئے جنہوں نے بنی عباس اور بنی عثمان کے سینکڑوں سالہ اقتدار کو تہہ وبالا

کر کے، امت کی گردن گھسیٹ کر ایک فرقہ کی تحویل میں دیا ہے۔ان کی نظر میں کسی قسم کی ترقی وتمدن جدید ٹیکنالوجی تو چھوڑیں، زراعت، شجر کاری، دوا سازی، دین شناسی، کے منصوبے بھی اہمیت نہیں رکھتے تھے۔ جب زوال آیا تو ایسا آیا کہ ابھی تک اٹھ نہیں سکے ہیں۔ان جھوٹے مذاہب کی ترویج کی خاطر رسوماتی اجتماعات، مظاہرے، اور دھرنے کرائے جاتے ہیں۔مخالفین کو، خیانت کار، غدار، باغی کہہ کر گوشہ نشین کرتے ہیں بڑے سے بڑے نابغہ روزگار یہاں بلی بن جاتے ہیں، فرقہ پرست کسی دلیل کو نہیں مانتے، جب دین بیان کرنے والے دین اور جھوٹ دونوں کو ملا کر پیش کرتے ہیں تو مستبد ہونگے، یہاں سے آسانی سے انداز ہوتا ہے کہ فرقے دین کو چھوڑ کر شرک اپنانے کے داعی ہیں ''اللہ اللہ مت کرو کہنے والا کتنا مستبد ہو گا''؟ جتنا جھوٹا ہوگا اسی تناسب سے تشدد کرے گا۔فرقہ کی مثال گھر اور ملت سے باغی کی ہے، باغی ہمیشہ متشدد ہوتے ہیں۔فرقوں کی تاریخ جھوٹ سے شروع ہوئی اور جھوٹ سے ہی چلتی ہے، لہٰذا تشدد ان کیلئے نا گزیر اور لازم وملزوم ہے، آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جھوٹ سے فرقے زندہ ہیں اور فرقوں سے جھوٹ زندہ ہے، ملک میں جاری فتنہ وفساد کی بنیادی جڑ فرقے ہی ہیں یہ ہمیشہ، جعلی وخود ساختہ، مقدسات ومزارات میں حصہ لیتے ہیں۔

احزاب منافق ہیں دایاں ہاتھ کفر سے ملاتے ہیں اور بایاں ہاتھ فرقوں سے ملاتے ہیں۔یہ منافقین کی طرح بہت ڈرپوک لوگ ہوتے ہیں اور ہمیشہ راز فاش ہونے سے ڈرتے رہتے ہیں، ان کی ہمت نہیں ہوتی ہے کہ کسی سے خود لڑیں چنانچہ عبداللہ بن ابی میدان احد جاتے ہوئے راستے سے واپس آئے ان کے ڈر کی مثال سورہ منافقون میں آئی ہے۔بھٹو کو پھانسی دی گئی تو ان کا حزب کچھ نہیں کر سکا، بے نظیر نے جنرل ضیاء کو دھمکی دی کہ اگر اقتدار مجھے نہیں دیا تو سینہ ماروں کو آگے کروں گی چنانچہ اسلام آباد میں تحریک جعفریہ کانفرنس اور حادثہ گلگت یہ سب پی پی نے سینہ پیٹنے والوں سے کروایا تاکہ انتخابات میں شرکت کی تحریک مئوثر رہے۔سیاسی احزاب فرقوں کی مالی اور فرقے ان کی سیاسی خدمت کرتے ہیں شیعہ فرقے کی طرف سے جتنے بھی تشدد ہوئے ہیں وہ سب اس حزب کی خاطر ہوئے۔یہ لڑنے جھگڑنے کی صلاحیت نہیں رکھتے ڈرپوک

ہوتے ہیں چنانچہ ۱۴۳۸ھ میں اوراس سے پہلے تحریک انصاف والوں کی تہدید آمیز دھمکیاں ملت پاکستان نے سنیں لیکن جب حکومت کی طرف سے سخت مزاحمت کا اندازہ ہوا تو میدان سے پسپا ہوئے۔

سیکولر اسلام سے چڑ نفرت وکراہت وعداوت اور بغض رکھتے ہیں ان کا پہلا حملہ، علماء دین سے شروع ہوتا ہے۔آیئے دیکھتے ہیں کہ یہ کیا کہتے اور کیا کرتے ہیں۔

۱۔مولویوں کو محراب ومنبر تک محدود رکھو۔

۲۔مولوی جاہل فرسودہ، پرانے زمانے کا انسان ہے۔

۳۔جدید دور کا تقاضا کیا ہے اس کو پتہ ہی نہیں ہے۔

۴۔دین اللہ سے منہ موڑ کر خدمت خلق کی قصہ کہانیاں گھڑتے ہیں۔

۵۔کھیل کود محفل مشاعرہ رقص وموسیقی، کی ترویج کرتے ہیں۔

۶۔فلاحی تنظیمیں اور ادارے کھولتے ہیں۔

۷۔جلسہ جلوس مظاہرے کراتے ہیں، حکومت کو گالیاں دیتے ہیں۔

۸۔اسلام کو ہر قیمت پر روکنے کا اعلان کرتے ہیں۔

۹۔لادینی حکومتوں کی تائید کرتے ہیں۔

۱۰۔لادین تحریکیں شروع کرتے ہیں جیسے، قوم پرست ومذہب پرست۔

۱۱۔دفاعی تنظیم بناتے ہیں، اس کیلئے سہولت کار بنتے ہیں۔

ان سب ضد اسلام حرکتوں کو چلانے کیلئے طاقت کا استعمال کرنے اور طاقت دکھانے کے حربے ڈھونڈتے ہیں، جس کی مثال سپاہ محمد، سپاہ صحابہ، اورایم کیوایم ہیں۔اہل پاکستان نے انہیں بھی دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ پھران کی ذیلی شاخوں نے ملک میں کیا نہیں کیا، یہ لوگ جو بھی ہو دنیائے کفر وشرک کی پشت پناہی سے چل رہے ہیں۔یہ چونکہ ہر قسم کی دلیل وبرہان سے خالی ہوتے ہیں اس لئے لشکران کیلئے ناگزیر ہوتا ہے۔

تشدد کس کا اسلحہ ہے:۔

۱۔مشرکین نے ابوطالب سے کہا محمدؐ کو ہمارے حوالے کردیں ہم انھیں قتل کریں گے۔

۲۔حالت نماز میں رسول اللہ کی گردن دبائی۔

۳۔قریش نے محمدؐ کے گھر کا محاصرہ کیا۔

۴۔بدراوراحزاب میں لشکر کشی کی۔

سیکولروں کا مقصد:۔

سیکولروں کا مقصد مسلمانوں کو بودوباش میں مغربی بنانا ہے، وہ اپنے خیمے یا جھونپڑی میں زندگی گزارتے وقت بھی مغربی ثقافت اپناتے ہیں۔اہل مغرب کے اس عمل نے ۱۸ویں صدی کے اختتام اور ۱۹ ویں صدی کے آغاز میں زور پکڑ لیا اور مسلمانوں کو کفر والحاد کے علاوہ مغربیت اپنانے پر مجبور کیا، سب سے پہلے یہ عمل انھوں نے سلطان عثمانی سے کرایا کتاب موسوعہ میسرہ فی الادیان والمذاہب ص ۶۹۸ پر لکھتے ہیں سلطان محمود ثانی نے ۱۸۲۶ء میں ترکیہ میں فوجی و غیر فوجی سب کو انگریزی لباس پہننے کا حکم دیا، عبدالمجید سلطان عثمانی نے ۱۲۵۵ ہجری میں غیر مسلمین کو بھی لشکر میں شامل کیا، سلطان نے انگریزی مدارس قائم کئے محمد علی والی مصر نے ۱۸۰۵ء میں یورپی شکل میں ایک لشکر بنایا، بادشاہ کا چارنے بھی اسی طریقے کو چلایا ۱۸۶۰ء میں لبنان میں بھی یہی کیا ۱۸۶۵ء میں قاسم امین نے مصر میں آزادی خواتین پر کتاب لکھی۔ برصغیر میں سرسید احمد خان اوران کے ہم فکر دوستوں نے اس مقصد کیلئے درسگاہ علی گڑھ بنائی۔

''تشدد'' مکہ میں ۱۳ سال حضرت محمدؐ اوران پر ایمان لانے والوں کے ساتھ ہر قسم کے مظالم روا رکھے گئے لیکن حضرت محمدؐ اوران پر ایمان لانے والوں نے مشرکین کے ساتھ کسی قسم کا تشدد اپنانے سے گریز کیا، محمدؐ نے ان سے دلیل سے جنگ لڑی جبکہ مشرکین نے محمدؐ کے ساتھ تشدد کی جنگ لڑی۔آخر میں تمام قبائل قریش کے مشترکہ اتحادیہ نے مسلح ہوکر خانۂ محمدؐ کا محاصرہ کیا تو حضرت محمدؐ اپنے خانہ وآشیانہ، مال و دولت، عزیز واقارب کو پیچھے چھوڑ کر اپنے دین کو سینے سے لگا کر مدینہ پہنچے۔یہاں بھی کفر والحاد اور مشرکین نے محمدؐ اور

آپ کا ساتھ دینے والوں کو چین سے نہ رہنے دیا اور لشکر کشی کی ان کے شہر کے قریب ہر آئے دن لشکر لے کر حملہ آور ہوئے اور بہت سے مسلمانوں کی جانیں گئیں لیکن اسلام کو نہیں دبا سکے کیونکہ اس کی قیادت خود حضرت محمدؐ فرما رہے تھے ہدایت قرآن سے لے رہے تھے آپؐ کی اطاعت وہ لوگ کر رہے تھے جن کو پہلے دن سے آپؐ کی شرافت وعفت وصداقت پر ایمان راسخ تھا، صرف رضائے الٰہی مطلوب تھی۔ حضرت محمدؐ کے بعد خلفاء راشدین نے بھی بہت سے علاقے فتح کئے، ۳۰ سال تک آرام وسکون سے فتح وظفر کے پرچم لہراتے رہے۔ ایک دن خلیفہ مقتدر عمر ابن خطاب کو ابولولو نے کہا میں ایسی چکی بناؤں گا جو رہتی دنیا تک یاد رکھی جائے گی۔ اس کے جانے کے بعد خلیفہ نے فرمایا اس نے مجھے دھمکی دی ہے لیکن اس کا پیچھا نہیں کیا۔ خلیفہ سوم کے گھر کا محاصرہ کیا گیا تو علی و دیگر اصحاب نے تجویز دی آپ آگے بڑھیں ہم آپ کے پیچھے ہونگے۔ علی خلیفہ بنے کئی اصحاب نے بیعت نہیں کی تو آپ نے ان کے ساتھ کوئی تشدد نہیں کیا۔ تشدد ہمیشہ انہوں نے کیا جو اپنے مدعیٰ پر دلیل نہیں رکھتے تھے۔ پاکستان میں تشدد فرقے اور سیکولر کرتے ہیں جب دنیائے کفر وشرک اسلام کو طاقت کے ذریعے دبانے سے مایوس ہوئے تو اندرون خانہ اسلحہ نفاق سے جنگ شروع کی، لیکن مجاہدین اسلام یاران باوفا نے یہ حملہ کامیاب نہیں ہونے دیا، گزشت زمان کے ساتھ برسر اقتدار حکمرانوں کے ذہنی تصورات نے دشمن کو ایک نیا فارمولائے جنگ دیا اس کو جنگ فکری کہتے ہیں۔ اس نئی جنگ سے مسلمان نامانوس وناآشنا تھے، اس نئے طریقہ واردات میں اسلحہ زبان تھی، اور سپاہی یہود ومجوس اور نصاریٰ کے نومسلم افراد تھے، انہوں نے ایک ایسی بحث چھیڑی جو گزشتہ ۶۰ سال میں خاص کر دورِ راشدین اور دورِ حضرت محمد میں نہ دیکھی گئی تھی نہ سنی گئی تھی۔

''جو کچھ کوئی انسان کرتا ہے بولتا ہے سوچتا ہے وہ خود نہیں کرتا ہے وہ اللہ ہی کرتا ہے'' ''ایمان صرف دل کی تصدیق کو کہتے ہیں'' باقی چیزوں کی اہمیت نہیں یا صرف ''زبان سے اقرار کو کہتے ہیں دل میں تصدیق کی ضرورت نہیں ہے'' اس طرح سے اسلام میں فرقے ظاہر ہوئے تو اُمت ناواقف نے تردد و تشکیک کی حالت میں زیادہ مزاحمت نہیں کی حکمرانوں نے بھی اہمیت نہیں دی غور نہیں کیا، یہاں سے فرقے

تیزی سے پھیل گئے، یہ ہے ظہور فرق اور ظہور سیکولر، کس ماحول میں وارد ہوا انھوں نے کیا کیا طریقہ واردات استعمال کئے اور مسلمانوں کو اس حال میں پھنسایا وہ ہم آگے بحث کریں گے۔

فرقے:۔

۱۔فرقے کفر والحاد ہی سے مدد کیوں لیتے ہیں؟ حالانکہ اسلام میں کفر والحاد سے مدد لینے سے سختی سے منع کیا گیا ہے، ظالمین سے مدد نہیں لینی ہے امت نے ظالمین کی مدد بھی نہیں کرنی ہے چنانچہ جتنے بھی فرق واحزاب عالم اسلامی میں وجود میں آئے ہیں انھوں نے انہی لوگوں سے مدد لی ہے، جو ان کے گمان میں یا عقیدے میں منحرف ہیں۔ یہ ہمیشہ وہاں سے مدد کیوں لیتے ہیں جہاں اسلام کو روکنے اور کچلنے کے لئے بجٹ مخصوص ہوتا ہے۔

۲۔فرقوں نے اپنے اقتدار کی خاطر ہر قسم کے کفر والحاد سے سمجھوتے اور اتحاد کئے ہوئے ہیں لہٰذا سیکولر لوگوں کے طعن وطنز اور مسخرہ کا نشانہ بنے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کی نظر میں ہر آئے دن گرتے جا رہے ہیں۔ آخر میں خود ان کے جمع کردہ افراد ان سے ٹوٹ رہے ہیں یہ مثال پاکستان میں قائم تمام دینی جماعتوں پر سو فی صد صدق آتی ہے۔

کسی بھی جسم معتدل وطبعی میں کوئی جزء یا حصہ مافوق طبیعت اضافہ پائے تو اس جسم کیلئے معیوب گردانا جاتا ہے جیسے انگلیوں میں اضافہ یا جسم کے کسی حصہ پر کوئی بڑی غدود نمایاں ہو، اگر وہ خدانخواستہ اپنی جگہ ناسور ہو تو وہ رفتہ رفتہ اس جسم میں سرایت کر جاتی ہے اور جسم کو نابود کر دیتی ہے دین اسلام ایک معتدل و فطری دین ہے اس کی طبیعت ہر قسم کے عیب ونقص سے پاک ومنزہ ہے، کیونکہ اسلام اللہ کا پسندیدہ دین ہے جب کہ فرقے اسلام کے ساتھ پیدا نہیں ہوئے، اُمت اسلام نے ایک طویل عرصہ بغیر فرقہ کے گزارا تھا۔ اس کے عقائد آسان، سادہ اور واضح تھے، ان میں کسی بھی قسم کا کوئی اجمال وابہام نہیں تھا۔ جب سے فرقے وجود میں آئے ان کے ایجاد کردہ عقائد نافہمی وناسمجھی میں اقنوم مسیحی سے کم نہیں ہیں لہٰذا افہام وتفہیم کے لئے طاقت کا استعمال ان کیلئے ناگزیر ہے اس سے انتہا پسندی وشدت پسندی نے جگہ لی تو سیکولر جن کی نظروں میں

فرقے پہلے سے ہی خار چشم بنے ہوئے تھے، ان کی ہمت اور بڑھ گئی ان کے خیال قوی ہو گئے۔ اہل یورپ نے دیار اسلامی میں قدم جمانے کے بعد زمین نہیں مانگی، معدنیات نہیں مانگیں، مالیات نہیں مانگیں، انہوں نے دو چیزیں مانگیں ایک شریعت اسلام کو چھوڑ دو دوسرا عام بود و باش وثقافت ہماری اپناؤ۔ اس کی مثال کچھ اس طرح سے ہے کہ ایک شخص کو پکڑنے کے بعد جب اس نے سوال کیا کہ آپ کو کیا چاہئے کتنا مال و دولت چاہیے تو پکڑنے والا بولا مجھے کچھ نہیں چاہیے بس تم میرے غلام بن کے رہو۔ کسی قوم وملت کی ثقافت وفرہنگ اپنانا اس کا غلام بننا ہے یہاں سے آزادی کی فکر ہمیشہ کیلئے ختم ہوتی جاتی ہے پھر یہ آزاد ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

پاکستان کا آئین۔

ا۔ پاکستان کا آئین کمزور، ناتواں اور پسا ہوا ہے اس کو نام کے مسلمان اور اندر سے منافق سیکولر اٹھا رہے ہیں، کہتے ہیں یہ ڈیموکریسی کی وجہ سے بلند ہے یعنی عوام کی آراء ونظریات سے بنی ہوئی حکومت کی وجہ سے اس ملک کا پرچم بلند ہے اسی شق کے تحت بات کرتے ہیں، کہ پاکستان برصغیر میں رہنے والی عظیم امت اسلامی کا ایک حصہ ہے جسے بنی امیہ کے خلیفہ عبدالملک کے حکم سے محمد بن قاسم نے کفر وشرک سے آزاد کرایا، سینکڑوں سال مسلمانوں کی حکومت کے بعد برطانیہ نے قبضہ کیا، مسلمانوں نے دوبارہ کفر وشرک ہندو بوذی کے ساتھ زندگی گزارنے سے نفرت وکراہت کرتے ہوئے الگ مملکت کا مطالبہ کیا، ان کا مطالبہ برطانیہ حکومت سے یہ تھا آپ یہاں سے چلے جائیں اور مسلمانوں کو ان سے چھینی ہوئی حکومت واپس کریں لیکن انہوں نے یہ علاقہ برطانیہ کی گورنری کے ماتحت چھوڑا اور کہا محمد علی جناح صاحب برطانیہ کے گورنر کی حیثیت سے یہاں رہیں گے تو محمد علی جناح صاحب گورنر پاکستان عوام کی منتخب اسمبلی سے چنے ہوئے نہیں تھے تاہم ان کو وہی اختیارات حاصل تھے جو منتخب اسمبلی دیتی ہے۔

انسان جو بھی ہو خطاء ولغزش اس کی فطرت میں ہے فردی خطا سے بچنے کا واحد ذریعہ مشورہ ہے اللہ تعالٰی نے امورِ اجتماعی سیاسی میں حضرت محمد کو امت سے مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے، جب حضرت محمدؐ دنیا سے

رخصت ہوئے تو امورِاجتماعی دفاعی سیاسی میں نئے قائد کا انتخاب کیا گیا لیکن پاکستان میں مرنے کے بعد بھی محمد علی جناح کو ہر قیل وقال سے مبراء قائد رکھا ہوا ہے یہ کس منطق کے تحت ہے، اس کا ہر خواب آئین کا حصہ نہیں بن سکتا ہے۔ یہاں کے کثیر اقوام کے نمائندہ بن کر آئین نہیں بنا سکتے اس کا ہر قول آئین کی حیثیت نہیں رکھتا ہے دنیا بھر کے ملکوں میں اقلیت موجود ہے، کیا مسلمانوں کو تمام ممالک میں ایک جیسی آزادی حاصل ہے، بعض ممالک میں تو مسلمانوں کی کثیر تعداد ہوتے ہوئے بھی اقلیت میں شمار ہوتے ہیں، کیا امریکا میں اچانک کوئی ہندو سربراہ بنا ہے کبھی کوئی مسلمان سربراہ بنا ہے۔ پاکستان میں اٹھانوے فیصد مسلمان ہیں اٹھانوے فیصد مسلمانوں کی دلی خواہش ہے کہ یہاں حکومت اسلامی ہو اگر جمہوریت اکثریت کا نام ہے تو یہاں اکثریت مسلمانوں کی ہے، محمد علی جناح جو بھی ہو وہ قوم وملت کے ارادوں وآراء سے بالاتر اقلیتی ٹولے کو خوش کرنے کے لئے یہاں ایک لبرل حکومت قائم کر کے گئے یہ تنہا اسلام کے ہی نہیں بلکہ جمہوریت کے بھی خلاف اقدام تھا۔

بارہ ربیع الاوّل ۱۴۳۷ھ کے روزنامہ دنیا میں کامران خان میزبان کے سامنے پاکستان کے خلاف سیکولروں کی حمایت میں بیان دینے والے فاروق مودودی کا یہ کہنا کہ پاکستان مسلمانوں کی ایک الگ مملکت نہیں بننا چاہیے تھا، میرے والد اس کے خلاف تھے۔ آپ اور آپ کے والد اور ہندوستان کے رہنے والے بہت سے علماء کی پاکستان بننے کی مخالفت سے یہاں کے اٹھانوے فیصد مسلمانوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا کیونکہ ننانوے کے مقابل میں ایک کی کیا حیثیت ہے۔ آپ کے والد کو یہاں کے مسلمانوں نے بھی جواب دیا کہ آپ نے مسلمانوں کی مخالفت کر کے فاطمہ جناح کو ووٹ دے کر ہم سے دوبارہ مخالفت کی ہے اسی طرح آپ کے والد کی خواہش پر جماعت اسلامی کا مسلمانوں کو دھوکہ دیکر اسلام کی بجائے سیکولروں کو آگے لانے میں کوشاں رہنا کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔

پاکستان میں کتنے فرقے ہیں ان کے درست اعداد وشمار موجود نہیں۔ ۹۸ فیصد مسلمان ہیں ۲ فیصد غیر مسلمین کی کتنی جماعتیں ہیں اس کے بھی درست اعداد وشمار معلوم نہیں لیکن مسلمانوں کے ظاہری طور پر دو

ہی فرقے بتائے جاتے ہیں شیعہ اور سنی۔ خود شیعہ کے کتنے فرقے ہیں اس کا بھی علم نہیں شیخی، نصیری علی اللہی، اسماعیلی، آغا خانی، اخباری، تقلیدی اور شریعت حسین والے ہیں۔ اس کے علاوہ احزاب بھی وجود میں آئے ہیں، ساجد گروہ، راجہ گروہ، وفاق گروہ، جواد نقوی گروہ، ذاکرین و خطباء گروہ یہ زیادہ تعداد میں ہیں۔ سنیوں کے ظاہری طور پر تین فرقے بریلوی، دیوبندی اور اہل حدیث ہیں ہر ایک میں سے چندین مزید گروہ نکلے ہیں یہ امر طبعی ہے۔ فلاسفہ کا کہنا ہے کہ اپنے قیام سے مادہ تقسیم در تقسیم ہے اس لیے اب تک ہر ایک کے مزید چندین گروہ بن چکے ہیں، امت مسلمہ کو تقسیم کرنے والوں کو اس پر اطمینان نہیں ہے کیونکہ اب بھی ہر ایک کے حصہ میں ہزاروں افراد آسکتے ہیں اور مسئلہ پیدا کر سکتے ہیں۔ ہر جماعت میں ہزاروں مریدین کا ہونا خطرے کا سبب بن سکتا ہے وہ چاہتے ہیں کہ امت مسلمہ کو سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں میں تقسیم ہونا چاہیے، اس کیلئے ایک نیا فارمولا پیش کیا ہے یعنی دین سے ہٹ کر امور دنیا سے متعلق کام کرنے والی پارٹیوں کو مذہبی جماعت کے نام سے وجود میں لائیں۔ ان کی تعداد کے بارے میں مورخہ ۲۴ جمادی اوّل ۱۴۳۷ھ کو اخبار دنیا میں نذیر ناجی نے لکھا ہے پونے دوسو تک جا پہنچی ہے۔ جب احزاب نے فرقوں کی صفوں میں گھس کر سالوں سال سے تربیت دیئے گئے مریدوں کو اپنا کارکن بنا لیا تو اس پر علماء نے سوچا کہ انھوں نے ہمارے گھر پر حملہ کیا، ہمارے مریدوں کو ہم سے چھینا تو کیوں نہ ہم ان کے گھروں اور آبادیوں پر حملہ کریں۔ چناچہ مسیحیوں، یہودیوں، آتش پرستوں، گلوکاروں، اداکاروں کو اپنی جماعت کا رکن بنایا۔ اس طرح ۱۷۵، احزاب اور ۱۰۰، دینی پارٹیاں وجود میں آئیں کل ملا کر، ۲۷۵، پارٹیوں میں ملک کو تقسیم کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ یونین کونسل کو تحصیل اور تحصیل کو ضلع اور ضلعوں کو اب صوبہ بنانا چاہتے ہیں اور صوبوں کی خودمختاری کے نام پر ریاست میں ایک اور مملکت بنانا چاہتے ہیں۔ اس سے ملک میں کیا ترقی ہوگی بلکہ ان کی تنخواہوں کیلئے عالمی بنک سے مزید قرضہ لینا پڑے گا تو کوئی پیشن گوئی کرنے والا بتائے اب کتنے سال کے بعد ہمارا ملک ترقی یافتہ ملکوں میں شمار ہوگا۔ میرے خیال میں ابھی تک کثرت احزاب کی ضرر رسانی پر کسی نے روشنی ڈالی ہو نہیں دیکھا ہے، راقم اپنی چشم بصیر، سمع سمیع کی حد تک پیش کرتا ہے، سابق زمانے میں امپراطور وسیع

وعریض اس وقت کی پچاس سے زائد مملکت کے امورات کو ہارون الرشید، ان کے مشیر یحییٰ بن برمکی اور وزیر اعظم فضل بن یحییٰ چلاتے تھے کوئی چھوٹی کابینہ یا اسمبلی تک نہیں تھی، جبکہ پاکستان کی قومی اسمبلی میں ۳۴۲ نمائندے اور وفاقی وزراء ومشیر ۶۰ ہیں، لیکن ملک کو درپیش کسی بھی مسئلہ کو حل کرنے سے عاجز وقاصر ہیں۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ کریں۔

۱۔ دہشت گردوں کے بار بار حملوں کو روکنے کیلئے فیصلہ نہیں کرسکے۔

۲۔ اندرون ملک جاری دہشت گردی کے مجرم اور سزائے موت کی سزا پانے والے مجرم دہشت گردوں کو سزا ئے موت دینے کا فیصلہ نہیں کرسکے۔

۳۔ اور بھی چھوٹے بڑے بے شمار مسائل ہیں جن کا یہ ابھی تک کوئی حل پیش نہیں کرسکے یہ ان پر یہ ایک قسم کا عدم اعتماد قائم ہوا۔ فیصلوں کو غیر متنازع بنانے کیلئے مجلس شوریٰ کے علاوہ ایک اور ایوان بالا وجود میں لایا گیا، اس کے ۱۰۴ ،ارکان ہیں اس طرح کل ،،۳۴۲+۱۰۴=۴۴۶،، ارکان فیصلہ نہیں کرسکے تو پھر آل پارٹی کانفرنس منعقد کرانا پڑی، اس کی ایک مثال راہداری کا منصوبہ ہے کیوں کہ اسمبلی میں نہ پہنچنے والی پارٹیاں فساد پیدا کرتی ہیں لہٰذا دس بیس ارکان والی پارٹیاں بھی آل پارٹی کانفرنس میں شریک ہوتی ہیں یہ ہے کثرت احزاب کا فائدہ۔

اس صورت حال سے تنہا دین اسلام کو ٹھکانے پر نہیں لگایا بلکہ خود مسلمانوں کی تذلیل بھی شروع ہوگئی ہے۔ پہلے زمانے میں صرف یورپ والے مسلمانوں کا نام لیکر اہانت و جسارت کرتے تھے، اب تو یہاں کے مسلمان زادہ پروردہ یہود وصلیب نے بھی مسلمانوں کی تذلیل وتحقیر کرنا شروع کردی ہے، جس کی واضح مثال توہین واہانت رسولؐ اسلام کرنے والوں کی باعزت رہائی کی کوششیں اور توہین واہانت رسول اللہ کرنے والے کو کیفر کردار تک پہنچانے کا قدم اٹھانے والے کو جیل اور جیل سے تختہ دار پر لٹکایا۔ ان کے خیال میں توہین رسالت کرنے والے عزیز ہیں، اور ان کو کیفر کردار تک پہنچانے والے ذلیل ہیں لیکن اسلام و مسلمین کو ذلت سے دیکھنے والے خود ذلیل ہونگے، کیونکہ قرآن نے بشارت دی ہے کہ عزت، اللہ، رسول

کریمؐ اور مومنین کیلئے مخصوص ہے۔جس کو توہین رسالت کی وجہ سے قتل کیا گیا وہ آخرت میں بھی ذلیل ہی ہوگا ،جو اس کو مار کر تختہ دار پر گیا وہ مسلمانوں کے دلوں میں عزیز ہوگا جیسا کہ اس کے جنازے پر دنیا نے دیکھا۔اللہ، رسول کریمؐ اور مومنین کے چشم چراغ مسلمان کو تختہ دار پر لٹکانے والے دنیا وآخرت دونوں میں ذلیل ہوگئے اور ہوتے رہیں گے۔

،،اس شاخسانہ کا ایک حصہ پنجاب اسمبلی کا پاس کردہ نسواں بل بھی ہے،جس میں برے کردار اشاعۃ فحشاء کرنے والوں کی توقیر اور عفت وعصمت ناموس رکھنے والوں کو ذلیل وخوار کرنے کے لئے قانون بنانے کے عزائم ہیں۔

خواتین کے حقوق:[روزنامہ ایکسپریس کراچی ہفتہ ۲۰ جمادی الاول ۱۴۳۵ھ ۲۲ مارچ ۲۰۱۴]

جب ایسٹ انڈیا کمپنی نے ستی کی رسم کو غیر قانونی قرار دیا تو ہندو پنڈتوں نے اس پابندی کے خلاف مزاحمت کی،حکومت کے سخت اقدامات کے نتیجے میں بیوہ عورتوں کی جانیں بچ گئیں پھر انگریز حکومت نے گزشتہ صدی کے دوسرے عشرے میں کمسن بچیوں کی شادی پر پابندی عائد کردی، یہ وہ وقت تھا جب گاندھی جی کانگریس کے قائد بن گئے تھے ہندو پنڈتوں کے خوف کی بناء پر گاندھی جی نے اس قانون کی حمایت نہیں کی ۔مسلم لیگ کی قیادت مولانا محمد علی جوہر کے پاس تھی وہ اس قانون کی حمایت پر آمادہ نہیں ہوئے۔ جناح اس زمانے میں کانگریس سے مایوس ہو چکے تھے اور مسلم لیگ میں نمایاں حیثیت نہیں رکھتے تھے مگر محمد علی جناح واحد ہندوستانی رہنما تھے جنہوں نے کمسن بچیوں کی شادی پر پابندی کے قانون کی حمایت کی۔

جناح کا کہنا تھا کمسن بچیوں کی شادی نہ صرف ان کی صحت کو تباہ کرتی ہے بلکہ انھیں تعلیم حاصل کرنے سے روکتی ہے یوں ناخواندہ لڑکی کے بچپن میں شادی سے بننے والے خاندان کی بنیادیں کمزور ہوتی ہیں۔ یہ بچیاں بچے پیدا کرنے کی مشین میں تبدیل ہوجاتی ہیں یوں ان کی صحت برباد ہوجاتی ہے اور کمزور بچے پیدا ہوتے ہیں اس طرح نوزائیدہ بچوں اور زچہ کے مرنے کی شرح ہندوستان میں بہت زیادہ تھی۔ جناح کی اس حمایت کی بنیاد پر کمسن بچیوں کی شادی پر پابندی کا قانون ہندوستان میں رائج ہوا اور پھر

پاکستان بننے کے بعد رائج رہا۔ جب جناح نے رتی کو پسند کیا تو رتی کے والد کا کہنا تھا رتی بالغ نہیں ہے اس لئے اس کی شادی نہیں ہوسکتی، یوں معاملہ بمبئی کی عدالت میں پیش کیا گیا۔

عدالت نے رتی کے والد کے مؤقف کو تسلیم کرتے ہوئے فیصلہ دیا کہ رتی ایک سال بعد بالغ ہوگی، تب وہ ازدواج کرسکتی ہے عدالت نے جناح پر پابندی عائد کی کہ وہ ایک سال تک رتی سے رابطہ نہیں کریں ۔قائداعظم محمد علی جناح نے اس فیصلے کی مکمل پاسداری کی اور ایک سال انتظار کے بعد رتی سے نکاح کیا، انھوں نے کمسن بچیوں کی شادی پر پابندی کے اصولی مؤقف کو اپنے اوپر لاگو کیا۔ ماہرین سماجیات کا کہنا ہے جہالت اور قبائلی روایات کی تابعداری کرتے ہوئے والدین اپنی لڑکیوں اور لڑکوں کی بچپن میں شادی کردیتے تھے یوں وہ شادی کے اسلامی اصول کو نظر انداز کرتے ہوئے لڑکی کی رضامندی ضروری نہیں سمجھتے، اس طرح بچپن میں لڑکی کی مرضی معلوم کیے بغیر اجنبی خاندان کے حوالے کردیا جاتا ہے۔ ماہرین صحت کا کہنا ہے بچپن میں شادی کے مرحلے سے گزرنے والی لڑکیاں بہت جلد بدصورتی کا شکار ہوجاتی ہیں یوں مردوں کو دوسری شادی کا جواز ملتا ہے۔

اس طرح کثرت ازدواج سے جہاں خواتین کے حقوق پامال ہوتے تھے وہاں شرح پیدائش بڑھنے سے خاندان اور ملک کی معیشت بھی متاثر ہوتی تھی۔ جنرل ایوب خان کی حکومت نے خواتین کے حالات کو بہتر بنانے کے لئے قوانین (family) laws1961 نافذ کیئے یوں پہلی دفعہ شادی اور طلاق جیسے اہم ترین معاملہ کی دستاویز تیار ہونے لگی۔ ان قوانین میں لڑکی کی شادی کی عمر ۱۶ سال مقرر کی گئی اور نکاح نامے پر اس کی مرضی ظاہر کرنے کیلئے دستخط لازمی قرار دیئے گئے، اس کے ساتھ دوسری شادی کے لئے پہلی بیوی کی مرضی کی شرط کو لازمی قرار دیا۔ حکومت کے اس اقدام پر خواتین انجمنوں کا یہ مؤقف تھا اب مرد بیویوں سے برابری کے سلوک کے اسلامی اصول پر عمل نہیں کرتے وہ بیک وقت کئی نئی شادیاں کرتے ہیں دوسری طرف مہر کی رقم معمولی ہوتی ہے، وہ یہ رقم ادا نہیں کرتے یا لڑکی کی مرضی کے بغیر مہر کی رقم مقرر کی جاتی تھی، مرد معمولی رقم دے کر طلاق دیتے تھے یوں طلاق یافتہ عورت کی معاشرے میں کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

اس لئے دوسری زوجہ کے لئے پہلی بیوی کی مرضی کولازمی قرار دیا تا کہ شوہر بیوی کے حقوق کے تحفظ کے لئے اس سے کوئی معاہدہ کرے۔اس قانون کا ایک مقصد مردوں کو بغیر کسی وجہ سے شادیاں کرنے سے روکنا تھا،مردوں کی زیادہ شادیاں کرنے سے عورتوں کے علاوہ بچوں کے حقوق پامال ہوتے ہیں پھر زیادہ بچے پیدا ہونے سے معیشت غیر مستحکم ہوتی ہے اس بناء پر دوسری شادی کو بیوی کی مرضی سے منسلک کرنا ضروری ہے۔اس وقت روشن خیال علماء نے حکومت کے اس مؤقف کی حمایت کی تھی۔ایک مشہور عالم دین ڈاکٹر فضل الرحمٰن کا کہنا تھا کہ دوسری شادی کی اجازت مخصوص حالت میں دی گئی ہے۔مسلمانوں کے عظیم رہنما سرسید احمد خان بھی کثرت ازدواج کے خلاف تھے یوں عائلی قوانین میں شادی کی عمر طے ہونے سے عورت کوایک قانونی تحفظ حاصل ہوا تھا۔اگر غیر جانبداری سے عورتوں کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو کمسن بچیوں کی شادی پر پابندی اور دوسری شادی کے لئے پہلی بیوی کی اجازت کا قانون عصر جدید کے تقاضوں کے مطابق نظر آتا ہے آج بھی دیہی علاقوں میں دشمن سے دوستی کے لئے بچیوں کو ونی بنانے کی روایت موجود ہے بعض دفعہ پیدا ہونے سے پہلے بچی کو ونی کر دیا جاتا ہے جب کمسن بچی ونی ہوکر دشمن کے گھر بھیج دی جاتی ہے تو دشمنی تو ختم ہو جاتی ہے لیکن اس لڑکی کی زندگی تباہ ہو جاتی ہے۔

اس طرح لڑکیاں ساری زندگی باندی کی حیثیت سے گزارتی ہیں مرد اپنے دشمن سے بدلہ لینے کے لئے ونی قرار دی گئی بچیوں کو ونی بنا کر شادی کرنے میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں بعض ماہرین تھر میں گزشتہ دنوں بچوں کی اموات کو بھی بچپن میں شادی سے منسلک کرتے ہیں ان ماہرین کا کہنا ہے کہ دیہی علاقوں میں لڑکیوں کو کم غذا ملتی ہے جب غذائی قلت ہوتی ہے تو وہ سب سے پہلے اس قلت کا شکار ہوتی ہیں تھر میں ہمیشہ غذائی قلت رہی ہے اس لئے وہاں پیدا ہونے والی لڑکیاں کمزور اور مختلف بیماریوں میں مبتلا ہوتی ہیں بچپن میں ان کی شادی کردی جاتی ہے تو کم غذائیت کی بناء پر پیدا ہونے والے بچے انتہائی لاغر ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ یہ بچے پیدائش کے بعد تشنج، کھانسی، ملیریا، ڈائریا اور نمونیا جیسے امراض کا شکار ہوتے ہیں، اس بناء پر نوزائیدہ بچوں اور زچہ کے مرنے کی شرح پاکستان میں سب سے زیادہ ہے اسلامی نظریاتی کونسل نے ان اہم

نکات کو مدنظر رکھنے کی بجائے بے راہ روی کو پھیلنے سے روکنے کے لئے کمسن بچیوں کی شادی پر پابندی اور دوسری شادی کی مشروط اجازت کی مخالفت کی ہے۔کونسل کے معزز اراکین اس حقیقت کو بھول گئے کہ بے راہ روی ان مردوں میں زیادہ ہوتی ہے جن کی شادیوں کی بناء پر عورتیں جوانی میں بدصورت ہوجاتی ہیں۔سندھ اسمبلی میں بچپن کی شادی کو غیر قانونی قرار دینے کا قانون منظوری کا منتظر ہے ایسے قوانین وفاق اور صوبوں میں بھی بننے چاہئیں عجیب بات ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے دور میں ہندو مذہبی عالم ستی کی رسم کے خاتمے کے خلاف مزاحمت کر رہے تھے اور خواتین نمائندوں نے قومی اسمبلی میں اس مسئلے پر آواز اٹھائی مگر خواتین کے خلاف مسلسل بدترین سلوک جاری ہے غربت کا خاتمہ خواتین کی ترقی کے بغیر ممکن نہیں ،تمام معقول لوگوں کو خواتین کے حالات کار بہتر بنانے کے لئے اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔

تحفظ خواتین:۔[مذہب فکریہ ج ا ص ۹۹]

خواتین آغاز بعثت اسلام و استحکام حکومت اسلام و قیام مدینہ فاضلہ رسول ؐ اللہ سے لے کر عصر راشدین حتیٰ بنی امیہ تک موضوع بحث ونقاش نفی واثبات وحمایت ومخالفت نہیں تھیں خواتین اپنی ماں بہن اور بیٹی کی حیثیت کے حوالے سے عزیزہ ومحترمہ ومکرمہ تھیں ۔خلیفہ اموی عبد الملک سے نقل ہے کہ ہماری کمزوریوں میں سے ایک حب نساء واولاد ہے جوحقوق انہیں اللہ نے اپنی کتاب میں اور نبی کریمؐ نے اپنی سیرت وسنت کے ذریعے بیان فرمائے تھے،وہ انہیں مل رہے تھے۔

ملک میں اسلامی قوانین کو معطل کرنے یا ان کا مذاق اڑانے یا ان کی نیم شق سے اپنی پسند کے عالمی اداروں کے اہداف کو عملی جامعہ پہنانے کے لئے ملک میں روشن خیال وروشن فکر اور ترقی پسند لبرل صحافی وکالم نگار خطیر رقم لے کر اپنے مقاصد کو آگے بڑھا رہے ہیں پاکستان میں صرف مسلمانوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اور قومی اسمبلی میں اپنے اوپر بوجھ کو ہلکا کرنے کیلئے اسلامی نظریاتی کونسل کے نام سے ایک بے اختیار ادارہ قائم کیا ہوا ہے۔اس پر کتنے ارب خرچ ہوتے ہیں وہ ہمیں پتہ نہیں ہے جوبھی ہوان کی ایک کاغذی کاروائی ہے اوران کے بقول ان کی ہزاروں تجاویز معطل ہیں اوران کی شنوائی نہیں ہورہی ہے اس کے باوجودان کی

ہلکی پھلکی تجاویز جو اختیارات میں آتے ہیں ان کا تذکرہ بھی ان کو کرنا پڑتا ہے۔

حال ہی میں ۱۳ جمادی الاوّل ۱۴۳۵ھ بمطابق ۱۵ مارچ ۲۰۱۴ھ کو عرفان حسین نے ''عورتوں کی قسمت'' کے عنوان پر ایک کالم لکھا ہے اس میں لڑکیوں کی ازدواج کے لیے کم از کم عمر کی حد مقرر نہ ہونے کی تجویز پر تنقید کرتے ہوئے اس نے اس کی مثال ۸ سال کی لڑکی سے دی ہے، شریعت میں ۸ سال میں کوئی ازدواج نہیں کرتا ہے حتیٰ جاہلیت کے دور میں بھی ۸ سال میں کوئی ازدواج نہیں ہوا ہے۔ جتنے بھی ازدواج نو عمری میں ہوتے چلے آئے ہیں وہ کم سے کم ۹ سال کی عمر میں ہوئے ہیں اس کالم نگار نے صرف شریعت کو مسترد کرنے کے لئے ۸ سال کی عمر میں ازدواج کا ذکر کیا ہے کہتے ہیں لڑکی ۸ سال میں بلوغت جسمانی اور بلوغت ذہنی نہیں رکھتی ہے بلوغت ذہنی کی بات ہو تو وہ تو آپ کے بقول ۱۸ سال میں بھی نہیں ہوتی ہے اور یہ جو عمر میں برابری کی شرط لگائی گئی ہے وہ بھی بدنیتی پر مبنی ہے تاکہ لڑکیاں اپنی نوجوانی میں اپنی آزادی اور خواہشات کو بے لگام رکھیں اور مفاد پرست برے عزائم والے ان سے اپنے مقاصد نکالیں، اس کے تحت انہوں نے ڈی۔این۔اے ٹیسٹ کو بھی شرعی گواہ کی جگہ پر تسلیم کرنے پر زور دیا ہے۔ حالانکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ ڈی۔این۔اے ٹیسٹ میں جو رپورٹ آئی ہو، وہی لکھی گئی ہوگی۔ ساتھ ہی خاندانی منصوبہ بندی کو بھی روکنے کے لئے ازدواج کو مؤخر کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے اس کا دل جو شریعت کے بارے میں غصے اور عداوت و نفرت سے لبریز نظر آتا ہے معلوم نہیں اس نے کس لئے نام حسین کو اپنے نام کے ساتھ باقی رکھا ہوا ہے۔

روزنامہ دنیا ۲۸ جمادی الاوّل ۱۴۳۷ھ میں ایک کالم ''لمبا سفر دشوار راستہ'' کے نام سے لکھا جس میں لکھا یورپ میں صنعتی انقلاب سے لے کر آج تک خواتین نے اپنے حقوق اور تحفظ کے لئے نمایاں کام کیا ہے لیکن تیسری دنیا یا ترقی پذیر ممالک کی خواتین کی اکثریت آج بھی اپنے حقوق اور تحفظ سے محروم ہے اور انتہائی نامساعد حالات میں زندگی بسر کر رہی ہے۔ ان کی تمام کوششیں اپنے اور اپنے خاندان کیلئے دو وقت کی روٹی کے لئے صرف ہو رہی ہیں ان کے مردوں کے برابر حقوق اور زندگی میں یکساں مواقع کافی حد تک اجنبی

ہیں۔

مغرب والوں نے دیکھا کہ مسلمان قرآن کو آسانی سے نہیں چھوڑیں گے تو اس کے لئے انھوں نے طاقت کے استعمال کو ناگزیر قرار دیا اور اسے مرحلہ وار انتخاب کرنے کا حکم دیا۔

یہاں مسلمانوں کیلئے دو میں سے ایک کو انتخاب کرنا ہوگا۔

ا۔قرآن کو پکڑ و اس کو گلے سے لگاؤ اور اس کے ساتھ جیو اس کے ساتھ مرو۔

۲۔یا ترقی وتمدن کو اپنائیں اس کو انتخاب کریں۔اس کے لئے عورتوں کو آزاد چھوڑنا ہوگا بچوں کو آزاد چھوڑنا پڑے گا سیکولروں کو آزاد چھوڑنا پڑے گا، ہمارے جیالوں کو آگے کرنا ہوگا، ہماری ثقافت اپنانا ہو گی ہماری زبان بولنا ہوگی، حلال وحرام جائز وناجائز کی بات نہیں ہوگی فسق وفجور کی آزادی ہوگی۔

عورتوں اور بچوں کو عزیز والدین سے اغواء کر کے نظام الحادی کے لشکر میں بھرتی کرنا اس جمہوریت کی خدمات ہیں۔قرآن کریم میں اللہ نے عورتوں اور بچوں کی سر پرستی مردوں کے ہاتھ میں دی ہے کیونکہ عزیز غیور شوہر اور مہربان باپ جوان دونوں کی زندگی سے متعلق ضروریات اور لوازمات کی کفالت کرتے ہیں۔وہ بھی کسی کی دباؤ میں نہیں منت سماجت رکھنے کی خاطر نہیں اور اسی طرح نام ونمود وشہرت کی خاطر نہیں ہے بلکہ انھیں احساس ہے باہران کو منحرف وگمراہ کرنے والے بیٹھے ہیں لہٰذا جس طرح اس کی بھوک و پیاس اور درد والم کا خیال رکھتے ہیں اسی طرح اس نفسیاتی روحان ءالام کا بھی احساس ہے۔لیکن ملحدین ان دونوں کو ایک عرصے سے گمراہ کرنے کے لئے کمر بستہ ہیں اور تمام وسائل وذرائع گمراہی اس کی درسگاہ اس کی گلی اور اس کے گھر پہنچارہے ہیں، جو چیزیں نابودی و بربادی کا وسیلہ بن سکتی ہیں انہوں نے وہ ان کے گھر تک پہنچائی ہیں۔ایک عرصے سے عورتوں بیویوں اور بہنوں اور بیٹیوں کو ان کے قبضے سے نکال کر طرح طرح کے ناروا سلوک اور نازیبا حرکتیں ان سے کرواتے ہیں اب لڑکوں کو بھی اٹھانا شروع کیا ہے۔

روزنامہ جہاں پاکستان جمعرات مورخہ ۳۰ جمادی الاوّل ۱۴۳۷ھ کے پہلے صفحہ پر آیا ہے لاہور میں ایک یونیورسٹی میں ایک سیمینار منعقد کیا ہے اس میں بچوں پر تشدد ہونے کی پروپیگنڈا مہم کا آغاز کیا تا کہ

غلط کار بچوں کو تحفظ دیں جس طرح غلط کار خواتین کو تحفظ دینے کی مہم پہلے سے شروع کیے ہوئے ہیں۔

تحفظ خواتین۔ ''۸ مارچ ۲۰۱۵ء این جی اوز کی اسلام کے خلاف مہم جوئی''

پاکستان میں مسلمان خواتین اس دن کو انتہائی شد و مد سے مناتیں ہیں مختلف پروگراموں میں موسیقی اور ناچ گانے سے اسلام کے خلاف بغاوت عملی کرتی ہیں لیکن اپنی صنف کو مظلوم دکھاتی ہیں۔ان کے مطالبات میں سے ایک مذہبی انتہاء پسندی کے خلاف جدو جہد کا اعلان ہے۔تحفظ خواتین بل کو بارش کا پہلا قطرہ قرار دیا گیا ہے۔ان کی طرف سے،، پیغام لاہور،، منعقدہ یوم خواتین میں بہت سے امور پر تشویش کا اظہار کیا گیا۔

پنجاب اسمبلی سے روشن خیال خواتین کے حق میں پاس ہونے والی قرارداد کو اکثر ممبران اسمبلی نے مسلمان ہونے کے باوجود اس ملحدانہ کاروائی میں جو منافقانہ رائے دی اس کو بھی ان سیمیناروں میں سراہا گیا۔

بین الاقوامی این جی اوز اس دن ملک کے طول وعرض میں کھلے عام اسلام کے خلاف ہرزہ گوئی کرتی ہیں،ان کو سننے کے لئے ان ہی کی نمک خوار کارکن، پدرو مادر آزاد خواتین ہوتی ہیں۔تحفظ خواتین کے قانون کے بعد ۸ مارچ ۲۰۱۵ء کو منعقد ہونے والے ''بین الاقوامی یوم خواتین'' کے پروگراموں میں این جی اوز سے وابستہ کارکنوں کو بولنے کیلئے مواد اور جذبہ دونوں ملے ہیں۔ان کے منہ میں جو کچھ آیا انھوں نے کہہ دیا۔ذیل میں چند کالم نگاروں کی تاثرات کو پیش کرتے:

روزنامہ ایکسپریس بروز بدھ ۱۹ جمادی الاوّل ۱۴۳۷ھ کے کالموں کے صفحات میں ایک کالم خواتین کا عالمی دن کے عنوان سے تھا جس میں روشن خیال ترقی پسند جہاں بین خاتون نے پاکستان میں خواتین کیساتھ امتیازی سلوک روا رکھنے کے عمل کو اٹھایا ہے۔

۱۔بے نظیر بھٹو کے دور میں خواتین کو جو مقام ملا تھا اس کا ذکر کیا،لیکن پرویز مشرف کو یاد کرنا بھول گئے اس طرح نواز اور شہباز کا شکریہ ادا کرنا بھی بھول گئے۔

۲۔مولویوں کی اس بل کے خلاف مہم کی مذمت کی اور خواتین پر گرائے جانے والے مظالم اور

ناانصافیوں کے خلاف خاموشی کی شکایت کی۔

۳۔ماں کے پاؤں تلے جنت کی،جھوٹی،باطنی،استعماری خودساختہ،حدیث سے خواتین کی برتری پراستنادکیا۔

روزنامہ ایکسپریس کی خاتون نے لوگوں کی اس شکایت کا بھی اظہار کیا کہ آگے آنے والی خواتین جوان اور خوش شکل ہی کیوں ہوتی ہیں،عمر رسیدہ بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر نظر آتی ہیں اس طرح کی ایک شکایت ملتان سے بھی آئی ہے کہ جولڑکیاں کرکٹ ٹیم میں شامل ہوئی ہیں ان میں صرف ان لڑکیوں کو آگے لایا جاتا ہے جو حسین ہوں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقصود خواتین کے حقوق کا تحفظ نہیں ہے، کچھ عرصہ بعد یہ حقوق خود ان کے وجود کے لئے خطرہ بن جائیں گے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں حقوق خواتین:۔

آئین پاکستان شق ۲۲۸ص ۱۶۹ پر آیا ہے قومی زندگی میں خواتین کی بھرپور شمولیت کو یقینی بنانے کے لئے اقدامات کئے جائیں گے۔اس میں خواتین پر ہونے والے مظالم اور حق تلفیوں کا ذکر نہیں کیا ہے کہ شریعت میں ان کے حقوق کیا ہیں اور کون سے حقوق ایسے ہیں کہ جو سیکولر لوگ انہیں دینا چاہتے ہیں شرعاً وہ ان کے حقوق نہیں بلکہ ان کے ساتھ ظلم و زیادتی اور ان پر فالتو اور ناجائز بوجھ ہیں۔زندگی کے تمام شعبوں میں ان کی شمولیت از روئے شریعت نہیں ہے اس طرح تو آپ مسلمان عورتوں سے مسلمان ہونے کے تصور کو ختم کردیں گے کیونکہ زندگی کے بہت سے شعبوں میں اور مختلف فیکٹریوں اور دفتروں میں خواتین کا مردوں کے ساتھ آمنا سامنا ہونا اور پھر ان کا مردوں میں گھل مل کر کام کرنا یا مخلوط اجتماع میں آنا جانا دراصل ان کو شرم وحیا سے عاری ہونے،جنسیات اور عریانی وفحاشی اور غیر شرعی و بے حجابانہ زندگی گزارنے کی ترغیب ودعوت ہے۔ زندگی کے بعض شعبہ جات خواتین کے لئے ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف دہ اور مشقت آور ہیں،ان شعبوں میں خواتین کی شمولیت کی وجہ سے خواتین جو کہ مردوں کی نسبت نرم ونازک اور کمزور وناتواں ہوتی ہیں وہ اپنی طاقت سے زیادہ بوجھ برداشت کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے ضروری و ناگزیر حقوق سے محروم

ہیں۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی خواتین کو وہ حقوق نہیں دیئے جاتے ہیں جو اسلام نے انہیں دیئے ہیں جو حقوق اسلام نے دیئے ہیں وہ اسلام سے پہلے کسی دین وآئین اور نہ ہی کسی حکومت نے دیئے اور نہ اس کے بعد یا آئندہ دے سکیں گے یہ قرآن کی تحدی ہے لیکن اس ملک کے قیام سے پہلے اس کی تحریک پر ڈاکہ ڈالنے والے سیکولر حکمرانوں نے ابتداء ہی سے خواتین کو اسلام کی بجائے بین الاقوامی حقوق خواتین کی تنظیم کے گروہ کی سرپرستی میں دیا ہے جیسے عطیہ عنایت اللہ' بےنظیر' شیرین رحمٰن' فوزیہ وہاب اور شازیہ مری کے ساتھ ساتھ بال اچھال کر چلنے والی دیگر خواتین کے سپرد کیا ہے۔انہیں اسلام کے خلاف اس بغاوت کے صلے میں اعلیٰ مناصب کا حقدار قرار دیا جاتا ہے۔

اس ملک میں برسر اقتدار آنے والوں کی پہلے دن سے یہ کوشش رہی ہے کہ خواتین کو اسلام کی طرف سے دیئے گئے حقوق سے محروم کر کے انہیں اس کے عوض میں گھر سے آزادی' لباس میں آزادی' اخلاق حسنہ سے آزادی، عقائد شرعی سے آزادی اور اسلام پر عمل سے آزادی کے راستے پر چلنے کا عادی بنا کر مادر پدر آزاد چھوڑ دیا جائے تا کہ مسلمان خواتین اور یہود وہنود ونصاریٰ کی خواتین سیرت وکردار میں ایک جیسی نظر آئیں چنانچہ اس سلسلہ میں تاریخ پاکستان آئین تالپوٹ ص ۶۰۰ پر آیا ہے خواتین کے سماجی ، اقتصادی اور سیاسی حقوق کے لئے ۱۹۴۸ء میں کراچی میں ایک تنظیم وجود میں لائی گئی اس تنظیم کی پہلی سربراہ ملک کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان کی بیوی تھی۔ جب یہ تنظیم منظّم ہوئی تو انہوں نے قانون شہادت ، قانون قصاص ودیت اور غرض ہر وہ چیز جو اسلام کی طرف سے ان پر پابندی عائد کرتی تھی ، ان سے ان کو آزادی دلانے کے لئے بھرپور کردار ادا کیا۔

اس تنظیم کی سربراہی ہمیشہ بین الاقوامی اور اس ملک میں قائم این جی اوز میں زیادہ فعال اور سرگرم خواتین کو دی گئی لیکن پاکستان کی عوام کے اسلام سے شغف اور لگاؤ اور اپنے دین میں آج کل کی اصطلاح کے مطابق انتہاء پسندی نے ان کو اتنی مجال نہیں دی کہ ان کے تمام ارمان ومقاصد کو فی الفور عملی جامہ پہنایا جا

سکے چنانچہ اس ملک کی سب سے پہلی خاتون وزیر اعظم بے نظیر بھٹو اپنی وزارت عظمیٰ میں مجبور تھیں کہ وہ سر پر کوئی چادر، دوپٹہ یا سکارف رکھیں وہ مجاز نہیں تھیں کہ بین الاقوامی دوروں پر سربراہان مملکت اور وزرائے خارجہ سے ہاتھ ملائیں لیکن اس تنظیم نے اپنی فعالی اور سرگرمیوں کو جاری رکھا یہاں تک کہ چور دروازہ سے این جی اوز کی سند یافتہ اوران کی پسندیدہ خواتین کو قانون ساز اسمبلی میں لایا گیا اور پھر اس ملک کو یہ دن بھی دیکھنا پڑا کہ تمام محرمات اور مذکر ومؤنث کی تمیز کو محو ونا پید کرنے کے قانون کو پرویز مشرف نے زروزور دونوں ہاتھوں کے ذریعے سے اسمبلی سے منظور کروایا لیکن ان کے حامی اپنے ضمیر سے ضرور شرمندہ ہوں گے کہ یہ وہ دین کے باغی تھے جو اپنے قائد کے باوفا تھے۔نوبت یہاں تک پہنچی کہ اب ان خواتین کو ہی منصب دیا جاتا ہے، انہی کو مقام دیا جاتا ہے جو عریانی وفحاشی میں دوسروں سے آگے ہوں اور جو بال بہت اچھالتی ہوں اور جن کی ہر لمحہ میں شکل بدلتی ہو، انہی کو وزیر اطلاعات بنایا جاتا ہے حتیٰ وہ خاتون جو خود کو دین دار بتانے کی کوشش کرتی ہے، وہ بھی کھلے عام ہاتھ ملاتی ہے پھر بھی بعض کو افتخار ہے کہ یہ ہمارے فرقہ کی خاتون ہے۔

اسلامی معاشرے کی بنیاد خاندان پر ہے اور خاندان کو اساس عورت فراہم کرتی ہے' یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ ایک عورت کے حسن انتظام سے ایک گھر خاندان کا روپ اختیار کر لیتا ہے اور کسی ایک خاتون کی نادانی کے نتیجے میں پورا خاندان تاراج ہو جاتا ہے۔عورت کا اپنے دائرے میں سرگرم رہنا نہایت ضروری ہے' اگر وہ اس دائرے میں سرے سے سرگرم ہی نہ رہے یا اس کی سرگرمی کا دائرہ گھر کے اندر کی بجائے باہر قرار پائے تو معاشرے کا کوئی پہلو خیر سے وابستہ نہیں رہ سکتا ہے یہ حقیقت مغرب کی سڑکوں، گلیوں، چوراہوں اور نائٹ کلبوں میں بہ آسانی ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

اس لئے عورت کو اس کے دین' معاشرے اور ماحول سے الگ کر کے ایک گلوبل عورت تراشنا ایک ایسی سنگین غلطی ہے جو گلوبل کلچر کی تراش خراش سے بھی زیادہ تباہی لا سکتی ہے۔عورت کو نشانہ بنا کر نہ صرف خاندان ختم کیا جاسکتا ہے بلکہ پورا معاشرہ اور قوم تباہ کی جاسکتی ہے۔ اس لئے عورت کے لئے زیادہ باخبر رویوں کو متعارف کرانا اور اس کے کردار کو اسلامی سانچے میں ڈھالنا ضروری ہے' خاندان کو بچانے میں

عورت کا کردار ناگزیر ہے۔ ہمارے معاشرے میں اس طرح کی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ خاندان میں سے عورت اٹھ جائے' فوت ہو جائے تو خاندان منتشر ہو جاتا ہے جب کہ مرد انتقال کر جائے تو ماں اولاد کو سنبھال لیتی ہے خاندان بچا لیتی ہے۔ قدرت نے یہ صلاحیت عورت کو ہی ودیعت کی ہے کہ وہ سب کو جوڑ کر رکھ سکتی ہے' مرد میں اس قدر قوت برداشت ہی نہیں ہے کہ وہ خانگی دباؤ کو برداشت کر کے خاندان کو بچا سکے۔ مغرب اور امریکہ کے خاندان بکھرنے کی بنیادی وجہ عورت کے بکھرنے میں مضمر ہے' وہ جس ساتھی، جس تنہائی کے تریاق کو اختیار کرتی ہے وہی مرد اس کے گھر کے بکھر جانے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

یہ ہے عورت کو ہدف بنانے کا اصل سبب' حدود آرڈیننس کو عملاً عضو معطل بنانے کا مقصد بھی یہی ہے کہ عورت کی عزت اور ناموس کو خطرے میں ڈال کر پورے اسلامی معاشرت کو معرض خطر میں ڈال دیا جائے' تاکہ ستر سے اسی فیصد اسلام ویسے ہی مسلمانوں کی زندگیوں سے خارج ہو جائے۔

صرف حدود آرڈیننس نہیں بلکہ انسان کا بنایا ہوا ہر قانون قابل اصلاح ہے اور انسان کو اس پر نظر ثانی کیلئے ہر لمحہ آمادہ رہنا چاہیے مگر ہر چیز کا ایک دائرہ، ہر فن کے ماہرین' ہر کام کے لئے ایک ادارہ اور ہر بحث کے لئے ایک محل ہوتا ہے، ان میں سے کسی بھی بات کی رعایت نہ رکھنا پیچیدگیوں کو جنم دے سکتا ہے۔ قوانین کے حوالے سے اس گفتگو کے مجاز صرف دو طبقے ہیں:

۱۔ ماہرین قانون' ان کے تکنیکی پہلوؤں پر غور کرنے کیلئے۔

۲۔ اور اہل علم جو اس کے دینی' علمی اور اسلامی پہلوؤں پر روشنی ڈال سکیں۔

ان قوانین پر غور کرنے کیلئے پرنٹ یا الیکٹرونک میڈیا کو کسی بھی اعتبار سے درست فورم قرار نہیں دیا جا سکتا ہے کیوں کہ اس پر ہونے والی گفتگو اس قدر کھلی اور عجلت پسند فضا میں ہوتی ہے کہ اس سے کسی نتیجہ پر پہنچنا سامعین کیلئے عام طور پر ممکن نہیں ہوتا اور اگر انہیں پروپیگنڈے کے لئے استعمال کیا جا رہا ہو تو پھر سوائے انتشار کے کچھ ہاتھ نہیں آتا ہے۔ موجود صورتحال نے اس بات کی تصدیق کر دی ہے۔

حقوق خواتین والوں کو چاہیے دیگر مسائل خواتین پر توجہ دیں۔

۱۔جوان لڑکیاں جن کی از دواج نہیں ہو رہی ہے جو کھانے پینے لباس کے بعد دوسرا ضروری اور ناگزیر ونا قابل گزشت حق ہے۔اس پر سوچیں اس میں رکاوٹ اہل دین نے ڈالی ہے یا ان حقوق والوں نے ڈالی ہے۔

۲۔جن کا جوانی میں ہی شوہر مر گیا ہے ان کی از دواج نہیں ہو رہی ہے اسکی کیا وجوہات ہیں؟

۳۔جن کی طلاق ہوئی ہے ان کی زواج نہیں ہو رہی ہے۔

تحفظ حقوق نسواں بل سے تحفظ خواتین بل تک:۔

تحفظ خواتین کے نام سے خواتین کو اشاعۃ فحشاء پھیلانے قرآن کریم کی آیات محکمات کے خلاف اعلان جنگ بغاوت کا مظاہرہ کرنے کیلئے گھروں سے نکالنے والوں نے خواتین کی جانوں کو خطرات میں ڈالا ہے،اور خواتین کشی کے ذمہ داریہی بل پاس کرنے والے ہیں۔

ہر بے دلیل تحریک کا سہارا تشدد ہوتا ہے تشدد سے تشدد ہی پیدا ہوتا ہے۔ملک میں بے بنیاد عزاداری کو بے پناہ وغیر محدود آزادی دی گئی ہر گلی میں عزا خانہ بنایا گیا ہر فاسق، دین وشریعت کے فراری کو دستہ عزا بنانے دیا گیا ہر دشمن خلفاء کو منبر پر چھوڑا گیا،عزاداری کے نام سے خلفاء پر سب وشتم کی بمباری کی۔ آزادی مذہب کو بنیاد بنا کر تنہا آزاد ہی نہیں چھوڑا بلکہ وردی پوشوں کا تحفظ دیا۔ان کو روکنے کیلئے حکومتی ذمہ داری کو ایک جماعت نے اپنے ٹھیکے میں لیا انہوں نے مساجد،امام بارگاہ،عزا خانے اور جلوسوں کو نشانہ بنایا ان کی مدد کو آنے والے ان سے زیادہ طاقت ور قدرتمند والوں نے ان سے زیادہ وحشت ناک دہشت گردی کی ، یہاں تک کہ حفاظت کرنے والے بھی محفوظ نہیں رہے۔اس فتنہ وفساد کے دور میں ہر ایک عزادار اور صحابہ پرست سب کی طرف سے ایک ہی مطالبہ پیش ہوا۔''امن،امن،امن''۔

اس ملک کی ۹۸ فیصد آبادی مسلمانوں کی ہے یہاں نظام حکومت نظام جمہوریت ہے،جموریت کے معنی یہ کرتے ہیں کہ یہاں رہنے والوں کی اکثریت کی خواہش کے مطابق آئین وحکمرانی ہوگی،تو یہاں ۹۸ فیصد اسلام ومسلمین کی حکمرانی ہونی چاہیئے لیکن اس جمہوریت میں سیکولروں نے ماں، باپ، بیٹی، بھائی،

بہن، میاں اور بیوی کے درمیان فتنہ ہاروت وماروت ڈالا، غیرت وناموس کے کاروان کو پناہگاہوں سے نکال کران کومغربی والحادی حقوق دیئے، فحاشی وعریانی پھیلانے، اداکاری وموسیقاری کرنے والوں کوحقوق دیئے، کہتے ہیں تمہیں مزے کرائیں گے حسین وجمیل لڑکیوں کوحسین وجمیل لڑکوں کے دوش بہ دوش پہلو پہلو رکھیں گے۔

بعض بے بس مسلمان اس بل کواپنے اوپر قہر وعذاب الٰہی کا بم سمجھتے ہیں یعنی یہ بل ہماری دین و شریعت کی صحیح پاسداری وتحفظ نہ کرنے کی وجہ سے عذاب الٰہی ہے۔اگرہم نے دین الٰہی کی ناموس کا تحفظ نہ کیا توہماری اپنی ناموس بھی محفوظ نہیں رہے گی ،ایسے روزگار کا بھی سامنا یقینی ہے کہ ایک دن ہماری اپنی ناموس غیروں کے ہاتھ میں ڈنڈا بن کر ہمارے ہی سر پر لگے گی اورہمیں زندان بھیجے گی اوروہ خودگھر میں اجنبیوں کے ساتھ عیاشی کرے گی۔ یہ وہ عذاب ہے جوادیان الٰہی توچھوڑیں دنیامیں غیرت وناموس رکھنے والوں کے لئے بھی ناقابل برداشت ہے کہ انسان کی ناموس کسی اجنبی کے ہاتھ لگ جائے۔امام حسین نے یزید بن معاویہ کے مطالبہ بیعت میں تشدد اپنانے کی وجہ سے مدینہ چھوڑکر اپنے اہل بیت وناموس کواپنے ساتھ لے کرحرم مکہ میں پناہ لی۔ جب مکہ میں بھی خطرہ ہواتو مکہ سے نکلتے وقت بھی ساتھ لے کر نکلے،لوگوں نے آپ سے التماس کیا کہ ناموس کو یہاں چھوڑیں تو آپ نے فرمایایہ اللہ اوررسولؐ کی طرف سے میرے پاس امانت ہیں۔زوجہ جب اپنے والدین کے گھر سے رخصت ہوکرشوہر کے گھر آتی ہے تو یہ اللہ،رسول اور اس کے والدین کی طرف سے امانت ہوتی ہے۔اس طرح بیٹیاں بھی شوہر کے گھر جانے تک امانت ہوتی ہیں۔روزہ عاشورالشکرعمرسعد نے آپ کے خیام کی طرف رخ کیاتو آپ نے فرمایااے لشکر اگرتمہیں غیرت دینی نہیں تو اپنی غیرت عرب کا پاس رکھتے ہوئے جب تک میں زندہ ہوں میری ناموس کی طرف نہیں جانا،آپکایہ مطالبہ عمرسعد نے منظورکیا۔

اس بل کے بارے میں دوسری تفسیر اہل ادب ''کلمہ حساب'' سے کرتے ہیں۔خاص کراس زبان کے ماہرین نے درک کیا ہوگا کہ سابقہ پرویزی حقوق نسواں بل خلاف شریعت اسلام ہونے کی وجہ سے خود

ہی دم توڑ گیا تھا۔ بلکہ یہ بل خود ان پر راکٹ بن کر گرا، حقوق جعلی تو دور کی بات ہے خود خواتین کا وجود خطرے میں پڑا ہے، کیونکہ انتہا پسندی شدت پسندی کا انجام برا ہی ہوتا ہے۔ دین اسلام میں تمام گناہوں میں سب سے زیادہ بڑا گناہ زناء کو سمجھا جاتا ہے اس گناہ کے ارتکاب کو دیکھنے کے بعد اس عورت سے وابستہ کوئی بھی شخص اس کو برداشت نہیں کرتا ہے، اپنے ملک کے آئین میں شاید یہ گناہ ہی لکھا ہو گا۔ چونکہ اس فعل قبیح کا ارتکاب این جی اوز کراتی ہیں ماحول فراہم کر کے وسائل مہیا کرتی ہیں، لہٰذا عدالتیں اس میں تساہل برتتی ہیں۔ عدالتوں کو اپنی نوکریاں عزیز ہوتی ہیں اور وہ جان دے کر عدالت کرنے پر تیار نہیں ہوتے۔ اس لئے توہین رسالت کی سزا قرآن، اسلام اور سیرت میں واضح ہونے کے علاوہ اس ملک کے آئین میں بھی مقرر ہے لیکن یہ سزا وہ نہیں دیتے ہیں جب کوئی مسلمان جذباتی ہو کر خود اقدام کرتا ہے تو الحادیت کے خوف سے مرعوب ہو کر اس کو سزا دیتے ہیں۔ جو ناموس اسلامی کے تحفظ کو اپنی حیات پر مقدم رکھتے ہیں وہ اس قربانی کے لئے تیار رہتے ہیں۔

تحفظ خواتین بل پر گفتگو کرنے سے پہلے اس بل کے مفردات کو کھولنے کی ضرورت ہے اس میں درج ذیل کلمات ہیں:

ا۔تحفظ ۲۔حقوق ۳۔خواتین ۴۔بل

ا۔تحفظ:۔

تحفظ کسی بھی شخص یا مال کو جو خطرات لاحق ہیں ان خطرات سے بچانے کے عمل کو تحفظ کہتے ہیں۔

۲۔حقوق:

حق کسے کہتے ہیں، حق کی کیا تعریف ہے اور اسکے کتنے مصادیق ہیں:

ا۔حق کے لغوی معنی۔

۲۔حق کے اصطلاحی معنی۔

۳۔حق قانون۔

۴۔حق فقہی۔

۵۔حق فلسفہ۔

۶۔ان کے حقوق جنہوں نے ادا کرنے ہیں وہ نہیں دیتے تو یہ دلوائیں گے؟

۷۔حق ازدواج انسان کا حق فطری ہے، جن کا زواج نہیں ہوتا تو یہ زواج کرائیں گے؟

۸۔شوہر جن کے ذمے ان کا نان ونفقہ، لوازم زندگی، مسکن ولباس وخوراک ہے وہ نہیں دے رہے تو یہ دلوائیں گے؟

۹۔حق صداق جو عندالنکاح مقرر ہوا ہے نہیں دیتے تو یہ دلوائیں گے؟

دوسرا مرحلہ تعین حقوق ہے، حقوق انسان کو مختلف ومتعدد اطراف اور جوانب سے ملتے ہیں:

۱۔حق طبیعی: جب کوئی پیدا ہوا ہے تو اس کو جینے دو اس کو جینے کا حق ہے اگر اس کو قتل کریں گے تو یہ جرم ہوگا۔اسی طرح پانی، ہوا حق طبیعی ہیں۔

۲۔حق اجتماع، وہ جہاں کہیں رہتا ہے اس کو راستہ ملنا چاہیے۔

۳۔حق سیاسی، حکومت انتخابات کے موقع پر بعض شہریوں کو حق رائے دہی دیتی ہے اور بعض کو نہیں دیتی۔۱۴، ۱۵ سالہ نوجوان کو حق رائے دہی نہیں دیتے ہیں اور کسی دوسرے ملک کے باشندے کو بھی یہ حق نہیں دیتے ہیں۔رائے دینے والوں کی فہرست میں نام نہیں تو تب بھی حق رائے دہی نہیں دیں گے۔

۴۔حق قانونی ۔ ہندوستان میں سابق ڈوگرہ راج میں خواتین کو ارث نہیں دیتے تھے شاید ہندوستان کے قانون میں اب بھی عورت کو یہ حق نہیں ہے۔اسی طرح دیگر ادیان میں بھی بعض یہ حق دیتے ہیں بعض نہیں دیتے ہیں۔بطور مثال دین مسیح میں مرد کو یہ حق نہیں دیتے ہیں کہ وہ عورت کو طلاق دے۔اب آپ بتائیں آپ تابع کلیساء ہیں تو یہ حق مرد کو نہیں دے سکتے اور اگر آپ مسلمان ہیں تو اسلام نے یہ حق دیا ہے۔یہاں تین صورت حال ہیں ایک یہ کہ آپ من وعن دین کلیساء کو ہی مانتے ہیں، دوسرا یہ کہ آپ من وعن شریعت اسلام کو مانتے ہیں تیسرا یہ کہ آپ تحقیق کرنا چاہتے ہیں کہ ان دونوں میں کون سا بہتر ہے۔قانون

کلیساء میں یہ حق حاصل نہیں ہے قانون اسلام نے یہ حق دیا ہے۔ کس کو ترجیح دیں گے؟ یہاں سے خواتین کے مطالبات کی بحث آتی ہے یہ خواتین جو حقوق طلب کر رہی ہیں وہ دین مسیح کے تحت طلب کر رہی ہیں یا دین اسلام کے تحت طلب کر رہی ہیں۔ لہٰذا ان کو چاہیے اپنی جہت ثابت کریں کہ وہ کس ملت سے یا کس ملت کے قانون کے تحت حقوق لینا چاہتی ہیں۔ اگر قانون کے دائرے سے باہر بزور طاقت وقدرت کوئی حق حاصل کرنا چاہیں تو اس کو تمدن وترقی نہیں کہتے بلکہ جس میں آپ مصروف ہیں یہ دہشت گردی، جہالت اور وحشی پن ہی ہے۔

حق:۔

کتاب، کشاف المصطلحات، تھانوی ج ا ص ۶۸۲ پر آیا ہے کہ حق کے بہت سے مصادیق ہیں۔

ا۔ حق حیات جو شخص زندہ پیدا ہوا ہے اس کو زندہ رہنے کا حق ہے اس کی حیات کو کوئی نہیں چھین سکتا ہے اگر چھینے گا تو وہ قاتل ہوگا قصاص اور دیت کا قانون لگے گا۔ صرف مالک حیات ہی اس کو چھین سکتا ہے واپس لے سکتا ہے (الحج۔۶۶) ۔

۲۔ حق آزادی۔ جو آزاد پیدا ہوا ہے اس کو کوئی عبد نہیں بنا سکتا ہے، اگر کوئی عبد و کنیز سے پیدا ہوا ہے تو اس کو عبد زادہ کہیں گے اس کو فروخت کر سکتے ہیں، کسی کو بخش سکتے ہیں، لیکن ساتھ ہی اس عمل میں بہت سی سہولتیں دینے کے احکامات بھی صادر فرمائے ہیں۔

۳۔ حق مالیت، کسی چیز کا مالک ہونے کیلئے مصدر و مآخذ و منابع چاہییں ورنہ اس کو چور کہیں گے۔

۴۔ حق ارث، سابق زمانے میں روم و ہندوستان میں عورتیں کسی چیز کی مالک نہیں تھیں حق ملکیت نہیں رکھتی تھیں یہ حق اسلام نے خواتین کو دیا ہے۔

۵۔ حق طلاق، کلیسا نے مسیحوں کو اپنی زوجات کو طلاق دینے سے منع کیا ہے کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنی زوجہ کو طلاق دے لیکن اسلام نے مردوں کو یہ حق دیا ہے۔

۶۔ حق قانون سازی، یہ حق کافر اور ملحد ملکوں میں عوام کے نمائندوں کو حاصل ہے۔

''حق'' عربی لغت میں ثابت چیز کو کہتے ہیں۔ جب ہم کہتے ہیں اللہ تو اللہ ثابت ہے وجود رکھتا ہے، اگرکوئی چیز وجودنہیں رکھتی پھراس کے بارے میں مباحثہ ومجادلہ ومناظرہ کریں تو اس کوافسانہ کہتے ہیں، چنانچہ، مفکرین ملحدین، دین کوفسطائیت کہتے ہیں، یعنی اللہ کا صرف تصور ہے حقیقت نہیں رکھتا ہے۔ اگر اس تناظر میں دو آدمیوں کے درمیان جھگڑا ہوجائے کہ فلاں جگہ جوگھر ہے وہ میرا گھر ہے دوسرا کہے نہیں تمہارا نہیں میرا گھر ہے، اس کی ایک مثال اثناعشریوں کا امام مہدی ہے اس حوالے سے بحث کی جاتی ہے کہ وہ اتنی عمر زندہ نہیں رہ سکتے جبکہ اثناءعشریوں کا دعویٰ ہے کہ وہ زندہ رہ سکتے ہیں تو تیسرا فریق کہتا ہے پہلے یہ ثابت کرو کہ ایسی کوئی ہستی پیدا ہوئی بھی ہے یا نہیں۔

''حق''، معجم فلسفی جمیل صلیبا ج اص ۲۸۱ پر آیا ہے

۱۔ حق وجود ذات باری کو کہتے ہیں۔

۲۔ حکم مطابق واقع ہونے کو کہتے ہیں۔

۳۔ حق کے مقابل باطل آتا ہے۔

۴۔ حق جوملکی قوانین میں بطور صریح دیا گیا ہے۔

جس عمل کے ارتکاب کی ممانعت نہ ہو، اس کو انجام دینے کی اجازت کو حق کہتے ہیں۔

۳۔خواتین۔

خواتین صنف اناث کو کہتے ہیں۔ اناث کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک حیثیت انسانی ہے جس میں وہ مذکر سے کسی قسم کا اختلاف نہیں رکھتی ہے اس حوالے سے حقوق خواتین مردوں کے حقوق سے مختلف نہیں ہیں۔ جو مردوں کے ہیں وہی خواتین کے ہیں۔ لیکن یہ حقوق کس کے ذمہ ہیں کون ان کو یہ حقوق دے گا، یہاں تین مفروضے بنتے ہیں۔

۱۔ وہ کسی کی زوجیت میں ہے تو اس کے حقوق اس کے شوہر پر ہیں۔

۲۔ وہ کسی کے عقد میں نہیں تو اس کی کفالت ان کے والد یا بھائیوں پر ہے۔

۳۔نہ شوہر ہے نہ والد تو،اس صورت میں وہ خود تلاش کریں،اس صورت میں سوال یہ ہے کہ ان کو یہ حق کس طرف سے دیا گیا ہے۔

انھیں حقوق دینے والوں کا تعین ہونا چاہیے۔

ا۔باپ بھائی بیٹے دیں گے۔

۲۔حکومت دے گی جوان کے ووٹ سے اقتدار پر آتی ہے اور شہریوں کی جان و مال کی ضامن ہے وہ دے گی۔

۳۔این جی اوز کافر و ملحد دیں گے۔

یہاں چند تصور خود بخود جنم لیتے ہیں:

ا۔خواتین کے حقوق معرض خطر میں ہیں ان کا تحفظ کیسے ممکن ہے۔

۲۔جن سے خطرہ لاحق ہے ان کی شناخت۔

۳۔پناہ دہندہ یا تحفظ دینے والا۔

تحفظ کے چند مصادیق ہیں:

ا۔شریعت اسلام۔شریعت اسلام میں خواتین کے حقوق کا تعین و تشخیص ہوئی ہے۔اس کو پامال کرنے والے دبانے والے سیکولر نظام کے کارندے اور نمائندگان ہیں۔

۲۔ملک میں بننے والے آئین میں ان کے حقوق کا ذکر ہے۔

۳۔تحفظ یا پناہ دہندہ این جی اوز کے کمانڈو جوان کو ان کے اغواء خانوں سے رہائی دینے کے لئے آتے ہیں۔

اگر شریعت اسلام میں کچھ نظر انداز ہوا ہے،مہمل چھوڑا ہے تو اس وقت یہ نوبت آتی ہے کہ اس کیلئے آئین بنایا جائے۔اگر ملک کے آئین میں اس کا ذکر نہیں تو آئین ساز اداروں پر دباؤ ڈالا جائے اس کیلئے آئین بنائیں لیکن یہ وضاحت ہونے کے بعد دنیائے کفر و شرک کے نمائندے یہاں آجائیں اور ان کے

تحفظ کیلئے آئین بنانے کی تحریک چلائیں تو یہ اسلام قرآن ،حضرت محمدؐ اور امت مسلمہ، کی غیرت وحمیت اور ناموس کو چیلنج ہوگا جسارت واہانت ہوگی۔

۴۔شریعت اسلام میں ان کے حقوق واضح اور روشن انداز میں بیان ہوئے ہیں لیکن ان کا نفاذ روک کے رکھا ہوا ہے۔

۴۔کلمہ بل۔ ،،فرائیڈے اسپیشل ۴ مارچ ۲۰۱۶ء حامد ڈوگر،،

پنجاب اسمبلی نے گزشتہ بہت دنوں سے زیر التوا چلا آنے والا ''تحفظ خواتین بل'' منظور کرلیا، چند ہی دنوں میں گورنر پنجاب نے بھی اس پر دستخط کر دیئے اور فوری طور پر اس کا نوٹیفکیشن بھی جاری کر دیا گیا ہے۔اس نئے قانون کی رو سے اگر کوئی مرد کسی خاتون کو تشدد کا نشانہ بنائے گا تو اسے جی پی ایس ٹریکر سسٹم والے کڑے پہنائے جائیں گے،کڑے اتارنے والوں کو ایک سال قید اور ۵۰ ہزار سے ۲ لاکھ روپے تک جرمانہ ہو سکے گا۔متاثرہ خاتون کے تمام اخراجات مرد اٹھائے گا۔نان نفقہ ادا کرنے سے انکار پر عدالت مرد کی تنخواہ سے کٹوتی کر کے خاتون کے اکاونٹ میں جمع کروائے گی۔متاثرہ خواتین کے لئے شیلٹر ہوم بنائے جائیں گے۔شکایت کے ازالے کیلئے ٹول فری نمبر قائم کیا جائے گا اور شکایات کی تحقیقات کیلئے ڈسٹرکٹ پروٹیکشن کمیٹی بنائی جائے گی۔جب کہ مصالحت کے لئے سینٹر بھی قائم کئے جائیں گے۔پروٹیکشن آفیسر سے مزاحمت کرنے پر ٦ ماہ تک سزا اور ۵ لاکھ روپے تک جرمانہ،جبکہ غلط شکایت یا اطلاع پر ۳ ماہ کی سزا ۵۰ ہزار سے ایک لاکھ روپے تک جرمانہ کیا جاسکے گا۔

یہ بل اچانک اس وقت پاس کیا گیا جب پاکستان کے مسلمان ایک مسلمان ممتاز قادری کی پھانسی کے خلاف احتجاج میں تھے ممتاز قادری کو سلیمان تاثیر، ملحد، حامی صلیب، مستہزِ وموہن مقام شاتم رسولؐ اللہ کے قتل کے قصاص میں پھانسی دی گئی تھی وہ خود ان کے محافظ دستے میں تھا اس نے سلیمان تاثیر کو عام لوگوں کے سامنے قتل کیا تھا، دینی جماعتیں حکمرانوں سے ناراضگی کا مظاہرہ واحتجاج کررہی تھیں،تو یہ بل پاس کرنے والوں کی بدقسمتی نکلی، دینی جماعتوں نے اس موقع سے استفادہ کرتے ہوئے عام مسلمانوں کے جذبات کو

ابھارنا شروع کیا جہاں عام مسلمان حکمرانوں سے غصے میں تھے، سیکولر کالم نگاروں نے بل کی حمایت میں صفحات وجرائد کوسیاہ کیا تاکہ انکے نامہ اعمال مزید سیاہ ہوجائیں۔

تحفظ نسواں بل پنجاب کی توثیق یا تحلیل وفلسفہ بازی کے بارے میں وزیراعظم نواز شریف نے ایک خطاب میں بیان کیا ہے جسے بروز پیر ۲۷ جمادی ۱۴۳۷ھ کو روزنامہ ایکسپریس میں تنویر قیصر شاہ نے'' غیرتمندی نہیں بزدلی ہے'' کے عنوان سے لکھا ہے وزیراعظم نے پچھلے روز اسلام آباد میں ایک شاندار تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا غیرت کے نام پر کسی کوقتل کرنا غیرت نہیں سنگین جرم ہے اس قابل نفرت اقدام کو روکنے کیلئے ہماری حکومت سے جو ہوسکے گا کریں گے۔ اسلام خواتین کے حقوق پر خاص توجہ دیتے ہوئے انہیں مردوں کے مساوی درجہ دیتا ہے غیرت کے نام پر خواتین کے قتل جیسی دیگر وجوہات کو اسلام سمیت تمام مذاہب نے ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ قائداعظم محمد علی جناح چاہتے تھے پاکستان میں خواتین مردوں کے شانہ بشانہ کام کریں اسی وژن کو مدنظر رکھتے ہوئے ہماری حکومت خواتین کوتمام حقوق دینے کیلئے بھرپور اقدام کر رہی ہے پھر تنویر قیصر اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں نواز شریف کا یہ اعلان مستحسن ہے اور قابل تعریف بھی ہے یقیناً انہیں اس حوالے سے پاکستان کے رجعت پسند طبقہ جو کہ قلیل ہے کی مزاحمت کا سامنا ہوگا۔

تنویر قیصر کے تبصرہ پر تبصرہ یہ ہے کہ حکومتوں کے عروج وزوال کیلئے اللہ نے ایک الگ قانون بنایا ہے اور میدان جنگ کیلئے الگ قانون ہے لیکن وزیراعظم اور رانا ثناء اللہ اور دیگر کالم نگاروں کا تحفظ اور عصمت و پاکدامنی، کو رجعت پسندی کہنا اپنی جگہ وضاحت طلب ہے ایک موجود کا اپنی پہلی حالت کی طرف رجوع کرنے کو رجعت کہتے ہیں، جیسے انسان کا حیوان صفت حالت اپنانے کو رجعت کہتے ہیں لہٰذا رجعت پسند وہ ہے جو خواتین کو اسلام سے پہلے والی، عصمت دری وعفت فروشی کی طرف منتقل کرنا چاہتا ہے۔ اس تعریف کے تحت رجعت پسند سیکولر غرب نواز حکمران ہیں۔ پاکستان کی آئین ساز اسمبلی میں دو ایسے بل ہیں جن میں سے ایک بل کسی صورت میں بھی پاس نہیں ہوگا وہ شریعت بل ہے۔ بقول آغا ساجد ہم نے وہاں بندے رکھے ہوئے ہیں جو یہ بل پاس نہیں ہونے دیں گے، ان کے رکھے آدمیوں سے مراد سیکولر لوگ اور

پارٹیاں ہیں دوسرا بل فوراً پاس ہوگا جس میں حزب مخالف کو بھی کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں ہے وہ خواتین یا آزادی نسواں بل ہے۔

موجودہ بل میں قرآن وسنت کے خلاف دفعات:۔

لاعلمی اور بعض اوقات دینی مسائل کے بارے میں عدم دلچسپی پر مبنی ہمارے رویوں نے اس بل کے حوالے سے عجیب صورت حال پیش کی ہے اچھا خاصا پڑھا لکھا اور دین دار طبقہ بھی اس معاملے میں پروپیگنڈے اور حدود آرڈیننس کے مخالفین کے اعتراضات سے متاثر نظر آتا ہے حالانکہ یہ بات اس قدر واضح ہے کہ موجودہ بل کے بہت سی دفعات قرآن وسنت کے صریح خلاف ہیں جنہیں ایک معمولی پڑھا لکھا شخص بھی جانچ سکتا ہے۔اس بناء پر ان حضرات کیلئے جو اس بحث کو مختصراً جاننا چاہتے ہیں چند نکات ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔اس بل کی ترمیم نمبرے میں زناء کی سزا زیادہ سے زیادہ پانچ سال قید اور دس ہزار روپے تک کا جرمانہ قرار دی گئی ہے جب کہ قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے:﴿ **الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَاتَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللهِ إِنْ كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ** ﴾(نور۔۲)اس آیت کی رو سے مرد وعورت زانی کی سزا پانچ سال قید نہیں بلکہ سو کوڑے ہے، جسے اس بل نے ختم کر دیا ہے۔

۲۔اسی شق کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ عدالت کو سزا میں کمی بیشی کا بھی اختیار ہے، جب کہ حدود اللہ میں کمی بیشی کا اختیار اللہ کے نبیؐ کو بھی حاصل نہیں ہے۔قرآن حکیم میں فرمایا گیا ہے:﴿ **وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَامُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا** ﴾(احزاب۔۳۶)۔

خواتین کو اپنی ساخت جسمانی ونفسیاتی وطبعی کی وجہ سے چندین مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ان کی تمام مشکلات کی برگشت وہاں ہے جہاں یہ ایک ایسا شوہر چاہتی ہیں جو انکی پسند کا ہو اور ملنے کے بعد تنہا ان

کے لئے ہو،اس میں کوئی شریک نہ ہولیکن اس آرزواور تمنا کی راہ میں چندین مشکلات حائل ہیں۔

۱۔عورت ایک ایسا شوہر جواس کی پسند اور خواہش کے مطابق شکل وصورت اور قد وقامت رکھتا ہو اور معاشرے میں صاحب عزت ہونے کے ساتھ، باوفا ہو کی شناخت کیسے کرے گی، یہ ان کی پہلی مشکل ہے۔وہ ایسے شوہر کی تلاش نہیں کرسکتی جواس کے لئے بااعتماد، رحم دل، امین وصادق ہو، وہ نیازمند ہے ایسے فرد کی تلاش کرے اور بفرض محال اگر غلط نکلے تو اس کی تلافی کیسے کرے گی یا اسکی کیا ضمانت ہوگی، قرآن کریم نے اس کا کیا حل دیا ہے؟

۲۔اس ازدواج اور تلافی کی راہ میں حائل رکاوٹیں معاشرتی رسومات ہیں، جن کو پورا کرنے اور ہٹانے کے لئے انہیں وقت لگے گا۔ایسی صورت حال میں کیا وہ انتظار نہ کریں اور دوسری صورت میں وقت ہاتھ سے نکل نہ جائے۔اس راہ میں حائل رکاوٹوں میں خود ان کے چند سال کے لباس، زیور، جہیز اور رسم ازدواج کے مصارف ان کی دوسری مشکل ہیں۔

۳۔انسانوں میں اختلاف و ناچاکی ایک عادی اور طبیعی ہے۔یہ اختلاف باپ بیٹے، سگے بھائی، دوستوں، کمپنیوں میں چلتا رہتا ہے۔میاں بیوی کے درمیان زیادہ احتمال رہتا ہے کیونکہ ان کے درمیان پہلے سے آشنائی وتعلقات نہیں تھے لہٰذا یہاں اختلاط اگر اصلاح نہ ہو سکے تو جدائی پر منحصر ہوتا ہے، یہ عورت کے لئے قیامت ہی برپا تصور ہوگی جدائی جس صورت میں بھی ہو۔سابقہ زمانے میں ایسا نہیں تھا کہ طلاق شدہ عورت یا بیوہ بغیر ازدواج کے رہے بلکہ فوراً ہی دوسرا ازدواج ہو جاتا تھا لیکن فی زمانہ اسے بہت مشکل اور ناممکن بنادیا گیا ہے یہ موضوع طلاق کی مشکلات میں بھی ہے۔

۴۔خواتین کی چوتھی مشکل آرائش وزیبائش وخودنمائی وخودبینی یعنی آزادی بے مہاری ہے۔

۵۔پانچویں مشکل اولاد کا نہ ہونا ہے اولاد کا نہ ہونا عورت اور مرد دونوں کا مسئلہ ہے جہاں دونوں بےقرار اور مضطرب رہتے ہیں لیکن اولاد کے بارے میں عورت مرد کے مقابل زیادہ صابر ہے۔اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ عورت کے لئے، عزیز، ماں، باپ، بھائی، اولاد اور سب سے زیادہ عزیز شوہر ہے، شوہر

ایک طرف ہے اور باقی ثانوی ہیں شوہر کی جدائی کے بعد عورت دنیا کو اپنے لئے قبرستان سمجھتی ہے لہٰذا وہ برداشت کرتی ہے اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں جبکہ مرد کو اپنی جائداد کے لیئے وارث چاہیئے۔ چنانچہ تعدد ازدواج کی ضرورت جنم لیتی ہے لیکن عورت اپنے لئے ایک شریک یا اپنے شوہر کے درمیان ایک خلال کو بھی برداشت نہیں کرتی۔لہٰذا تعدد زواج کی قباحتوں کا ذکر ضروری ہے۔

تعدد زواج اپنی جگہ چندین فلسفہ رکھتا ہے:

ا۔تعدد زواج مردوں کی طرف سے عورتوں پر زیادتی و نا انصافی پر مبنی ہے لیکن اس کی مخالفت عورتوں کی طرف سے خود عورتوں پر زیادتی ہے کیونکہ بعض ملکوں میں عورتوں کی شرح آبادی مردوں سے زیادہ ہے بعض حوادث ناگہانی و جنگی وداخلی اور خارجی ہیں۔

حقوق نسواں بل پاس کرنے والے ایوانوں سے سوال:۔

آپ حضرات شہری و دیہاتی دونوں معاشروں کے برگزیدہ اور عاقل وعقلمند وہوشمند ہونے کے علاوہ دعویٰ علم ودانش ودانشوری وروشن خیالی کی حامل ذوات ہیں۔ یہاں حاملان عقل ودانش کا تقاضا ہے کہ وہ اپنی ذات اور معاشرے کے حق وانصاف کا پاس رکھتے ہوئے اپنے آپ کو شرمندگی، جانبداری ورجعت پسندی وغیرہ سے بچاتے ہوئے مسائل کا جائزہ لیں۔آپ اس کام کو انجام دینے کیلئے بیت المال مسلمین سے ماہانہ لاکھوں روپے معاوضہ لیتے ہیں۔اگر آپ معاوضہ لینے کے باوجود خیانت کریں گے تو آپ لوگوں سے زیادہ خائن کون ہوگا۔حقیقت پسندانہ رائے دینے فیصلہ دینے کے لیے عہد و پیمان اٹھانے کے باوجود ملک کے مسائل پر عالمانہ ودانشورانہ اور حقیقت پسندانہ طریقے سے اظہار نظر کر کے مسائل کو بنیاد سے اٹھانے کی بجائے گروہ بندی، شورشرابے، پارٹی بازی، جانبداری، سودا بازی، میں بل پاس کریں تو یہ انتہائی افسوسناک و الم ناک فیصلہ ہے۔اہل فکر ودانش کا ذرا سا پاس رکھنے والے اس بل سے ناراض ہیں۔اس بات میں جائے شک و تردید نہیں کہ پاکستان میں خواتین اپنے جائز حقوق سے محروم ہیں لیکن ان کا حق غصب کرنے والا، چھیننے والا کون ہے اس کا فیصلہ کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ خواتین یہ جانیں کہ خواتین کے حقوق کیا

ہیں اور چھیننے والا کون ہے؟ تحفظ حقوق نسواں بل منظور کردہ پنجاب اسمبلی پر اپنی یادداشت تحریر کرتے ہوئے جناب ارشاد احمد عارف نے حق گوئی وحقیقت پسندی کی ایک مثال قائم کی ،انہوں نے لکھا ہے جہاں خواتین کے حقوق چھینے گئے ہیں جہاں خواتین مظلوم ہیں وہاں مرد بھی مظلوم ہیں۔ جب سے پاکستان میں حقوق خواتین کی تنظیم وجود میں آئی ہے سیکولر سیاستدانوں نے اپنے ووٹ بنانے کی خاطر آنکھ بند کر کے ان کی حمایت کی ،ان کو موہوم و مذموم حقوق دینے کیلئے حکومتوں نے انہیں انتخابات سے ہارنے کے بعد دوبارہ چور دروازے سے ایوانوں میں لا کر ایسے بل منظور کرانے کا موقع دیا ہے۔اس دن سے انہوں نے مرد کو یوں پیش کیا کہ خواتین کا دشمن دل وجان دے کر مال و دولت کما کر گھر میں لانے والا شوہر ہے،خواتین کا دشمن وہ باپ ہے جس نے اپنی بیٹی کو پالا ہے پڑھایا ہے،خواتین کے دشمن اس کے سگے بھائی ہیں جنہوں نے خود کو داؤ پر لگا کر بہن کی عصمت و پاکدامنی کی پاسداری کی ہے،خواتین کے دشمن باپ سے لڑ کر ماں کی حمایت کرنے والے بیٹے ہیں۔غرض ان کے نزدیک اگر پاکستان کی خواتین کا حقیقی معنوں میں اگر کوئی دوست ہے تو وہ صرف این جی اوز ہیں۔ اگر این جی اوز کے اندر کسی مظلوم کا حق دلانے کی شجاعت ہوتی ہمت ہوتی تو یہ لوگ اس ملک کے وڈیروں سے،ان چوہدریوں سے،ان خانئوں سے اوران سیاستدانوں سے لڑ پڑتے ،خواتین کی ارث ان کو دلاتے ،اگران میں جرأت ہوتی حق وحقیقت کو تسلیم کرتے ،ان گھروں میں موجود بہنوں، بیٹیوں کی اذدواج کرتے اگر وہ اس ملک میں تمام خواتین کو بلا استثناء حقوق دلانے کے خواہشمند ہوتے ارادہ رکھتے تو ملک میں لاکھوں زواج سے محروم چھوٹی بڑی خواتین کے ازدواج کا بندوبست کرتے ،ان کیلئے شوہر تلاش کرتے ۔ اگران کے گردے فیل نہیں ہوئے تو یہ اسمبلی میں اس مسئلے پر بحث وگفتگو کرتے کہ آئے دن ان پر تیزاب گرانا ان کو گولی کا نشانہ بنانا یا خود اپنے آپ خودسوزی کرنے اور خودکشی کرنے جیسے سنگین اقدامات کیوں پیش آتے ہیں؟ وہاں ایک مسئلہ اسلئے پیش آتا ہے کہ ایک عورت اپنے ماں باپ اور بھائیوں سے ایک عرصہ بے لگام ہو کر پدر مادر آزاد ہو کر چلتی ہے جو اس معاشرے میں معیوب اور ننگ وعار سمجھا جاتا ہے، جب یہ راز فاش ہوتا ہے تو عقل کھو کر اپنے آپ کو مارتی ہے۔ اگر اس ایوان میں رہنے والے بار بار یہ

بل پیش کرتے ہیں خاص کر کالم نگار صحافی خورشید ندیم، نذیر ناجی، مقتدیٰ منصور وغیرہ ریاست کی رٹ لگانے والوں کیلئے سزائیں معین کرتے ہیں آیا ریاستی قانون قرآن سے بھی اعلیٰ وارفع ہے؟ جس قرآن میں آیا ہے کہ ان کے اہل سے اجازت لے کر ازدواج کریں، آپ اس کے خلاف کرنے میں کوئی تردد نہیں کرتے آپ اس کو حق سمجھتے ہیں باپ بھائی سے پوچھے بغیر ازدواج کرتے ہیں۔ افسوس ہو ان لوگوں پر جو باپ بیٹے بھائی کو خواتین کا اصلی دشمن ٹھہراتے ہیں اور اپنے عزیز بیٹوں کی ماں کا دشمن باپ کو ٹھہراتے ہیں۔ مجھے حیرت ہوتی ہے بہت سے علماء نے نام نہاد اجتہاد کے حوالے دے کر عورتوں کو بغیر باپ بھائی کی اجازت کے ازدواج کرنے کی اجازت دی ہے۔ گویا انہوں نے خود کو اللہ کے فتویٰ کے مقابل کھڑا کیا ہے ان کا یہ فتویٰ سورۃ نساء کی آیت کریمہ ۲۵ کے فتویٰ سے کھلے عام ٹکراؤ ہے۔ عورت کنواری ہو یا چندین دفعہ بیوہ ہو اس کو باپ بھائی بیٹے کی اجازت سے ہی ازدواج کرنا ہے۔ اگر مناسب تشخص کے بعد اپنی ذاتی عناد و دشمنی کی بنا پر ازدواج کرنے سے منع کیا تو اس وقت یہ باپ بھائی خیانت کار ہونگے مجرم ہونگے۔

ویلنٹائن ڈے بندش کا بدلہ:۔

اس سال ۱۴۳۷ھ ماہ جمادی الاوّل میں پاکستان میں عالمی اشاعتِ فحشاء کے پروگرام پر حکومت نے غیرت مشرقی اسلامی کا پاس رکھا جوان کے گوریلوں کو ناگوار گزرا، لیکن پاکستان کے مسلمانوں نے اسے سراہا تھا اور ایک مستحسن قدم قرار دیا تھا۔ یہ ایک مسلمان حکمران کی ذمہ داری تھی شکر ہے کہ ہماری حکومت کو اس کا احساس ہوا۔ لیکن اس کی ابھی تعریف بھی نہیں ہوئی تھی کہ اسی مہینے کے آخر میں پنجاب اسمبلی میں ان کی نمائندہ جماعت نے اس کا بدلہ لینے کیلئے ایک بل پاس کیا ہے جس میں جو بات ہم نے پہلے کہی تھی کہ سیکولروں نے نظام خانوادگی کو تہہ و بالا کر کے رکھا ہے اس کا یہ مصداق جلی ہے شوہر کو عورت اور عورت کو شوہر بنایا جا رہا ہے۔

تاریخ اسلامی میں اس کی ایک مثال پیش کی جاسکتی ہے۔ حضرت علی کے ایک گورنر نے ایک شرافت والا کام سرانجام دیا تھا حضرت اس کو اس شرافت مند عمل پر داد نامہ لکھنے والے ہی تھے ابھی لکھا نہیں تھا

کہ وہ اپنے خزانہ کو لے کر معاویہ کی طرف فرار ہو گیا۔ اس پر حضرت نے فرمایا ''تو نے ایک فعل حسن انجام دیا تھا لیکن اس کی تعریف سے پہلے فعل حرام کر کے فرار ہو گئے'' صریح آیات قرآن کریم سے بغاوت کا اعلان کرتے ہوئے یہ بل پاس کیا ہے۔''النساء قوامون علی الرجال ''عورت مرد کو مار پیٹ کر کے چند دن کیلئے گھر سے باہر کرسکتی ہے لیکن اباحہ فحشاء کے نامور وکیل نذیر ناجی اس بدلے پر ناراض ہیں کہ یہ سزا بہت کم ہے بلکہ مردوں کو دردناک وعبرت آور سزا دینی چاہیئے تا کہ وہ ہمیشہ کیلئے پاکستان کی سطح پر تحت عورت رہیں، زیر عورت رہیں۔ آپ نے اس کی فلسفہ تراشی میں یوں بیان کیا ہے کہ مردوں نے بیرون خانہ بدکاری کے مواقع ڈھونڈے ہوتے ہیں، یہاں عورتیں گھروں میں پاک دامنی میں رہتی ہیں جبکہ مرد باہر اشاعۃ فحشاء کرتے ہیں۔ نذیر ناجی چونکہ دفاع از فحشاء کرتے ہیں رواج فحشاء کے داعی ہیں باطل کے حامی ہیں لہٰذا اس کی زبان سے جو بھی نکلے گا گند ہی نکلے گا۔ کتنا ہی دانشور کیوں نہ ہو قرآن کے مقابل میں اس کی بات کی کوئی حیثیت نہیں قرآن کریم کی سورہ نور کے تحت اشاعۃ فحشاء میں پہل کرنے والی عورت ہے۔ نذیر ناجی نے اس کا ذمہ دار مرد کو بتایا ہے اگر مرد باہر فحشاء کا مرتکب ہے تو اس کا ہراول دستہ سیکولر لوگ ہی ہیں اس کو چلانے والے سیکولر لوگ ہیں یہ اس ملک کے لیے سیکولروں ہی کا تحفہ ہے، لیکن یہ بتائیں اس ملک میں عرصے سے بے غیرتی کے الزام میں کون مر رہا ہے کون اپنے راز فاش ہونے پر خودسوزی کر رہا ہے؟ اسمبلیوں میں اشاعۃ فحشاء کے بل مرد پیش کر رہے ہیں یا عورتیں؟ مرد کتنا ہی فاسد کیوں نہ ہو بے دین کیوں نہ ہو، وہ ناموس کے غیروں سے وابستہ رہنے کو برداشت نہیں کرتا۔ ملک میں جو کچھ برائیاں ہیں اس سلسلے میں اس کی ذمہ دار خواتین ہیں اور ان کے پشت پناہ سیکولر ہیں۔ پنجاب اسمبلی میں اس بل کا پاس ہونا شریف حکومت کے ماتھے پر اعلان لبرل ازم کے بعد دوسرا داغ ہے۔

جب سے اس بل کی تحریک شروع ہوئی تب سے این جی اوز کے ہاتھوں میں کھیلنے والی لڑکیاں اپنی پسند کی شادی کے نام سے عصمت فروشی میں ملوث ہوئی ہیں اور پھر یہ عصمت فروشی فاش ہونے کے بعد خود عورت نے خودکشی کی یا اعزاء نے اس کی موت کو ترجیح دی کیونکہ اس جرم کے فاش ہونے کے بعد لوگوں کی

نظروں سے گرنے اور مطعون ومنفور ہونے سے بہتر یہ ہے کہ خوداس کو قبرستان پہنچائیں۔ یہاں سے حقوق کی بازیابی پس منظر میں گئی اور خودان کی جان خطرے میں پڑی۔اس لئے ایک بل لانے کی ضرورت پڑی اس کا نام رکھا ''تحفظ خواتین بل''۔

سیکولروں اور سیاستدانوں کا یہ طریقہ واردات ہے کہ اسلام ومسلمین کے خلاف ہنگامہ آرائی کیلئے خواتین اور نابالغ بچوں کو آگے کرنا ہے تاریخ جنگ کافرین ومسلمین میں پہلی بار نہیں بلکہ یہ طریقہ پرانا ہے جہاں ابوسفیان جنگ احد میں خواتین کولایا تھا طائف کے عمائدین مشرکین نے بچوں کو حضرت محمدؐ کے پیچھے چھوڑا تھا، بھٹو بھی سکولوں اور کالجوں کے بچوں کو کلاس سے اٹھا کر روڈ پر لایا غرض جو بھی مدعیٰ کیلئے دلیل وبراہین نہیں رکھتے وہ یہی کردار ادا کرتے ہیں۔

حقوق خواتین یا تحفظ نسواں بل:۔

ان سے پوچھا جائے کہ آپ یہ مطالبات کس منطق ودلیل کے تحت کر رہے ہیں تو کہتے ہیں سوچنے کی کیا بات ہے بس صرف مطالبات کو منوانا ہے وقت ضائع نہیں کرنا ہے اس سے بہتر اور وقت نہیں آسکتا لیکن سوال تو ابھی باقی ہے کہ کس قانون کے تحت؟

۱۔ یورپ کے قانون کے تحت۔ کیا یہ یورپ ہے کہ مسیحیوں کے قانون کو یہاں نافذ کریں؟

۲۔ پاکستان کے آئین کے تحت۔

۳۔ جمہوریت کے تحت۔

۴۔ اسلامی قانون کے تحت۔

۵۔ علماء، دانشوران دینی اور سیاستدان جو یہ بیان دیتے ہیں کہ ہم حقوق خواتین کے منکر نہیں لیکن اصلاح ہونی چاہیے کیونکہ نظام خانوادگی کے درہم برہم ہونے کا خطرہ ہے۔ یہ سب کمزور بیانات ہیں ہمیں کہنا یہ چاہیے کہ ہم وہی حقوق دیں گے جو قرآن وسنت میں اللہ نے دیئے ہیں، جو اللہ کو نہیں مانتے، قرآن کو نہیں مانتے، ہم ان کے پاس کردہ بل کو نہیں مانیں گے بلکہ مزاحمت کریں گے۔

۶۔ یہ بل خواتین کے حق میں نہیں جائے گا یہ بل استعمار نے یہاں نظام کو درہم برہم کرنے کیلئے پیش کیا ہے، ان کی سنت وسیرت اور سیاست یہی رہی ہے کہ پہلے اپنا دوست بناتے ہیں اور پھر، اس کو اس کے اپنے ہی دوست سے لڑواتے ہیں جس کو بھی ہار جیت ہو جائے ان کو کوئی پرواہ نہیں۔ اس بل کی وجہ سے طلاقیں بڑھ جائیں گی مزید قتل وکشتار بلکہ ازدواج بھی ختم ہو جائے گا عمر رسیدہ خواتین بے گھر وبے آسراء اور جوان لڑکیاں بیوہ ہو جائیں گی۔

تحفظ خواتین بل میں سیکولروں کی دہشت گردی:۔

سیکولروں کے شعار بدترین کہ،، بدترین جمہوریت بہترین آمریت سے بہتر ہے،، کا پول کھل گیا ہے۔ سیکولر سیاستدان جب بھی آمریت کا لفظ استعمال کرتے ہیں اس سے مراد فوجی آمریت ہوتی ہے، ملک میں چندین بار فوجی حکومت آئی ہے لیکن اس کی بھی بدترین مثال ضیاء الحق کی آمریت کو دی جاتی ہے چونکہ ان کی آمریت میں دین کی بو آتی تھی ورنہ بدترین آمریت تو پرویز مشرف کی آمریت تھی۔ پرویز مشرف نے بھی ایسا بل پاس کیا تھا لیکن اس نے مسلمانوں کی اہانت وجسارت نہیں کی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر نواز شریف حکومت کو اس بل کے نفاذ میں اتنے تشدد وانتہاء پسندی کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ عام مسلمان تو اپنے مسلمان بھائی ممتاز قادری کی پھانسی کے سوگ میں تھے۔ اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں۔

ا۔ اگر کوئی اس بل کی مخالفت کرے گا تو اسکا حشر قادری جیسا ہو گا، لوگ اس سے گریز کریں گویا پلاسٹک کا پستول دکھانے کی مانند ہے۔

۲۔ یہ بل اسلام مخالف ہونے کے علاوہ ان کی نام نہاد جمہوریت کے بھی خلاف تھا۔ جب دین ودنیا دونوں کے خلاف ہو تو، اس کے نفاذ کے لئے شعراء کی ضرورت پڑتی ہے جو قرآن کے مطابق وہم وخیال کی وادی میں سرگرداں رہتے ہیں۔

بل کا مسودہ یہ ہے کہ قرارداد کو قانون کا لباس پہنانے والے پنجاب اسمبلی کے ممبران ہیں توثیق کرنے والا گورنر یا صدر مملکت ہے مقدمہ لڑنے والی حکومت ہے اور مقدمہ کے فریق مخالف، باپ، بھائی،

بیٹے، چچا، ماموں، دیگر رشتہ دار، محلّہ والے مرد، اور عام مسلمان ہیں۔

عدالت عالیہ فیصلہ کرے گی کیونکہ ان کو یہ اختیار اس ملک کی ملت نے دیا ہے۔

جن حقوق کا یہ خواتین مطالبہ کر رہی ہیں بلکہ یوں کہیں کہ جن حقوق کا بل مغرب، ملحد مسلمانوں سے پاس کروانا چاہتا ہے وہ ان کی نام نہاد جمہوریت کے بھی خلاف ہے۔ اسمبلی کے نمائندگان کو عوام نے یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ قرآن اور سنت عملی محمدؐ کے خلاف بل پاس کریں۔ یہ بل جہاں سے بھی پاس ہو، صوبائی اسمبلی ہو یا قومی اسمبلی، اسلام اور جمہوریت دونوں سے متصادم ہے، اگر کسی میں جرأت ہے تو ملک میں خواتین کا ریفرینڈم کرائے کہ آپ کو اسلام چاہیے یا نہیں۔

سیکولروں کے مطالبات یہ ہیں:۔

ا۔ خواتین کو تمام اداروں میں برابر حقوق دیئے جائیں بلکہ ان کو زیادہ کوٹہ دیا جائے چونکہ وہ زیادہ ہیں۔

۲۔ مردوں اور عورتوں کے گھل مل کر کام کرنے کو رائج کیا جائے۔

۳۔ عورتیں جب چاہیں اپنے گھر سے بغیر اجازت والدین، بھائی، شوہر باہر جا سکیں ان کو یہ حق آزادی دیا جائے۔

۳۔ حجاب اہل فارس وترک کی اختراع ہے اس کو ہٹایا جائے۔ یہ حجاب اسلام کے مطابق مخصوص با ازواج نبیؐ تھا اس کو عام مسلمان عورتوں پر نافذ نہ کیا جائے۔

۴۔ خواتین کی گواہی کو مردوں کے برابر کیا جائے۔

۵۔ حتیٰ مرد اور عورت کے ہاتھ ملانے اور مصافحہ کرنے کی ممانعت ختم کی جائے۔

٦۔ کارخانوں اور سرکاری اداروں میں اہم عہدے دیئے جائیں، پارلیمنٹ میں بھی انہیں مزید مخصوص نشستیں دی جائیں۔

۷۔ دیت کو برابر قرار دیا جائے۔ اسلام کے بتائے اصول سے روگردانی کے بعد تمام اقدار شرافت

وفضیلت دل سے محو ہو گئے تو اوٹ پٹانگ باتیں کرنا شروع کیا ہے۔

۸۔ان کو جب چاہیں جہاں چاہیں بغیر کسی ممانعت کے جانے دیا جائے۔

۹۔جس کسی کو بھی پسند کریں اس کے ساتھ جانے کی کھلی اجازت ہو۔

۱۰۔عورت کتنی ہی نافرمان کیوں نہ ہو اس کو طلاق نہیں ہونی چاہیے۔

۱۱۔البتہ شوہر پسند نہ آنے پر وہ شوہر کو چھوڑ کر جا سکتی ہیں۔

ملک عزیز پاکستان اس وقت حالت جنگ میں ہے جس کا اصرار و تکرار بار بار اخبار و جرائد میں آتا رہتا ہے اس نازک وقت میں مسائل متنازعہ کو چھیڑنا ایک اور محاذ جنگ کھولنے کے مترادف تھا۔ملکی حالات کی ہر وقت باریک بینی سے نظارت کرنے والے حضرات کو حکومت کے اس اقدام نے حکومت کے متعلق تشکیک کا موقع دیا ہے، لیکن شاید وہ خود کو حالت جنگ میں نہیں دیکھتے یا اس جنگ سے توجہ موڑنا چاہتے ہیں، یا وہ مسلمانوں کے مسائل سے زیادہ غیر مسلمین کے مسائل پر توجہات مرکوز کئے ہوئے ہیں۔

مولانا شیرانی اور حقوق خواتین کے وکلاء کی برہمی:۔

بے اختیار اسلامی نظریاتی کونسل کے جاری کردہ بیان پر وکلاء اور حقوق خواتین کی این۔جی۔اوز نے انتہائی برہمی اور ناراضگی کا اظہار کیا ہے لیکن دوسری طرف وہ اپنی عفت وعصمت دریدہ شدہ لڑکیوں کو بھول گئے انہیں اس سے زیادہ شیرانی کا وہ بیان گراں گزرا جس میں انہوں نے سن ازدواجی میں حکومتی تعین کردہ عمر کو غیر شرعی قرار دینے اور اس شق کو مسترد کرنے کی بات کی۔ نیز انہوں نے اس حکومتی پابندی کو بھی غلط قرار دیا جس کے تحت شوہر پہلی بیوی کی اجازت کے بغیر دوسری شادی نہیں کر سکتا انہوں نے تاریخ اقوام و ملل سے ایسے واقعات بطور مثال پیش کئے جہاں مردوں نے غیرت و ناموس کی خاطر اور اپنے جانشین کی خاطر پہلی بیوی کی اجازت کے بغیر دوسری بار شادیاں کیں۔

معتصم عباسی نے ایک مسلمان عورت کی اسیری پر اس کی طرف سے مدد کے لیے صدا سنی تو اس کی رہائی کے لئے لشکر کشی کی۔حضرت علی کو آپ کے صوبہ احبار میں ایک مسیحی عورت پر لشکر شام کی دست درازی

کی خبر برداشت نہیں ہوئی، میدان کربلا میں امام حسین کو لشکر عمر سعد کا آپ کے خیموں کی طرف بڑھنا برداشت نہیں ہوا فرمایا اگر تمہیں غیرت دینی نہیں تو اپنی غیرت وعزت وناموس عرب کا پاس رکھو، اس پاکستان میں جو بھی فرقہ مسلمین ہے وہ علی کو مسلمانوں کا پیشوا سمجھتے ہیں ان کی تاسی کرتے ہیں۔اس ملک میں عافیہ صدیقی کے لئے نہ جانے کتنے جلوس وجلسہ اور مطالبات ہوئے ہیں یہ صرف غیرت وناموس پر تھے لیکن حقوق خواتین کے وکلاء کے واویلاء سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان کے پاس غیرت وناموس نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔

بلکہ ان کا یہاں مسلمان خواتین سے سوتیلا و بے رحمانہ اور مجرمانہ سلوک اس سوچ کا حامل ہے کہ وہ ان کے ہمدرد نہیں ہیں ورنہ اتنے سالوں میں لڑکیوں کو گولی مارنے ،خودکشی وخودسوزی جیسے مکروہ واقعات پر وہ خون کے آنسو بہاتے ہوئے پوری امت مسلمہ کو متحد کر کے سراپا احتجاج میدان میں لاتے ،اس فعل شنیع کی روک تھام کے لئے بازار حسن وقحبہ خانوں کے خاتمہ کے لئے مطالبہ کرتے ،خواتین اور مردوں کے اختلاطی احتجاجات پر پابندی لگاتے ،خواتین سے غیر مربوط اعمال مثلاً ہاکی، کرکٹ اور دوسری کھیلوں میں ان کی شرکت، نیلام گھروں کی رونق بننے اور بازاروں میں گھومنے پھرنے پر پابندی لگانے کی بات کرتے ، اپنی ناموس کو شرعی حجاب کی ہدایت دیتے اور قرآن وسنّت کی جو باتیں ان پر واضح ہیں ان کی تشہیر واشاعت کے لیے اور جو ان کے فہم میں نہیں آئیں ان کے فہم وادراک کے لیے سیمینار و مذاکرات کرتے اور جن مسائل کو مولانا شیرانی نے اٹھایا تھا ان کو دعوت مناظرہ ومحاربہ دیتے اور دیگر علماء سے اس کے بارے میں آراء و نظریات پوچھتے لیکن آپ نے ان کو اس لئے دعوت نہیں دی کیونکہ آپ کو اپنے برے عزائم ومنویات خبیثہ کے فاش ہونے کا خطرہ تھا۔

لیکن ہم آپ کو دعوت مقابلہ ومناظرہ ومجادلہ دیتے ہیں جو چیز حقوق خواتین کے نام سے آپ نے اٹھائی ہے اس کا دین وشریعت سے متصادم ومتضاد ہونا تو بعد کی بات ہے، اس سے پہلے وہ عقل، وجدان، فطرت اور خود خواتین کے مفاد کے بھی خلاف ہے آئیں دیکھتے ہیں:

۱۔طلاق ناشائستہ وناسازگار عمل ہے۔

۲۔۱۶سال کی عمر میں شادی کی شرط عورتوں کے خلاف جنایت ہے۔

۳۔کیا تعدداز دواج ظلم ہے؟

نکاح کوآسان بنائیں:۔

یہ ایک ماہنامہ فرائیڈے سپیشل فروری ۲۰۱۶ء میں ایک تحریر کا عنوان تھا۔جس میں کئے گئے مطالبہ پرعمل کو اگر ہم ایک مثال سے واضح کریں تو وہ کچھ اس طرح سے ہے کہ کوئی ملک اپنے ہاں آنے والے سر براہان کے لئے چند ربع زمین تحفہ میں دے،تو ایک عرصہ گزرنے کے بعد یہاں والے ان ملکوں کے مزارع اور کاشت کار بن جائیں گے،ان کا اپنا کچھ باقی نہیں رہے گا۔مصنف کا یہ مطالبہ بھی ایسا ہی ہے،جب سے فرقہ باطنیہ وجود میں آیا ہے انہوں نے اس مطالبہ کو جائز مطالبہ قرار دے کر اس میں کچھ نرمیاں پیدا کی ہیں بعض نے اس کے لئے متعہ کرنے کی حدتک اجازت دی ہے(رجوع کریں کتاب قرآن میں مذکر و مونث)بعض نے والدین عزیز واقارب کے بغیر جب چاہیں نکاح کرنے کی اجازت دی ہے۔بعض نے حق مہر یہ کو کم کرنے کی اجازت دی۔اوراب آخر میں حقوق نسواں والوں کی تجویز یہ ہے کہ عورت جہاں جا کر نکاح کرے اس کے والدین حتیٰ شوہر بھی اس کو روک نہیں سکتے ہیں۔یہ ان کا آخری نسخہ ہے اس لئے حقوق نسواں والوں کا اصرار ہے کہ آپ اجتہاد کریں ورنہ ہم صوفیاء کے مذہب کو اپنائیں گے جو ہر شخص کو محبت کرنے کی ہدایت کرتے ہیں بلکہ ان کا پورا مذہب ہی محبت کے گرد گھومتا ہے۔

اللہ تعالیٰ انسان کا خالق ورازق ہے،جس نے اپنی ذات والا کو علیم وقدیر ورحمٰن ورحیم سے متصف کیا ہے وہ تمام مکان وزمان پر محیط ہے،اس نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ کوئی خشک وتر نہیں جس کا حکم اس کتاب میں بیان نہ ہو۔جو ہمیں وسعت اور گنجائش سے باہر تکلیف نہیں دیتا ہے لیکن پھر بھی اس کی دی ہوئی قابل برداشت تکلیف ان پر گراں گزری تو مجتہد ناقص العلم کو اپنے لئے مہربان وقہرمان سمجھے۔دین اسلام پر یہ روزگار اس لئے آیا ہے کہ ہر ایک نے اپنی طرف سے سہولتیں دیکر نکاح کو آسان بنایا ہے،اس کا نتیجہ مصیبت کا پہاڑ بن کر گرا ہے۔آئے دن غیور والدین اور بھائیوں کی عزت عدالتوں میں پامال ہوتی نظر آتی

ہے۔حقوق خواتین کی،شکل،صورت اور ماہیت جو بھی ہے اس کی سند اور تاریخ دونوں یورپ کے انقلاب صنعت کو جاتی ہے۔وہاں صنعت کا مالک سرمایہ دار طبقہ تھا جن کی منطق سرمایہ داری کے تحت زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کا ایک طریقہ کم لاگت میں زیادہ پیداوار اٹھانا تھا۔پیداوار کو بڑھانا تھا تاکہ اس سے مال کی قیمت کم ہوگی اس لئے انہوں نے مردوں کی نسبت عورتوں کو استعمال کیا تھا جو کبھی کماتی نہیں تھیں۔لہٰذا مختصر تنخواہ پر راضی ہوجاتی تھیں اس سے جو فائدہ ہوا ہے وہ سرمایہ دار کو ہوا مزدور کو نہیں ہوا۔مغرب میں خواتین کی کارصنعت میں شامل ہونے سے ملک میں ترقی نہیں ہوئی ہے بلکہ ملک کو دوبارہ خطرہ لاحق ہوا تاہم یہ تو قانون اقتصاد کے تحت دوبارہ پلٹ کر آنا تھا یعنی پیداوار بڑھانے کے بعد اشیاء کی قیمتیں کم ہوگئیں لیکن مانگ بھی کم ہوگی اس سے پیداوار کم بکے گی جس سے خسارہ ہوگا تو پیداوار دوبارہ کم کرنا ہوگی تاکہ مطلوبہ فائدہ حاصل کریں۔اس لئے انہیں مزید بازار تلاش کرنے پڑے تاکہ پیداوار وہاں فروخت کریں یہاں سے استعمار گری کی سوچ آگے آئی ہے۔اگر آج یورپ میں ترقی ہے وہ استعمار گری سے ہے خواتین کے کام کرنے سے نہیں ہے۔فرض کریں یہاں تمام خواتین کو بروئے کار لائیں گے تو پیداوار تو بڑھ جائے گی لیکن بکے گی کہاں۔

مشکلہ طلاق:۔

طلاق جنگ بین زوجین کی مصالحانہ صلح ہے۔طلاق خلاصی ونجات عورت از شوہر ناپسندیدہ وظالم تو دوسری طرف نجات شوہر مظلوم از عورت ظالم ہے۔طلاق آئین اسلام کا اعجاز ہے،اختلاف زوجین سب سے پہلا مشکلہ اجتماعی ہے جس کا حل قرآن نے پیش کیا ہے۔طلاق کے عیب تراشی کرنے والے مذمت کرنے والے کو آخر میں اس آئین آسمانی کی طرف برگشت کرنا پڑا ہے جہاں اللہ نے فرمایا''إِنَّ إِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى''(سورہ العلق ۸)۔

طلاق ایک عمل مذموم ضرور ہے،طلاق خوشگوار سکون والی زندگی زوجین کے لئے صرصر عاتیہ و باد خزاں ضرور ہے لیکن اس جلتے الاؤ میں ایک بارش رحمت ہے۔طلاق کی مذمومیت بیان کرنے سے پہلے

اسباب وموجبات طلاق بیان کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ان اسباب کو روک کر طلاق کو روکا جائے۔

ا۔طلاق کی فضاء وماحول پیدا کرنے والے عالمی حقوق خواتین کے ادارے ہیں جو میاں بیوی کی خوشگوار الفت ومحبت بھری زندگی کو ناگوار بنارہے ہیں۔

۲۔طلاق کا ماحول وفضاء پیدا کرنے والے ملک کے سیاستدان ہیں جو پارٹیوں میں عورتوں کو کھینچتے ہیں۔جہاں عورتوں کو بغیر ان کے شوہر کے غیر محرم مردوں کے ساتھ چلنا پھرنا ہوتا ہے۔پھر جب ان کی بیویاں دس بارہ دن بلکہ ہفتوں مہینوں اجنبی مردوں کے ساتھ رہیں یا طویل مسافرت پر جائیں اور واپسی پر ان سفروں کی روائیداد شوہروں کو سنائیں کہ فلاں ایسا تھا، فلاں ایسا خوش اخلاق تھا، ایسا مذاق کرنے والا تھا تو اس سے اختلافات اور مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

۳۔**اختلاط**: مردعورت میں آزاد میل جول بود وباش تقلید تمدن مغرب معاشرہ اسلامی کے اسباب زوال ونابود وزوال پذیری کی متمدن وترقی شدہ زندگی ہے جبکہ قرآن سنت نبیؐ میں مذموم ہے۔

۴۔متجد دین فقہاء وعلماء اساتید جامعات میں جہاں عورتوں کو شوہروں کی اطاعت سے آزادی کا سبق دیتے ہیں وہ رضا وخوشنودی روشن خیالان ہے اللہ کے لیے نہیں ہے۔

قرآن میں جو حقوق خواتین کو دیئے گئے ہیں:۔

خواتین کو بحیثیت انسان وہ تمام حقوق حاصل ہیں جو مردوں کو حاصل ہیں ان میں کسی قسم کی کمی بیان نہیں ہوئی ہے اس میں جس اضافہ کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ حق صداق ہے۔اسے مہریہ بھی کہا جاتا ہے جو ایک قسم کی لغت مدخولتہ یا مولدہ کہتے ہیں۔غرض صداق میں خواتین کی ازدواجی زندگی میں خلل آنے کے احتمال کا تحفظ فراہم کیا ہے یعنی حق صداق اتنا رکھیں جو ایک غلام وکنیز عادی کی قیمت کے برابر ہوتا کہ طلاق کی صورت میں اس کی زندگی کا بندوبست ہو۔اس تحفظ کو توڑنے اور خواتین کو مثل جاہلیت اولیٰ جب چاہیں استعمال کرنے کیلئے ''صداق'' کی جگہ کلمہ ''مہریہ'' استعمال کیا گیا ہے جس کا کوئی معقول اصول لغت عربی کے تحت نہیں بنتا ہے۔یہ فرقہ باطنیہ کی اختراع ہے، تمام فرقوں نے ان کی تقلید کی ہے اس کو رواج دیا ہے تاکہ عورتوں

کی طلاق آسان ہو جائے، جس دن غصہ آیا یا کوئی دوسری پسند آئی اس کو کان سے پکڑ کر گھر سے باہر نکالا جائے۔فرقوں کے بعد نام نہاد حقوق خواتین والوں نے بھی اسے جاری وباقی رکھا ہے یہاں تک کہ زوجہ مادام العمر ذلیل وخوار ہوگئی اس کی کوئی قدر وقیمت نہیں رہی جبکہ ایک وقت میں ایک یا چند دن کیلئے استعمال ہونے والی عورتوں کی قیمت بڑھائی گئی۔ چنانچہ مسلم لیگ نون کے اقتدار میں جب واجپائی پاکستان میں آیا تھا تو اس کے ساتھ ایسی عورتیں تھیں جن کا، حق مہر، یعنی محبت کی نشانی صرف پچیس ہزار تھا اس وقت کے اخبار میں یہ خبر چھپی تھی۔ پاکستان میں اس وقت دیندار خواتین کی کوئی حق تلفی نہیں ہو رہی ہے اگر کہیں امریکا میں ہو رہی ہے تو وہ بھی عدم ضمانت کی وجہ سے ہے اگر عورت کا حق صداق جو قرآن اور سنت عملی محمد ﷺ میں آیا ہے اگر اس کا نفاذ کریں تو عورتوں کے ساتھ حق تلفی کم ہو جائے گی بلکہ ان شاء اللہ نہیں ہوگی۔

۲۔حق نفقہ دائمی مادام زواج ہے جو ایک انسان کی معمولی علاج معالجہ کی حدود ہوگی۔

۳۔ارث اگر مرد مر جائے تو زوجہ کو آٹھواں حصہ ملے گا اگر زوجہ مر جائے تو مرد کو ایک چوتھائی یا نصف ارث ملے گا۔فرق باطنیہ اور احزاب لادینی نے عورت کو ارث سے محروم رکھنے کیلئے جہیز کو رواج دیا ہے، یہ جہیز عورت کی اصل زواج اور عدم ازدواج، دونوں صورت میں مصیبت ہے۔اس جہیز نے بہت سی عورتوں کو نعمت زواج سے محروم کر رکھا ہے۔

۴۔جہیز جو ایک حق تصور کیا جاتا ہے کہ لڑکی اپنے ساتھ لے کر آتی ہے یہ حق انھیں حاصل نہیں بلکہ یہ والدین پر ٹھونسی ہوئی چیز ہے لڑکی کو اپنے شوہر کے ہاں جاتے وقت کوئی چیز اپنے ساتھ لے کر جانا اس کی توہین وتذلیل وتحقیر اور شرف انسانیت کے منافی ہے جبکہ صداق بغیر عقد نکاح صحیح نہیں ہے۔اس کا ذکر قرآن اور سنت میں موجود ہے۔

پڑھے لکھے روشن خیال حکمران تقلید غرب میں:۔

یہ بات غلط، فحش اور دھوکہ خالص ہوگی، اگر کوئی بولنے والے طوطے کو انسان سمجھنے کا دعویٰ کرے چنانچہ ڈارون کا نظریہ مدفون ہو گیا ہے۔مغرب والے مسلمانوں کے درمیان نفاق گوئی کو مروج کرنے کے

لئے تشدد اور انتہاء پسندی پر اتر آئے ہیں مغرب والے پاکستان کے مسلمانوں کو عقائد، شریعت، اخلاق، اور ثقافت اسلامی سے منحرف کرنے کے لیئے سر توڑ کوشش کر رہے ہیں اور اس سلسلہ میں جو دشواریاں اور مزاحمتیں درپیش ہیں وہ حکمرانوں کے سامنے ہیں لہٰذا وہ مسلمانوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے کبھی اسلام جناح و اقبال اور کبھی اسلامی فلاحی ریاست کی باتیں کرتے ہیں۔ اپنے زعم میں وہ دونوں کو خوش رکھ کر حکومت کو طول دینا چاہتے ہیں لیکن مغرب والوں نے کثیر دولت و سرمایہ خرچ کرنے کے بعد مطلوبہ نتائج نہ دیکھنے کی وجہ سے غصہ میں آ کر شاید انھیں ڈانٹا ہوگا اس لئے اب استبداد کمیونیزم کا آغاز کیا ہے اور یہ دین و دیانت کے تمام آثار اور نشانات کو یہاں سے مٹانے پر تلے ہوئے ہیں۔ اخباروں میں آیا ہے مصر جیسے مرکز علوم اسلامی مرکز علماء مسلمین میں حجاب پر پابندی کی مہم شروع کی گئی ہے، پاکستان میں توہین رسالت و جسارت رسولؐ کرنے والی کی رہائی اور مسلمان غیرت مند کی پھانسی کے بعد اب مسلمانوں بلکہ انسانوں کی اولاد جس کی خاطر وہ سرمایہ حیات مایہ زندگی اور اپنے وجود کو داؤ پر لگانے کے لئے آمادہ رہتے ہیں ان کی اصلاح کی خاطر مار پیٹ کرنے پر تشدد کا الزام لگا کر مقدمہ چلانے کی تمہید باندھی جا رہی ہے۔

غیور مسلمان اپنی، ماں، بہن اور بیٹیوں کے پاسبان و پاسدار اور محافظ ہیں:

مسلمان ناموس کے تحفظ کی خاطر اپنی جان داؤ پے لگاتے ہیں۔ تاریخ میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک عباسی خلیفہ جسے درس تدریس سے اکتاہٹ تھی، لیکن اس خلیفہ نے اپنے ملک کی ایک خاتون کو اسارت سے چھڑانے کیلئے ایک لشکر جرار تیار کیا اور روم جا کر اس کو آزاد کر کے اپنے ملک لایا۔ آپ لوگوں کو کیا پتہ غیرت و ناموس کیا ہوتی ہے آپ اپنی بیویوں بیٹیوں کو ساتھ لے کر ٹی وی پر فحش ڈرامے دیکھتے ہیں، غیر مسلم سربراہوں سے مصافحہ کراتے ہیں، آپ بتائیں وہ کون سے حقوق ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں آئے، جس میں خواتین کی طہارت و نجاست تک کا ذکر ہو، عدۃ اور طلاق کے دوران بھی، نان و نفقہ، کا ذکر کیا ہو اور جو حقوق آپ ذکر کرتے ہیں چھوٹ گئے یا نعوذ باللہ، اللہ بھول گیا ہو۔ جس کتاب میں خشک و تر بیان ہوا ہے۔ ہم مسلمان ہیں کہ جو حقوق قرآن نے خواتین کو دیئے ہیں ان پر عمل نہیں ہو رہا چنانچہ اگر وہ لوگ نہیں دیتے تو وہ

کون سا حق ہے۔قرآن نے خواتین کو وہ تمام حقوق دیئے ہیں جو ان کی ساخت جسمی سے ملائم ومتوازن ہیں اس میں کون سا حق چھوڑا ہے؟

جو حقوق آپ دینا چاہتے ہیں یا آپ نے دیئے ہیں وہ حقوق ہر حوالے سے غلط اور بے بنیاد ہیں بلکہ ایک دہشت گردی ہے یہ قرآن، سنت عملی رسولؐ اور آپ کی معبود برحق جمہوریت سے بھی متصادم ہیں، آپ کو یہ حق کہاں سے ملا ہے اور کس نے دیا ہے جبکہ ۹۸ فیصد مسلمان عوام نے ایسے قانون بنانے کی اجازت آپ کو نہیں دی ہے۔

ایک فعل شنیع کو کھلے عام رواج دینے کیلئے ایک دن اہل مغرب، ویلنٹائن ڈے، کے طور پر مناتے ہیں اور اسے مسلمانوں میں بھی رواج دینا شروع کیا تو ہماری حکمران جماعت خاص کر صدر محترم نے قانونی طور پر اسے روکنے کا اہتمام کیا جسے ہر مسلمان نے سراہا لیکن این جی اوز کو نا گوار گزرا، انہوں نے اس کو رد کرنے کیلئے تحفظ خواتین بل منظور کرایا ہے۔گویا اب تو خود خواتین کی جانیں محفوظ نہیں رہی ہیں۔

یوم خواتین:۔

دنیائے کفر والحاد پر قائم معاشروں اور ان کے زیر نگرانی مستعمرات فکر وثقافتی میں ایک دن خواتین سے منسوب کر کے منایا جاتا ہے تا کہ ان کے نام نہاد حقوق کا پرچار کریں۔ان حقوق کی یاددہانی ٹیلی ویژن پر نعرہ بازی، جلسوں میں رقص وناچ گانے، مشاعروں اور مضحکہ خیز تقاریر و پیغامات سے کرتے ہیں تا کہ ان کے جعل کردہ اور خود ساختہ حقوق پر عمل کیا جائے۔

جن حقوق کا وہ مطالبہ کر رہے ہیں اس سے مراد ''کام'' ہے۔انسان عاقل وعزت دار وذی وقار اور آزادی وخود مختاری کی زندگی گزارنے والے کیلئے کام ایک ضرورت ہے ہر انسان بغیر کسی امتیاز مذکر ومونث بلکہ ہر ذی حیات کام سے ہی زندہ وتابندہ ہے۔کام ہی سے یہ جہاں معمور وآباد وسر سبز وشاداب ہے۔کام ہی معنی ومفہوم خلافت فی لارض ہے۔حیوانات بری وبحری کام ہی کی تلاش میں میلوں سفر کرتے ہیں۔کام تنہا روزمرہ کی عیش کی خاطر نہیں بلکہ مستقبل کے لئے بھی ہوتا ہے۔مخلوقات میں سے ایک چھوٹی مخلوق جسے عربی

نملۃ (چیونٹی) کہتے ہیں وہ گرمیوں میں سردی کے لئے کام کرتے ہیں ذخیرہ کرتے ہیں۔

بنی نوع انسان سب سے پہلے پتھر سے کام لیتے تھے، زمین کھودتے تھے، پتھر سے حیوانات ذبح کرتے تھے اس لئے اس دور کو پتھر کا دور کہا جاتا ہے۔ انسان چونکہ حیوان سے ممتاز مخلوق بنایا گیا ہے، اس میں کام کرنے کی زیادہ صلاحیت اور لیاقت پائی جاتی ہے، اس لئے انسان نے تنہا کام ہی نہیں کیا بلکہ رزق کمانے کے لئے نئے نئے وسائل بھی تلاش کئے۔ انسان نے فطری طور پر بھی یہ احساس کیا کہ میں حیوانات سے زیادہ حیثیت رکھتا ہوں، میں فکر و سوچ رکھتا ہوں۔ اسی فکر و سوچ نے زمین کی زیادہ سے زیادہ مساحت پر قبضہ کیا۔ حیوانات خود بخود چراگاہوں سے اپنے پیٹ بھرتے ہیں ان کے پالنے کی ضرورت نہیں ان کو صرف استعمال کرنا ہے۔ یہاں سے انسان کے ذہن میں بھی آیا کہ ہم کیوں اپنے سے کم طاقت اور کم سوچ والوں کو استعمال نہ کریں ان کے ذریعے بھی زمین آباد کریں۔ یہاں سے انسانوں نے انسانوں کو تنہا استعمال ہی نہیں کیا بلکہ ان کو غلام بھی بنایا متاع بھی بنایا، انسان فروشی بھی کی، جہاں کہیں کوئی بھی انسان ملے اس پر قبضہ کیا تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں یہ نہیں دیکھا کہ یہ کون ہے۔ چنانچہ بعثت اسلام کے قریب کے زمانے میں ایک عرب عورت اپنے بچے کو لے کر اپنے گھر جا رہی تھی غلام سازوں نے بچے کو چھین لیا، غلام بنایا اور بازار میں فروخت کیا۔ اس کو خدیجہ الکبریٰ کے چچا نے خرید کر خدیجہ کی خدمت کے لئے دیا خدیجہ نے ان کو حضرت محمدؐ کو دیا۔ والدین کو پتہ چلا ان کا بیٹا مکہ میں دیکھا گیا ہے مکہ آئے بیٹے کا پتہ کیا پتہ چلا تو حضرت محمدؐ کے پاس گئے منت سماجت کی کہ ان کا بیٹا آزاد کریں وہ تاوان لے کر آئے ہیں حضرت محمدؐ نے زید کو بلایا اور پوچھا یہ لوگ کون ہیں؟ کہا میرے والد اور چچا ہیں، پوچھا اگر جانا چاہتے ہو تو اپنے والد کے ساتھ جاؤ، کہا میں آپ پر والد کو انتخاب نہیں کروں گا۔ باپ اور چچا نے سمجھایا، زید نہیں مانے، حضرت محمدؐ نے زید کا ہاتھ پکڑ کر طواف کیا اور قریش سے کہا آج سے ان کو زید بن حارثہ مت کہو زید بن محمدؐ کہو، اسی دن سے وہ زید بن محمدؐ ہو گیا۔ اپنی پھوپھی کی بیٹی حسن و جمال کی مالک سرزمین مکہ کے صاحب عزت خاندان کی بیٹی کو ان کے عقد میں دیا۔ یہ وہی زید ہے جن کو جنگ موتہ میں فرزند ابو طالب صاحب قیادت مہاجرین حبش جعفر پر مقدم رکھ کر سالار لشکر

بنایا گیا اور بعد میں ان کے بعد ان کے بیٹے اسامہ کو بنایا گیا۔

غرض کافرین وملحدین نے کام اور دولت کے لئے انسانوں کو غلام بنایا اسلام نے مختلف ومتعدد طور طریقوں سے انسان کو اپنے ذاتی مفادات کی خاطر استعمال کرنے کی رسم کو ختم کر کے انسانوں کو آزاد کرنے کی ایک شق کا باب کھولا ہے۔خلفاء بنی عباس نے غلاموں کو بازار سے خرید کر جنگجو بنایا،مصر اور ہندوستان میں انہی غلاموں نے حکومتیں قائم کیں۔غرض دور جاہلیت میں کنیزوں کو درآمد کیلئے استعمال کرنے کی روش قائم تھی،وہ عصمت فروشی کر کے جو درآمد ہووہ مالک کو دیتی تھیں لیکن اسلام نے آ کے تمام اقسام تعلقات سوائے نکاح پر پابندی لگائی۔

کام اور خواتین:۔

حقوق خواتین کے علمبرداروں کا بنیادی اور مرکزی مطالبہ کام ہے۔عربی میں کام کیلئے عمل استعمال ہوا ہے۔قرآن کریم میں کلمہ عمل ۳۶۰ آیات میں آیا ہے جبکہ ۱۹۰ آیات میں کلمہ فعل آیا ہے فعل اس عمل کو کہتے جو بغیر کسی قصد وارادہ سے انجام پاتا ہے جن آیات میں کلمہ عمل آیا ہے،کتاب العمل وحقوق العامل فی الاسلام ص۱۲۲،کہف۔۶ نحل۔۶۶ حم سجدہ۔۳۲،نساء۔۳۳،نساء۔۲۱،مومنون۔۵۷،طہ۔۱۸۱،اسراء۔۸،روم۔ ۴۴۔

عمل کے لغوی معنی اس کام کو کہتے ہیں جو قصد وارادے سے انجام دیا جاتا ہے لہٰذا عمل کو صرف انسانوں سے نسبت دی جاتی ہے حیوان کو نہیں۔جب کہ فعل کی نسبت انسان اور حیوان دونوں کو دی جاتی ہے عمل کل بدن سے صادر ہوتا ہے یا بعض اعضاء سے بھی صادر ہوتا ہے بلکہ فکر سے بھی صادر ہوتا ہے،معنی اصطلاح عمل کے بارے میں باقر قرشی اپنی کتاب عمل میں لکھتے ہیں عمل کے تین عناصر ہیں۔

۱۔جہد وکوشش انسان جو قصد وارادہ سے صادر ہوتی ہے۔

۲۔صاحب عمل میں،زحمت،مشقت اور الم کا احساس ہوتا ہے جیسے تھکاوٹ وآرام طلبی۔

۳۔اس عمل کی حرکت کی کوئی غرض وغایت ہوتی ہے۔

عورتوں کے گھر سے باہر کام کرنے میں کسی قسم کی خرابی وخامی وقباحت نہیں ہے۔مرد اور عورت دوش بدوش گھر سے نکلیں کام کریں کمائیں لیکن،

۱۔مردوں اور عورتوں کا آمنے سامنے تمام آرائش وزیبائش کے ساتھ کھلے عام ملنا قرآن سے بغاوت وتغاوت اعلان جنگ ہے تمام برائیاں جوایک مسلمان ملک میں رواج پائی ہیں وہ اسی فعل شنیع سے نکلی ہیں۔

۲۔عورتوں کے مواقع الگ رکھیں، بازار الگ ہوں، خریدار مرد مردوں کی دکان سے اور خریدار عورت عورتوں کی دکان سے خریداری کریں۔

۳۔ہسپتال الگ ہوں۔

۴۔سکول الگ ہوں۔

۵۔فیکٹریاں الگ ہوں۔

۶۔جہاز میں بھی مردوں اور خواتین کو الگ کریں۔

کام کی اپنی نوعیت کے حوالے سے انواع واقسام اور اشکال ہیں۔

۱۔ثقیل وسنگین کام جیسے بحری وبری جہازوں اور ٹرکوں وٹریلروں سے سامان اتارنے چڑھانے کا عمل۔

۲۔دیہی علاقوں میں زمینداری ہے، کھیتوں کی آبیاری، صفائی اور فصل کاٹنے کا کام ہے۔

۳۔بھاری ٹرک، ٹریلروں کو چلانے کا کام ہے۔

۴۔فیکٹریوں میں مشین پر مواد چڑھانے کا کام ہے۔

۵۔تیل گیس کے کنویں کھودنے کا کام ہے۔

۶۔کوئلے کی معادن میں کام ہے۔

۷۔ٹرین اور مال گاڑی پر کام ہے۔

۸۔روٹی پکانے کے تنور پر کام ہے۔

۹۔عام بازار میں جائے رہائش والے ہوٹل۔

۱۰۔درزی۔

۱۱۔تھوک پرچون کی دکانیں۔

۱۲۔شہروں کی صفائی اور کوڑا کرکٹ اٹھانے کا کام۔

تحریک حقوق خواتین تحریک انہدام نظام عائلی واسلامی ہے،اس میں زیادہ زور دیا گیا ہے کہ،

۱۔خاتون کو گھر کے کام سے نکال کر باہر کے کام پر لگائیں جس کے نتیجے میں گھر بے سروسامان اور خود بخود ویران گاہ بنے گا۔

۲۔کھانا دونوں کہاں سے کھائیں گے باہر سے لائیں گے تو کیا شوہر کی درآمد میں گنجائش ہوگی کہ کفایت کرے۔

۳۔مرد گھر میں کھانا پکائیں عورت باہر کام پر جائیں اس میں کوئی قباحت نہیں اس کی توجیح عقلی کیا ہوگی عقلی طور پر تباہی یا اچھے نتائج نکلیں گے؟

۴۔میاں بیوی کے درمیان رشتہ صرف پسند کی بنیاد پر ہوگا اس سے بدتر وقبیح تصور زواج اور کیا ہو گا؟

۵۔مذکورہ تصور کی دنیا کے قدیم ترین ادوار سے لےکر اسلامی آئین تک کوئی مثال نہیں ملتی ہے۔

۶۔تاریخ اسلام میں خدیجۃ الکبریٰ سے لے کر عصر اموی،عصر عباسی وعثمانی میں ایسی کوئی مثال و نمونہ نہیں ملتا ہے۔

۷۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نام نہاد جمہوریت استبداد پر اتر آئی ہے۔

کارخانوں سے متعلق کام:۔

ان تمام مواقع میں آپ کی خواہشات کے مطابق خواتین مردوں کے دوش بدوش آئیں گی لیکن اس

سے چند نتائج برآمد ہونگے۔

۱۔کارکنوں کی فراوانی سے تنخواہوں میں کمی آجائیگی۔

۲۔ پیداوار ابڑھ جائے گی تو قیمتیں گرجائیں گی۔

۳۔ پیداوار کوفروخت کرنے کی مارکیٹ آسانی سے میسر نہیں ہوگی اس کے لئے حکومت کواقدامات کرنا ہوں گے وہ دیگر حکومتوں سے اس سلسلہ میں بات کرے گی چنانچہ ہماری حکومت بڑی حکومتوں سے ہمیشہ یہ مطالبات کرتی رہی ہے کہ ہمیں یہاں کے بازاروں میں رسائی دیں یا مستعمرات بنانے دیں۔وہ خود استعمار ہیں آپ کو کہاں سے مستعمرات بنانے دیں گے تو پیداوار یا تو سمندر میں پھینکنا ہوگی یا زمین کھود کر دفنانا ہوگی۔

۴۔یورپ وامریکا جیسے ممالک سے بے روزگاری کی خبریں آتی رہتی ہیں۔

۵۔گھر کا کام جورہ گیا ہےاس کوکس سے کرائیں گے۔

۶۔خواتین کوکام دینا ہوگالیکن کام کی نوعیت کیا ہوگی کس قسم کا کام انہیں دیا جائے اورکہاں کہاں کن اداروں میں دیا جائے۔

۱۔ بچوں کی پرورش کس سے کروائیں۔

۲۔ میاں بیوی کے درمیان پریشانیوں میں تبادلہ خیالات کس سے کریں گے یہاں چند فارمولے ہیں۔

۱۔عورتوں کوکام پرلگائیں۔

۲۔مرداندرون خانہ بچوں کی پرورش کریں۔

۳۔دونوں باہر جائیں بچوں کوگھر میں بند کر کے جائیں۔

۴۔ بچے پیدا کرنا بند کریں۔

۵۔دونوں گھر میں رہیں۔

۶۔خواتین گھر سنبھالیں۔

ان میں سے کون سا مفروضہ عقل و منطق انسانی کے تحت ہے؟

اقسام وانواع کام:۔

کام سب ایک نوعیت کے نہیں ہوتے بلکہ مختلف و متعدد زاویے سے ان کی تقسیم کی جاتی ہے:

ا۔صرف کاوش جسمانی زحمت والے کام ہیں۔

۲۔نفسیاتی کام ہیں۔

۳۔تعلیمی کام ہے اس کی بھی دو نوعیتیں ہیں فنی کام جسے کوئی شخص خود سیکھ کر کرتا ہے اس سے فکر و ہنر بڑھ جاتا ہے اس پر اس کا وقت اور سرمایہ لگا ہے۔خواتین جو اغیار کے کہنے پر کام کا مطالبہ کرتی ہیں ان سے پوچھا جائے وہ کس کام کو کرنا چاہتی ہیں۔

ا۔عمل عقلی۔دنیا میں سب سے زیادہ قیمتی عمل گردانا جاتا ہے۔جیسے فزیکی،طبی،مہندس،اختراعی و اکتسابی عمل ہے،اس عمل سے دنیا نے تمدن و ترقی کی ہے۔

۲۔مشقت و زحمت والے اعمال کو جسمانی کہتے ہیں اس میں مزدوری،نقل و انتقال،عمل زراعت وغیرہ شامل ہیں۔

خواتین کو گھروں سے نکال کر فارموں اور کارخانوں میں لانے کی فکر سرمایہ داری فکر ہے یہاں سے انسان کے دوسرے دور کا آغاز ہوتا ہے۔مغرب میں خواتین کو کام پر لانے سے آج مغرب میں کتنی خواتین ارب پتی ہیں اور کتنے مرد ارب پتی ہیں؟ آج بھی مغرب میں سابقہ استحصالی و استعماری نظام قائم ہے۔وہاں اس وقت بھی طبقاتی نظام ہی قائم ہے،مغرب میں خواتین کو کام پر ملک کی ترقی کے لئے نہیں لاتے بلکہ سرمایہ داروں کی جیب بھرنے کے لئے کم اجرت پر پیداوار بڑھانے کے لئے لاتے ہیں۔اس میں جائے شک و تردید نہیں کہ مغرب آج متمدن اور ترقی یافتہ ہے لیکن ایسا وہ اپنی خواتین کو کام پر لانے سے نہیں بلکہ تیسرے عالم کا استحصال کرنے سے بنا ہے۔اس کے ردعمل میں ہی کمیونسٹ نظام آیا تھا،کارل مارکس اور اس کے ہم فکر

مفکرین نے ان کو عوام کا خون چوسنے والا بتایا کام کرنے سے خوشحالی نہیں آتی بلکہ کام کے ساتھ عقل وشعور بھی استعمال کرنا پڑتا ہے کہ ان سے کون مستفید ہو رہا ہے۔

ان کے مطابق حقوق سے مراد خواتین کو کام پر لگانا ہے، ہم دہشت گرد نہیں، ہم چور نہیں، ڈاکہ ڈالنے والے نہیں کہ حقوق خواتین کا سن کر وحشت زدہ وشکستہ ہو جائیں، بے بس و بے چارے بن کر ہاتھ پیر ماریں ہمیں کوئی پریشانی نہیں کیونکہ قرآن کریم میں بغیر کسی اجمال وابہام کے حقوق خواتین کی الف، ب، جیم، ی، سب بیان کردی ہے ہم نہ اندرون ملک کے آئین سازوں کے نیازمند ہیں اور نہ بیرون ملک کے، نہ ہم خود اختراق واختلاق کریں گے کیونکہ حقوق خواتین قرآن کریم میں مکمل آئے ہیں۔

چراغ تلے اندھیرا:۔[روزنامہ ایکسپریس کراچی اتوار ۱۶ مارچ ۲۰۱۴ء]

گزشتہ دنوں خواتین کا عالمی دن منایا گیا جس کا بیانیہ یہ تھا کہ یہ دن خواتین کی جہد مسلسل کی علامت ہے، اور ہر سال یہ دن خواتین کی سماجی، سیاسی اور معاشی میدان میں تحریک وترقی کی حوصلہ افزائی کے لئے پورے اہتمام کے ساتھ منایا جاتا ہے، اس دن کی تاریخ ان محنت کش خواتین سے منسلک ہے جو ۱۹۰۸ء میں تنخواہوں میں اضافے' ووٹ کے حق' ڈیوٹی کے طویل اوقات کار اور غیر انسانی وغیر اخلاقی حالات کے خلاف صف آراء ہو کر سراپا احتجاج ہوئیں اور انتھک جدوجہد کے بعد بالآخر اپنے حقوق کو منوالیا۔ ان کے حقوق کے لئے قانون سازی کی گئی اور اقوام متحدہ نے خواتین سے امتیازی رویوں، حق تلفی اور ہتک آمیز سلوک کے خاتمے نیز تمام عالم اور خود خواتین کے بہتر مستقبل کے پیش نظر ۸ مارچ کو خواتین کا عالمی دن قرار دیا اور خواتین کو ہر سطح پر برابری کا درجہ اور مساوی حقوق نیز ان کی فلاح و بہبود کو مدنظر رکھتے ہوئے سیڈا cedaw تشکیل دیا۔ نیز تمام ممالک کے لئے ضروری قرار دیا کہ وہ خواتین کے حقوق کی پاسداری اور بالادستی کے لئے، کنونشن سیڈا، کے مطابق قانون سازی کریں۔

پاکستان نے بھی نہ صرف، سیڈا کنونشن، منظور کر رکھا ہے بلکہ ملینیم ڈیولپمنٹ گول کے حصول کا بھی عزم کر رکھا ہے۔ تاہم افسوس صد افسوس پاکستانی عورت آج جس امتیازی سلوک' ناہمواریوں حق تلفی اور ہتک

آمیز صنفی تعصّبات کا شکار ہے اس کے پیش نظر بانگ دہل یہ کہا جا سکتا ہے اگر ہماری حکومتوں نے خواتین کی ترقی اور فلاح و بہبود کے لئے جلد از جلد درست سمت میں راست اقدام نہ اٹھائے اور ترجیحی بنیادوں پر خصوصی توجہ نہ دیتے ہوئے بہتر عملی اقدام نہ کیے تو یقیناً ہمیں مقاصد حاصل کرنے میں کئی سال لگ سکتے ہیں لہٰذا یہ صورت حال حکومت وقت کی خصوصی توجہ کی طالب ہے۔خواتین کے حقوق کے ضمن میں ہمارے معاشرے کا ایک چشم کشا حقائق پر مبنی المیہ یہ بھی ہے کہ ۹۰ فیصد قتل کی جانے والی خواتین رپورٹ نہیں ہوتیں' ۲۰۱۳ء میں ملک بھر میں غیرت' زیادتی اور دیگر وجوہات کی بنا پر ''۱۶۰۱'' خواتین کا قتل ہوا' جنوری ۲۰۱۳ء سے دسمبر ۲۰۱۳ء تک ملک بھر سے اکھٹے کئے گئے اعداد و شمار کے مطابق ۳۷۰ خواتین کے ساتھ زیادتی جب کہ ۱۸۵ کے ساتھ اجتماعی زیادتی کی گئی ۔۲۱۳۳ عورتوں پر تشدد ہوا۔۸۸۷ خواتین پولیس کے تشدد کا نشانہ بنیں۔۶۰۸ اغوا جب کہ ۴۰۶ کی جبری شادیاں کی گئیں جن میں ۱۷۶ وہ بچیاں بھی شامل ہیں جو ونی کی گئیں' ۲۱۷ عورتیں زیادتی کے بعد قتل ہوئیں ۲۲۰ عورتوں کو کاروکاری کے الزام میں قتل کیا گیا' ۱۱۶۴ عورتیں مختلف وجوہات کے سبب قتل کی گئیں' ۴۵۲ خواتین نے خودکشی کی جب کہ ۱۹۳ عورتیں زندہ جلا دی گئیں ۲۰ عورتیں اسمگل ہوئیں ۲۲۰ خواتین مختلف مسائل اور وجوہات کی بنا پر گھر سے بھاگ گئیں۔

مددگار نیشنل ہیلپ لائن کی خصوصی رپوٹ کے مطابق ۲۰۱۳ء میں ملک بھر میں خواتین کے خلاف ہونے والے ان واقعات کی کل تعداد ۶۵۱۲ ہے جن میں سب سے زیادہ ۲۶۰۲ واقعات پنجاب، ۱۸۸۳ سندھ میں، ۱۱۸۱ خیبر پختونخواہ اور ۸۴۶ واقعات بلوچستان میں ریکارڈ کے گئے ۔ پاکستان میں ۹۵ فیصد خواتین گھریلو تشدد کا شکار ہیں' ملک میں ۱۵ سے ۴۹ سال تک کی خواتین بیماریوں اور حادثات کے باعث موت اور معذوری کا اتنا شکار نہیں ہوتیں جتنا جسمانی تشدد کی وجہ سے ہوتی ہیں پوری دنیا میں ۱۰۳ بلین آبادی غربت کا شکار ہے اس میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہے اور غربت کی بنا پر لاکھوں کی تعداد میں کام کاج کر کے اپنا پیٹ پالنے والی خواتین کو کوئی قانونی تحفّظ بھی نہیں ،صرف دو ماہ کے اندر پانچ سے زائد گھریلو ملازمہ خواتین تشدد کے باعث موت کے منہ میں چلی گئیں' اگرچہ ان کی موت کا مداوا کسی صورت ممکن نہیں تاہم

حکومتی سطح پر بھی عملی ٹھوس اقدام کی بجائے ہمیشہ زبانی کلامی بیانات ہی سامنے آتے رہے۔

پاکستان جیسے غریب ملک میں بھی خواتین ماؤں میں غربت اور ڈپریشن کی شرح دونوں ہی زیادہ ہیں ایک ادارے کے مطابق ری پروڈکٹو ایج کی ۴۰ فیصد خواتین ڈپریشن اور دیگر ذہنی ونفسیاتی مسائل کا شکار ہیں۔ جناح ہسپتال کے شعبہ نفسیات کی ایک رپوٹ کے مطابق نفسیاتی مریضوں میں مردوں کے مقابلے میں خواتین کی تعداد دگنی تھی اور وہ عمر میں ۲۰ سے ۴۰ سال کے درمیان تھیں کراچی یونیورسٹی کے شعبہ نفسیات کی ایک رپوٹ کے مطابق ۲۱۲ مریضوں میں سے ۶۵ فیصد خواتین تھیں جن میں سے ۲۷ فیصد شادی شدہ تھیں۔

ان خواتین کے ذہنی امراض' نفسیاتی مسائل اور ڈپریشن، اداسی وذہنی تناؤ کی زیادہ تر وجہ شریک حیات کا رویہ اور سسرالیوں کے ساتھ جھگڑا تھا متاثرہ خواتین کی اکثریت گریجویٹ تھی اکثر کی شادیاں گھر والوں کی مرضی سے ہوئیں اور وہ دو چار بچوں کی مائیں بھی تھیں۔

بہرحال یہ ایک مسلمہ حقیقت اور تسلیم شدہ عالمگیر صداقت ہے کہ دنیا میں صرف وہی معاشرے ترقی کرتے ہیں جن میں خواتین کی اہمیت تسلیم کرتے ہوئے انھیں مساویانہ بنیادوں پر تمام حقوق حاصل ہوں دنیا میں جہاں بھی صنعتی برابری ہے وہاں معاشی ترقی، غربت میں خاطر خواہ کمی اور معاشرتی وخاندانی اور انسانی حالات میں بہتری رونما ہوئی ہے باشعور، تعلیم یافتہ اور خود مختار عورت ہی مثبت ارتقاء اور اعلیٰ ترقی کی علامت اور عالمگیر صداقت ہے۔ پاکستان میں خواتین آبادی کا ۵۲ فیصد ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ اس ۵۲ فیصد آبادی کو تمام مسائل ذہنی وجسمانی تشدد، ظالمانہ رسم ورواج، غربت، تعلیم سے محرومی، دوہری ذمہ داریوں اور ملکی ناموافق ونامساعد حالات میں مذہبی ومعاشرتی انتہا پسندی سے خاطر خواہ بنیادوں پر جلد از جلد ٹھوس اور مثبت اقدامات کرکے نجات دلائی جائے اور ان کے حقوق' خود اعتمادی اور عزت نفس کو حقیقی معنوں میں بحال کیا جائے۔

ہمارا دین اسلام درحقیقت دین فطرت ہے۔ اسلام ہی وہ واحد دین ہے جس نے عورتوں کو دنیا میں سب سے پہلے اور وسیع ترین حقوق دیے اس سے قبل عورت کو انسانی معاشرے میں وہ اہمیت وحیثیت اور

وقعت حاصل نہ تھی جو بعد از اسلام خواتین کو حاصل ہوئی۔ خالق کائنات نے عورت کو صنف نازک بنایا، وہ جتنی نازک ہے اتنی ہی قیمتی بھی ہے ایک مرتبہ رحمۃ اللعالمینؐ نے دیکھا کہ ساربان (اونٹ چلانے والا) اونٹوں کو تیز دوڑا رہا تھا جبکہ اونٹوں پر خواتین سوار تھیں تو آپ فکرمند ہوئے اور اسے اونٹ تیز دوڑانے سے منع کیا فرمایا ”یہ قواریر ہیں“ (یعنی خواتین کو آبگینے crystals یعنی موتی قرار دیا کہ یہ موتی کہیں ٹوٹ نہ جائیں) اس خوبصورت مثال سے نبی رحمتؐ نے خواتین کی حفاظت، اہمیت وحیثیت اور قدرومنزلت کو بخوبی واضح فرمایا ہے اور ماں کے قدموں تلے جنت کی بشارت دی اور دنیا میں سب سے زیادہ حسین سلوک کا حقدار و مستحق ماں کو قرار دیا اور دنیا کی نعمتوں میں سے بہترین نعمت نیک بیوی کو قرار دیا اور نکاح کے پاک رشتے کے بعد مہر کی ادائیگی بیوی کا اولین حق قرار دیا اور جو جان بوجھ کر مہر نہ ادا کرے اسے ”زناکار“ قرار دیا۔

اور جو شخص اپنے گھر والوں کے ساتھ خوش اخلاق اور بہترین سلوک کرنے والا ہو اسے بہترین انسان قرار دیا یہ بھی فرمایا کہ بیوی بچوں پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے، بیٹی کو زندہ درگور کرنے سے روکا، تعلیم کا حق دیا، دو یا ایک بیٹی کی اچھی پرورش کرنے والے کو جنت کی بشارت دی، وراثت میں حصہ اور اپنی جائداد کو اپنی ملکیت میں رکھنے کا حق دیا، مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی نیک اعمال کا پورا پورا اجر ملنے اور حق تلفی نہ ہونے کی بشارت سنائی، حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول کریمؐ نے عورت کو مکمل تحفظ دیتے ہوئے فرمایا کہ ”عورتوں کے بارے میں (اللہ سے) ڈرو حقوق نسواں کا دراصل محافظ اسلام ہی ہے یہ اور بات ہے کہ آج کا مسلمان خود ان روشن احکام سے دور ہے اتنی پُر اثر ہدایت اور واضح تعلیمات کے بعد بھی یہ کہنا عجیب المیہ ہے کہ ہمارے ہی معاشرے میں عورت کی قدر مسلسل روبہ زوال اور عبرت کدہ ہے ہمارے دیگر معاشرتی مسائل کی طرح اس معاملے میں بھی چراغ تلے اندھیرے والی بات ہے۔ پر یہ بھی ایک غور طلب اور سبق آموز و عبرت انگیز مثال ہے جس کی وجہ سے ہمارا سر دنیا کی دیگر نام نہاد مہذب اقوام کے سامنے شرم سے جھک جاتا ہے جن کے پاس اسلام جیسا مکمل کوئی ضابطہ حیات نہیں لیکن پھر بھی وہ تہذیب و شائستگی،

اخلاقیات اور انسانیت میں ہم سے بہت آگے ہیں اور قابل تعریف بھی۔''

نذیر ناجی اور ان کے ہمنوا:۔

ا۔اتباع صلیب وقادیانی میں دین وشریعت اسلام میں مداخلت بد نیتی خیانت کاری، زورزبردستی کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے اگر کسی کو دین وشریعت اسلام کی سرسری معلومات کا علم ہوتو وہ یہ نہیں کہتا جس نبی نے کوہ ابوقبیس پر چڑھ کر اعلان کیا''**جئتکم خیر الدنیا و الآخرة** '' کی عملی زندگی دیکھیں جس وقت ام المومنین حضرت عائشہ نبی کریمؐ کی عقد میں آئی تھی ان کی عمر کیا تھی۔

۲۔جس وقت نبی کریمؐ نے فاطمہ زہراء اپنے لخت جگر کو حضرت علی کے عقد میں دیا تھا اس وقت حضرت زہراء کی عمر کیا تھی؟ جس وقت حضرت علی نے ام کلثوم کو حضرت عمر کے عقد میں دیا تھا ان کی عمر کیا تھی؟ جس وقت خدیجہ کو اپنے عقد میں لائے تھے اس وقت دونوں کی عمریں کیا تھی؟ جس وقت سودہ بنت زمعة نبی کریمؐ کے عقد میں آئی تھیں ان کی عمر کیا تھی؟

۳۔روزنامہ دنیا بروز جمعرات ۱۸ جمادی الاوّل ۱۴۳۵ھ بمطابق ۲۰ مارچ ارشاد محمود نے لکھا ہے سینٹ کی قائمہ کمیٹی میں سرتاج عزیز سے نقل پرویز مشرف نے امریکا سے بیس ارب لیا اس کے بدلے میں پاکستان کو اسی ارب روپے خرچ کرنا پڑے۔

۴۔جمادی الاوّل ۱۴۳۵ھ بمطابق ۲۰۱۴ء میں اخبارات و جرائد و ذرائع ابلاغ کی مجالس شیطانین میں تین چار موضوعات کے بارے میں مکالمہ وواویلا رہا ہے کہ اس ملک عزیز سے دہشت گردی کا خاتمہ کیسے کریں، مذاکرات یا جنگ سے؟ تضاد واضطراب بیانی بذات خود اپنی جگہ دلیل بنتی ہے کہ قوم قوت فیصلہ کھو چکی ہے کہ کیا کرنا ہے۔ایسا اضطراب وحالات جنگوں میں بھی نہیں آتا ۱۹۶۵ء کی جنگ یا ۱۹۷۱ء کی جنگ میں اتنی پریشانی نہیں ہوگی بلکہ جو کچھ ہوا چاہے پاکستان کی مفاد میں ہوا یا ضرر میں، جلدی ہوگیا تھا وہاں آج کے اضطراب جیسی صورت حال نہیں تھی نہیں ہوا تھا یہ خود المیہ فکر ہے۔دوسرا موضوع پاکستان کے خزانے میں اچانک ڈیڑھ ارب ڈالر کہاں سے آگئے معلوم نہیں ہوا بقول یہاں کے تجزیہ نگار ملائکہ نے دیئے

تھے۔بعض مخالفین کے شور وشرابہ کے بعد وزیرخزانہ اور وزیرامور خارجہ سرتاج عزیز نے کہا یہ دولت ملک سعودی عرب نے دی ہے اور مزید ڈیڑھ ارب آنے والی ہے لیکن تشویش اپنی جگہ رہی، اطمینان نہیں ہوا کیونکہ ڈیڑھ ارب ڈالر صدر مملکت کو ملنے والا اونٹ یا وزیراعظم کو ملنے والی ۴۶ لاکھ کی گھڑی جیسا نہیں ہے رقم خطیر ہے کیوں دی اور کس لئے دی ہے؟ اس وقت یا ایک عرصے سے ملک میں رشوت ستائی یا کرپشن کی لعنت کی بات سرعام چل رہی ہے یہ بھی ایک بین الاقوامی رشوت ہوسکتی ہے لیکن کس مد میں ملی ہے جو بہت خطرناک پیش خیمہ ہوسکتا ہے یہ اس ملک کی ترقی میں نہیں زوال یا صفحۂ ہستی سے مٹنے کا ذریعہ بھی ہوسکتا ہے۔

۵۔ایک عرصے سے این جی اوز کے کارندے ہماری حکومت کی سرپرستی میں سیاست دانوں کی معاونت سے قرآن وسنت وتاریخ اسلام کے نصاب سے عاری مدارس دینی سے فارغ علماء کے متذبذب فتاویٰ کو استعمال کررہے ہیں ان کا مقصد بنات الاسلام کو اپنے والدین اور عزیز واقرباء کی سرپرستی سے آزاد وخودمختار کرانا ہے یہ مہم جاری ہے، وہ جس کسی سے معاشقہ کریں جس کی مرضی زوجیت میں جائیں، اگر دل نہ لگے تو کوٹ سے اپنی طلاق خود لے لیں کیونکہ انہیں اپنے تمام جرم وجرائم کا ملبہ اسلام پر لگانا ہے۔اسلام کا نام لینے سے گریز کرتے ہوئے ملاازم اور غلط رسومات سے لجام کا نعرہ لگا کر مردان غیرت وصحت اسلام رکھنے والوں کی غیرت کو للکارنا شروع کیا تھا یہاں کے لوگ گرچہ اسلام کے اصول وفروع کے پابند نہ ہوں حتیٰ صوم وصلاۃ کے نام سے ناواقف ہی کیوں نہ ہوں لیکن غیرت وناموس رکھتے ہیں اس کو وہ کسی بھی حوالے سے رخصت نہیں کرسکتے۔لہٰذا اس وقت این جی اوز کے کارندوں سیاست دانوں، کالم نگاروں اور یہاں کے اسلامی غیرت وناموس رکھنے والوں میں جنگ جاری ہے۔جہاں این جی اوز نے بہت سی بنات اسلام کو اغواء کیا اور بہت سوں کو مغرب روانہ کیا، انہیں وہاں جائزہ اور ایوارڈ ملے اور بعض کو دارالامان پہنچایا ہے یا بعض قلیل کو غیرت مندوں نے گمنام قبرستانوں میں پہنچایا ہے۔

بعض کو ان کے عاشقوں نے اور بعض از خود اسرار فاش ہونے پر خودسوزی کرکے نعمت حیات سے محروم ہوئیں۔اس مہینے ایک حادثہ سندھ خیر پور کے علاقہ میں اور ایک حادثہ مظفر گڑھ میں رونما ہوا تھا۔جو

سب سے زیادہ ان کالم نگاروں پر مثل بم گر رہا تھا وہ نظریاتی کونسل کے چیرمین کا فتویٰ تھا کہ لڑکی کا کم عمری میں از دواج اور سابقہ بیوی کی اجازت کے بغیر بھی دوسرا عقد کر سکتے ہیں۔ یہ بیان ان پر گراں گزرنے کی وجہ سورہ منافقین کی آیت ہوسکتی ہے ورنہ ان کے فتویٰ کو اسمبلی والوں پر اثر انداز ہونا نہیں تھا۔ یہ لوگ خود کو پاکستان کی خواتین کے اصلی باپ، بھائی، چچایا ماموں کے ہونے کے تصور پیش کر رہے ہیں اور انکے اصل باپ چچا بھائی ماموزادوں کو سوتیلے تصور کر رہے ہیں۔

حقوق خواتین کے بارے میں خورشید ندیم کا اظہار خیال:۔

روزنامہ دنیا بروز پیر ۲۷ جمادی الاول ۱۴۳۷ء میں کالم کے پہلے صفحہ میں ڈاکٹر حسن ترابی کی شخصیت کا تعارف کرتے ہوئے انہوں نے ان کے نظریات کو پیش کرنے سے پہلے اسلام کو عصری تقاضے کے تحت پیش کرنے والے علماء کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے بعض علماء ایسے پیدا ہوئے ہیں جو تجدید دین اور احیاء دین کے علمبر دار تھے ان میں علامہ مودودی، سید قطب اور حال ہی میں وفات پانے والے ڈاکٹر حسن ترابی کا ذکر نے کے بعد لکھتے ہیں:

۱۔خواتین کو سیاسی وسماجی میدان میں متحرک کرنا چاہیے۔

۲۔حجاب کی جگہ خمار درست ہے۔

۳۔غیر مسلمین کے ساتھ از دواج کو جائز سمجھتے تھے۔

۴۔خواتین کی گواہی کے بارے میں اسلامی تصور کو درست نہیں سمجھتے تھے کہ یہ صرف قرض کے حوالے سے ہے اسے عمومیت نہیں سمجھتے ہیں عام کے بارے میں نہیں آئے ہیں۔

کالم نگار خورشید ندیم صاحب کے بارے میں سنا ہے پہلے مولوی تھے درس نظامی پڑھا ہے بعد میں سیکولر جدت پسند ہوگئے روزنامہ دنیا ۳ ربیع الاوّل ۱۴۳۷ھ کے شمارے میں خورشید ندیم صاحب لکھتے ہیں اسلام فرد کو اجازت دیتا ہے وہ جس مذہب کو چاہے آزادی سے اختیار کرے۔ دین چھوڑ کر سیکولر ہونے والے سے زیادہ دین سے الرجک شقاوت قساوت دیکھاتے ہیں وہ اصل میں یہ کہنا چاہتے ہیں اسلام کفر والحاد کی

اجازت دیتا ہے۔ جناب خورشید ندیم کی اس تفسیر نے چند تاریخی اوراق کی طرف متوجہ کیا کہ بنی امیہ کے عمرو بن عبدالعزیز کی حکومت کے بعد خلیفہ کچھ حد تک نیک انسان تھے شاید عمر بن عبدالعزیز سے متاثر ہو کے اسراف وتبذیر کو کچھ حد تک محدود کیا ہے۔

فضل الرحمٰن کی لبرل ازم اور نسواں بل کے خلاف اتحاد کی دعوت:۔

جہان پاکستان ۲۷ جمادی الاول ۱۴۳۷ھ اول پر آیا ہے۔ متحدہ مجلس عمل کے ارکان فضل الرحمٰن کی رہائش گاہ پر جمع ہوئے اور متحدہ مجلس عمل کے دائرے کو توسیع دینے کی دعوت دی۔ مجلس عمل اور اس کے قائدین کی سرگرمیاں حکمرانوں کیلئے اطمینان بخش، تسکین آور، اور امت مسلمہ کیلئے، سکر ونشہ آور بنی ہوئی ہیں۔ متحدہ مجلس عمل نے ہی پرویز مشرف جیسے ظالم وفاسق اتاترک پاکستان کو اپنے کاندھوں سے سہارا دے کر آٹھ سال حکمرانی دی ہے۔ فضل الرحمان اپنے مرحوم ومغفور والد کے بعد ہمیشہ مسلمانوں کے ووٹ سیکولرازم، لبرل ازم کو ملک پر سوار کرنے کیلئے دیتے آئے ہیں۔ یہ ایک بڑی خیانت ہے جن مسلمانوں نے انکو ووٹ دیا تھا وہ اسلام کی خاطر دیا تھا، آج اگر قادری کی پھانسی اور نسواں بل کو احیاء کرنے کی جرأت حکومت میں آئی ہے تو وہ صرف فضل الرحمان کی تسلی وتشفی اور مسلمانوں کو دیے گئے سکر کی وجہ سے آئی ہے۔ تاہم مسلمان، مسرت شاھین، شازیہ مری، شیری رحمٰن، شہلا فاروقی، نذیر ناجی اور خورشید ندیم کے جسارت آمیز جملات کو اپنے لئے تیر خیال کرتے ہیں۔

نہی از منکرات سے تکلیف پانے والے:۔

بعض کالم نگاروں اور تجزیہ پردازوں کو نہی از منکرات سے بہت صدمہ پہنچتا ہے ان کا فشار خون بڑھ جاتا ہے۔ حالیہ پنجاب اسمبلی کے بل پر تنقید کرنے والے علماء خاص کر مولانا فضل الرحمٰن کے بیان سے انہیں بہت دکھ ہوا ہے، ان میں سب سے زیادہ متاثر ہونے والے خورشید ندیم ہیں۔ ان کا کہنا ہے اسلام کو پڑھے بغیر کیوں نہی از منکر کرتے ہیں۔ ان کے بقول جب شریعت میں صریح منع نہ آئے تو حکومت کے تمام اقدامات اسلامی ہوتے ہیں۔ انہوں نے اس کیلئے چوراہوں پر سرخ بتی کے دوران نہ گذرنے کی مثال

دی۔اس بارے میں شریعت میں کچھ نہیں آیا ہے لہٰذا حکومت کا قانون اسلامی ہے اس کو آپ غیر شرعی نہیں دکھا سکتے ہیں وہ پر امید ہیں کہ علماء حضرات منع ثابت نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ فتاویٰ عین شریعت ہے لیکن وہ کہیں گے فلاں نے منع نہیں کیا، حدیث لائیں گے تو کہیں گے اس حدیث کو فلاں نے ضعیف قرار دیا ہے۔آیت لائیں گے تو کہیں گے تفسیر میں دکھائیں۔کیا حکومت ان سب کی تنخواہیں مقرر کرے بلکہ ان کے گھر کے ملازمین کی بھی تنخواہ واخراجات علیحدہ دے، اس کے علاوہ سفر کا خرچ بھی دے، کیا سب اسلامی وشرعی ہے؟ کثیر درآمدت والے تجارتی کاروباری اداروں جہاز رانی، ریل کے محکمے میں حد سے زیادہ ملازم رکھے ہوئے ہیں ہر سال دگنا تگنا ناقابل برداشت اضافہ کرتے ہیں وہ سب شریعت کے مطابق ہے؟ ان کو یہ سمجھ میں آنا چاہیئے کسی بھی مجتہد کے فتویٰ شرعی نہیں ہے جب تک آیات قرآن اور سنت معتبرہ سے استناد نہیں۔اسمبلیوں سے منتخب ہونے والا اور جسے عوام نے منتخب کیا ہے برابر ہیں؟۔خواتین اور مرد دونوں انتخابات میں برابر شریک ہوئے اس کے باوجود پھر چندین خواتین کو بغیر انتخابات خصوصی نشستوں پر لانا اور ٹیکنو کریٹ کو بھی شامل کرنا اور ان سب کو خزانے سے لاکھوں روپے تنخواہ دینا، کیا یہ بھی اسلامی ہے؟۔جب حکومت عوام کو منوانے میں ناکام ہو جاتی ہے تو پھر پولیو کے قطرے پلانے کی ہدایت علماء کی ذمہ داری ہے۔انتخابات میں بے دین خیانت کاروں کی انتخابی مہم چلانا علماء کی ذمے داری ہے کیا یہ سب بھی اسلامی ہے۔

شریعت بمقابل قانون:۔

شریعت اسلام کا انتساب اللہ سے ہے جبکہ قانون کا انتساب بشر سے ہے۔اس وقت شریعت اسلام کو دو گروہوں، مستشرق ومستغرب سے مقابلہ ہے۔مستشرقین کہتے ہیں شریعت اسلام شریعت رومانی سے ماخوذ ہے جو قسطنطینیہ میں نافذ تھی اس کی اصل رومان کو جاتی ہے جبکہ مغربین کا کہنا ہے شریعت اسلام قرون وسطیٰ کے انسانوں کے مسائل کا حل تھا۔تو علماء اسلام جس طرح خاندانوں سے آنکھ بند کر کے دفاع کرتے وقت کہتے ہیں تمہاری ایسی کی تیسی ہماری شریعت خاص وحی سے منسوب ہے لیکن اس دعویٰ سے

دروغ گوئیوں کی حفاظت نہیں ہوتی ہے۔ علماء خود فرماتے ہیں قرآن ہمیں تواتر سے ملا ہے لیکن احادیث مخلوط ملی ہیں، صحیح، ضعیف، موضوع جب یہ تین ثالوث بھی ضرورت کو پورا نہ کرسکے تو اجتہاد، اجماع، قیاس، ذرائع، مصالح مرسلہ، کو بھی شامل کیا یہ انہیں بالکل یاد نہیں آتا ہے کہ قرآن کو مہجور کرنے کے بعد اب ان کے پاس صرف لاٹھی اور گالی ہے۔

نظریہ اجتماعی:۔

حیات انسانی فرد سے شروع ہوتی ہے ہر فرد اپنے ارادے سے اپنی ضرریات حاصل کرتا ہے اس میں وہ خودمختار و آزاد ہے جب اجتماع وجود میں آیا تو آپس میں تصادم وتعارض ہونا شروع ہوا، یہاں سے آپس میں اتفاق کیا کہ ہر فرد اپنی آزادی کے کچھ حصہ سے دست بردار ہوجائے۔ اس معاہدے کو قانون وضعی کہتے ہیں اس فلسفہ کا مبتکر جان جاک روسو ۱۷۱۲ء تا ۱۷۷۸ء ہے۔ اس نظریہ کی اصل یہ ہے کہ فرد آزادیٔ مطلق رکھتا ہے لیکن اس کی بندش قانونی حیثیت رکھتی ہے جب تک ضرورت پیش نہ آجائے، یہ نظریہ سرمایہ دارانہ نظام کی اساس وبنیاد ہے۔

قوانین وضعی:۔

۱۔ وہ قانون جسے بشر نے ازخود وضع کیا ہے چاہے وہ منسوب باللہ ہی کیوں نہ ہو لیکن وہ عندالتحقیق بشر نے وضع کیا ہے، جیسے متون تورات وانجیل یا فتاویٰ فقہاء مسلمین دونوں قوانین وضعی ہیں لیکن منسوب باللہ ہیں۔

۲۔ قانون وضعی ازخود بشر کا ہے لیکن ان کا کہنا ہے کہ یہ قانون جو انہوں نے وضع کیا ہے وہ ارادہ ومشیت الٰہی سے ہی صادر ہوا ہے چنانچہ ادوار قدیم میں، یونان وروم، ہندوستان، عراق، مصر، حتیٰ کلیساء کے قوانین کو وہ اللہ سے ہی نسبت دیتے تھے۔

۳۔ قانون وضعی وہ قانون ہے جسے بشر نے ازخود وضع کیا ہے وہ اللہ سے نسبت نہیں دیتے ہیں بلکہ وہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ قانون کو رد کرتے ہیں یہ قوانین اپنی جگہ مختلف اور متعدد فلسفی افکار پر قائم ہیں۔

جمہوریت:۔

الجمہوریۃ کتاب موسوعہ کشاف اصطلاحات فنون وعلوم ج اص ۵۸۲ میں آیا ہے ھو نبیذ العنب: وقیل الشراب المتخذ من المثلث یجعل علیه الماء الذهب ثم یطبخ عض الطبخ و یودع فی الاوعیة و یخمر و قیل ما بقی نصفه عصیر العنب بعد الطبخه عصیر کو کہتے ہیں عصیر مطبوخ کو جمہور کہتے ہیں اس کو جمہور اس لئے کہتے ہیں کہ اکثر اس سے لیتے ہیں۔

جمہوریت کا لفظ ''Democracy'' کا ترجمہ کیا گیا ہے، ڈیموکریسی یونانی زبان کے دوکلمہ ڈیموکرس وکراتوس سے مرکب ہے۔ ڈیموس یونانی زبان میں شعب اور کراتوس سلطنت حکومت کو کہتے ہیں۔ عربی، فارسی، اردو، لغات میں اس کا ترجمہ عوام کی حکومت کیا ہے۔ عوامی حکومت، عوام کی طرف سے منتخب حکومت یا عوام کی حکومت کو جس شکل وصورت میں ہو اسے ڈیموکریسی یا جمہوریت کہتے ہیں یعنی عوام کی اکثریت کی حکومت کو جمہوریت کہتے ہیں ''جمہوریت عوام کی حکومت، عوام کے ذریعے عوام پر'' جمہوریت یعنی ضد استبداد، ضد آمریت ہے اور مقبول عام نظام ہے۔ جمہوریت کی عمارت رائے دہندگان کی رائے پر استوار ہوتی ہے اور رائے دہندگان کی رائے کس پر استوار ہوتی ہے یہ دیکھنا ہے، رائے دہندگان کے رجحانات ومیلانات متنوع الانواع ہوتے ہیں۔

جمہوریت یعنی زیادہ ووٹ سے اقتدار پر آنے والی حکومت کو کہتے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ووٹ دینے میں عوام آزاد ہیں یا ان پر مختلف اور متعدد اقسام وانواع کی استبدادیت، ڈرو دھمکی، رشوت ستانی، جھوٹ، وعدہ بے وفائی اور مخالفین پر مقدمہ کی دھمکی وغیرہ کے اثرات بھی ہوتے ہیں کیا یہ جمہوریت ہوگی یا بدترین آمریت ہوگی۔ انتخابات کی تاریخ سیاہ ہے جمہوریت کے نام سے سرمایہ داروں نے غریب مزدور عوام کی بچی کھچی دولت اور حق خودارادیت کو بھی لوٹ لیا ہے، دنیا میں غریب ونادار عوام تو چھوڑیں کوئی متوسط طبقہ سے بھی انتخابات نھیں لڑ سکتا ہے، تیسری دنیا تو چھوڑو ذرا یہ بھی تو دیکھو کہ جمہوریت کے دار السلطنت امریکہ وبرطانیہ میں انتخابات میں کون آتا ہے۔

جمہوریت کا معنی اکثریت نہیں ہے، نہ دنیا میں اکثریت کی حکومت قائم ہوسکتی ہے اور نہ ایسا کبھی ہوا ہے نہ جمہوریت کی کوئی عقلی، قانونی اور شرعی حیثیت ہے، مدلل اور وسیع تجزیہ نے ثابت کیا ہے کہ یہ ایک نا ممکن فارمولا ہے، جو سرمایہ داروں نے ٹھونسا ہے، اور ذرائع ابلاغ نے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو چھینا ہے۔

جمہوری نظام کو اکثریت کی حکومت کہنا ایک ڈھونگ اور دھوکہ وفریب ہے۔ یہ دراصل آمریت واستبدادیت کے ظالمانہ نظام کا ایک حصہ ہے۔ جمہوریت میں سیاسی احزاب بنا کر انتخابات میں ملت کی اکثریت کی حکومت لانا ایک ناممکن تصور ہے اس سلسلے میں ہم تمام ریاضی دانوں کو تحدی اور دعوت مبارزہ دیتے ہیں۔

مغرب نے اپنی استبدائی، اجباری، استعماری اور استحصالی حکمرانی کو جائز قرار دینے کے لئے قدیم یونانی طرز حکومت ''دیمقراطی'' کا کلمہ استعمال کیا ہے، دیمقراطی کی جو تعریف ماہرین لسانیات نے کی ہے وہ یہ ہے کہ قوم کے تمام افراد بطور مشاور یا غیر مشاور اس نظام حکومت میں شرکت کریں لیکن یہ شرکت عملی صورت میں حقیقت و واقعیت میں کہاں وقوع پذیر ہے؟ اور آئندہ کہاں ہوگی؟ ایسے سوالات ہیں جن کا جواب ممکن نہیں۔ سابق زمانے میں یونان میں دو شہر تھے یہ دونوں مل کر ایک حکومت کرتے تھے وہاں اشراف کی حکومت ہوتی تھی اب دیکھتے ہیں یہ عوامی شرکت کیسے ممکن ہے۔

۱۔ بہت سے ایسے افراد ہیں جو حکومتوں سے نالاں ہیں اور اصلاً اس میں شرکت ہی نہیں کرتے۔

۲۔ عوامی شرکت میں آیا ایسی کوئی شرکت ہے جس میں آپس میں نزاع وجدائی وجنگ اور توڑ پھوڑ نامی کوئی چیز سرزد نہیں ہوتی جبکہ دنیا بھر کے انتخابات میں ضرب وشتم، توڑ پھوڑ، گرفتاریاں اور احتجاج کی ایک لمبی فہرست ملتی ہے۔

۳۔ جدید ووٹ گیری میں بہت سے ووٹ ضائع ہو جاتے ہیں ان ضائع ووٹوں کو کہاں حساب کریں گے اس کا کوئی حل نہیں سوائے اس کے کہ اس نظام سے لاتعلقی کا مظاہرہ ہو جائے۔

۴۔ اس وقت انتخابات میں جو رشوت ستانی ہے جو پیسے بلاد مسلمین میں مغرب والے اپنے حامی

منتخب کرنے کیلئے خرچ کرتے ہیں اسکے اعداد وشمار حد سے زیادہ ہو گئے ہیں کیا اس کو بھی دیمقراطی میں شمار کریں گے؟

۵۔جمہوریت کا معنیٰ اکثریت کرتے ہیں یہ بات کہاں سے ثابت ہے،جمہوریت کا معنیٰ کثیر ہے اکثر نہیں ہے۔کثیر ممکن ہے باقیوں کے مقابلے میں قلیل ہو۔

۵۔کہاں سے کہتے ہیں انتخابات میں اکثریت کی حکومت ہوتی ہے بلکہ ہمیشہ سے اقلیت کی حکومت ہوتی ہے کیونکہ انتخابات کی جوصورت حال بتائی جاتی ہے وہ دعویٰ سے مختلف نظر آتی ہے آیئے دیکھتے ہیں پاکستان میں اکثریت کی حکومت ہوئی ہے یا اقلیت کی،ملاحظہ کریں۔

پاکستان کی کل آبادی ۲۰ کروڑ کے قریب ہے،اور ووٹر کی تعداد ۵۲ فیصد ہے،ایک حساب سے کم از کم ۴ کروڑ ووٹوں کا اندراج ہی نہیں۔اور باقی ساڑھے آٹھ کروڑ کا حشر کچھ اس طرح ہے۔

۱۔ووٹ دہندگان کے کتنے فیصد نے ووٹ دیا ہے،فرض کریں ۴۸ فیصد نے ووٹ دیا تو ۵۲ فیصد نے ووٹ نہیں دیا۔

۲۔ووٹ جو ڈالا گیا ہے اس کی ایک خطیر تعداد غلط نکلتی ہے۔اگر اسے ۵ فیصد قرار دیں تو ۵۲+۵=۵۷ فیصد ہوئے کہ جنہوں نے ووٹ نہیں ڈالا۔اور باقی رہ گئے ۴۳ فیصد تو اس میں سے ایک پارٹی کے اگر ۲۵ فیصد ووٹ ہوئے اور اس کی مخالف پارٹی والوں نے ۲۸ فیصد ووٹ لئے تو ۲۵ فیصد والے حکومت بناتے ہیں،اس کو کیسے اکثریت کہتے ہیں ۵۷ فیصد نے تو اس کے خلاف فیصلہ دیا ہے۔

۳۔پاکستان میں عورتوں کی آبادی کل آبادی کا ۵۲ فیصد ہے،جبکہ ووٹر فہرست میں مردوں کی تعداد ۴ کروڑ ۷۷ لاکھ ۳۷ ہزار ۶۹۲ ہے خواتین کی تعداد ۳ کروڑ ۶۵ لاکھ ۹۱ ہزار ۳۵۹ ہے،اس طرح ان کے حق اندارج میں بھی حق تلفی ہوئی ہے۔کہتے ہیں کہ عورتیں ووٹ دینے میں یا انتخاب لڑنے میں مردوں کے برابر دوش بدوش ہیں اس کے باوجود انہیں دوبارہ بغیر ووٹ ڈالے اسمبلیوں میں پہنچانے کا بندوبست کیا گیا ہے۔

۴۔بیرون ملک میں رہنے والوں کو حق رائے دینے کی مہم جاری ہے۔اس میں ایک طرف اس

ملک میں دوہری شہریت کی مذمت ہورہی ہے تو دوسری طرف سے دوہری شہریت والوں کو حق رائے دہی دینے پر تلے ہوئے ہیں کیونکہ زیادہ تعداد مغرب میں دوہری شہریت ہونے کے علاوہ وہ اپنے ملک کو مغرب کے حوالے کرنے پر تلے ہوئی ہے چنانچہ وقتاً فوقتاً ان کے بیانات واضح ہیں۔

اگر ہم اس پر اپنا ایک تجزیہ یا حاشیہ لگائیں تو یہ بھی لکھ سکتے ہیں کہ یہ از روئے عقل وشرع جائز حکومت ہوگی یا نہیں۔

۱۔ پوری قوم کہیں کبھی بھی انتخابات میں شرکت کرتے ہیں نہ آئندہ کر سکتے ہیں۔

۲۔ عوام جاہل ہے جو اپنی مصلحت از خود تشخیص نہیں کر سکتی ہے' گویا ۶۰۔۷۰ فیصد ووٹ خوف و ہراس طمع ولالچ اور دباؤ کے تحت دیئے جاتے ہیں۔

۳۔ ترقی یافتہ جمہوریت میں بھی ساٹھ ستر فی صد سے زیادہ لوگ شرکت نہیں کرتے ہیں۔

۴۔ مخالفت اکثر وبیشتر برابری یا تھوڑے سے فرق کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔

۵۔ دھاندلی ایک مسلم اور نا قابل انکار حقیقت بن گئی ہے۔

۶۔ جمہوریت کے معنی اکثریت ایک دھوکہ ہے، جمہوریت کا معنیٰ کثیر ہے اکثر نہیں ہے کیونکہ اکثر کسی جگہ قلیل بھی ہوسکتا ہے۔

۷۔ میدان سیاست میں اکثر جاہل ونادان ہوتے ہیں۔

۸۔ جماعتی بنیادوں پر انتخابات اپنی جگہ مانع شرکت اکثریت ہیں۔

''جمہوریت'' عوام پر عوام کی حکومت عوام کے ذریعے:۔

''عوام پر عوام کی حکومت عوام کے ذریعے'' کا تحلیل وتجزیہ کریں اس کا طریقہ کار کیا ہے؟ یہ کیسے ممکن ہے؟ اس میں کیا خوبی ہے؟ یہ فارمولا کس نے دیا ہے؟ کس کا حکم ہے؟ جس نے یہ حکم دیا ہے وہ کس حد تک واجب الاطاعت ہے کہ اس کا حکم ماننا پڑے گا بصورت دیگر انکار کرنے والا مذموم قرار پائے گا مستحق عقاب وسزا قرار پائے گا اس کا طریقہ کار کیا ہے؟ ان سوالات کے جواب میں ہونے والی گفتگو مبہم ومجمل و

گنگ اقنوم نما ہے، کوئی واضح وروشن منطق کسی نے پیش نہیں کی ہے سوائے مغرب اور مغرب پرستوں کے شور وشرابہ، غوغا، چیخ و پکار اور گھیراؤ جلاؤ کے۔ آپ نے لغوی معنی کے تناسب کو دیکھے بغیر جمہوریت کو ''عوام پر عوام کی حکومت عوام کے ذریعے'' کے معنی میں استعمال کیا ہے یہاں لغت اور اصطلاح میں ربطہ نظر نہیں ہے۔

ایک اصطلاح شرعی، حج، سے مثال پیش کرتے ہیں۔ اس وقت تمام اطراف واکناف عالم میں رہنے والے مسلمان ماہ ذی الحجہ کی نویں دسویں تاریخ سے پہلے خود کو مکہ مکرمہ پہنچاتے ہیں، لیکن اس کا لغوی معنی قصد وارادہ ہے یہاں لغوی معنیٰ سے استعارہ کر کے کعبہ مکرمہ کی طرف قصد کریں کے معنی کئے ہیں، یعنی لغوی معنی سے اصطلاحی کی طرف منتقل کیا ہے، لیکن اطراف عالم سے اس طرف قصد کرنے کی دلیل شرعی یہ ہے کہ اللہ نے اپنی کتاب قرآن میں صاحبان استطاعت کو یہ حکم دیا ہے۔ لیکن جمہوریت میں ایسا نہیں ہے۔ لغت اور اصطلاح میں کوئی جوڑ نہیں ہے۔

اس تعریف کے علاوہ اس پر مزید اضافہ کر کے کہا جاتا ہے ''بدترین جمہوریت بہترین آمریت سے بہتر ہے'' لیکن تاریخ میں اس کے برعکس بھی دیکھا گیا ہے، یعنی کبھی بدترین آمریت بہترین جمہوریت سے بہتر نظر آتی ہے، ذرا نظر ڈالیں اس وقت دنیا میں رائج جمہوریت وہی جمہوریت ہے جس کے پرچمدار بھٹو نے اپنے حزب مخالف سے انتہائی برا سلوک روا رکھا جیسا ہٹلر نے جرمنوں سے رکھا تھا، بے نظیر بھٹو نے اپنے باپ کے بنے آئین میں ترمیم کرنے کی ناکام کوشش کی یہاں تک کہ اس حد تک پہنچنے کے لئے پرویز مشرف کی صدارت کو بھی قبول کر لیا اور اپنے اوپر لوٹ مار کے تمام مقدمات ان کے ذریعے معاف کروائے۔ اسی طرح نواز شریف نے صرف اپنے اقتدار کی خاطر آئین میں ترمیم کی جمہوریت اشراف وشرفاء کی حکمرانی کو کہتے ہیں بادشاہان انتہائی محدود وزراء رکھتے تھے لیکن آج کل جمہوریت کے داعی کتنے وزراء اور کتنے مشیر اپنے لئے بناتے ہیں؟ جمہوریت پسندوں سے یہ ایک سوالیہ نشان ہے۔

جمہوریت کے دو ماخذ (عوامی اور عقلی):۔

ایک کی برگشت عوام کو جاتی ہے جو اس وقت دنیا میں رائج ہے۔ عوامی جمہوریت، عوام اور عقل و

شرح کی طرف سے دور ہے۔عوام کی طرف سے یہ جمہوریت مردود ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ دنیا میں جتنی بھی جمہوریت چلتی ہے خصوصاً اپنے ملک میں اس کو لانے میں پچاس فیصد سے زائد لوگ حصہ نہیں لیتے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ عوام اس کو پسند نہیں کرتے اور لاتعلق رہتے ہیں کہ ہمارے کس کام آئے گی۔عوام کا اسے رد کرنا دلیل ہے کہ یہ جمہوریت عوامی نہیں ہے۔یہ از روئے شرح مردود ہے کیونکہ شریعت آراءعمومی کورد کرتی ہے،اس سلسلے میں چندیں آیات ہیں۔﴿أَكْثَرُهُمْ لا يُؤْمِنُونَ﴾ (بقرہ۔۱۰۰) ﴿أَكْثَرُهُمُ الْفاسِقُونَ﴾ (العمران۔۱۱۰) ﴿أَكْثَرُهُمْ لا يَعْقِلُونَ﴾ (مائدہ۔۱۰۳)۔لہٰذا از روئے شرع بھی اس جمہوریت کی کوئی دلیل نہیں۔پاکستان کی کل آبادی ۲۰ کروڑ بتائی جاتی ہے اس میں آٹھ کروڑ ووٹرز کا اندراج بتایا جاتا ہے جس میں سے تقریباً ۴۶ فیصد نے ووٹ ڈالا ہے ۱۷ رجب المرجب ۱۴۳۴ء ایکسپریس کے مطابق ن لیگ نے قومی اسمبلی کے لیے ا کروڑ ۴۸ لاکھ ۴۷ ہزار ۱۰۴ ووٹ حاصل کئے جو ڈالے گئے ووٹوں کا ۱۹۔۶ فیصد بنتے ہیں، پی پی کو قومی اسمبلی کے ۶۹ لاکھ ۱۹ ہزار ۲۱۸ ووٹ ملے جو ڈالے گئے ووٹوں کے ۱۵ فیصد بنتے ہیں تحریک انصاف نے قومی اسمبلی کے ا کروڑ ۴۳ لاکھ ۲ ہزار ۳۰۲ ووٹ لئے ایم کیو ایم کو قومی اسمبلی کے لیے ۲۴ لاکھ ۵۶ ہزار ۱۵۳ ووٹ ملے حالیہ الیکشن میں ۱۹ جماعتوں نے ایک سو سے بھی کم ووٹ لئے وہ جماعتیں بھی ہیں جن کو ایک بھی ووٹ نہیں ملا ہے۔حالیہ انتخابات میں ۵۵ فیصد نے حصہ لیا ہے کل ووٹر میں سے ۴۶۳ میلیون افراد نے ووٹ کاسٹ کیا ہے ایکسپریس ۱۷ رجب ۲۸ مئی سے نقل کیا ہے۔

جمہوریوں کے شعار:

۱۔بدترین جمہوریت بہترین آمریت سے بہتر ہے۔

۲۔جمہوریت بہترین انتقام ہے بے نظیر بھٹو۔

۳۔ووٹ دینا واجب ہے،،جس طرح صبح عاشورا انصار واعوان وجوانان بنی ہاشم میدان میں نکلے تھے''راجہ ناصر''۔(نوائے اسلام ج ۱۵ شمارہ ۴ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ)۔کتنا گراں قدر ووٹ ہے،کیا حسین

اور انصار حسین کے جہاد کی قیمت اتنی ہی ہے جتنا کہ ووٹ وحدت المسلمین کی، جو بعد میں پی پی یا تحریک انصاف کو ملے گی۔

۴۔ووٹ ایک مقدس امانت ہے۔(تحریک انصاف)۔یہ امانت آپ کے پاس کس نے چھوڑی ہے برطانیہ اورامریکہ نے چھوڑی ہے۔

جمہوریت کے چارستون ہے:

۱۔سیاست میں جمہوریت

۲۔اقتصاد میں جمہوریت ہے۔

۳۔اجتماع میں جمہوریت

۴۔دین میں جمہوریت۔

یہاں چند نکات وضاحت طلب ہیں۔

کیا ان چار میدانوں میں انسان آزاد اور خود مختار ہے یا آزادی کے نام سے استبداد جاری ہے، کون ان کو آگے دھکا دے رہا ہے۔

۱۔اقتصاد میں جمہوریت، کیا مسلمانان پاکستان ہندوستان سے ضد اسلام وقرآن مواد روکنے میں آزاد ہیں۔زمیندار اپنی زمینوں کی پیداوار کو بڑھانے میں آزاد ہیں کہ ملک خودکفیل ہو جائے یا باہر بھیجنے میں آزاد ہیں یا حکومت کی پالیسی کے پابند ہیں۔اگر پابند ہیں تو یہ آزادی نہیں ہوگی۔

۲۔اقتصاد میں سرمایہ دارانہ نظام ہے یا اسلامی؟ یا اشترا کی ہے کیا اس میں آزادی ہے؟

۳۔دین میں جمہوریت یعنی ہندو، مسیح، سکھ اور بدھ مت سب یکساں کرنے میں جمہوریت کے داعی ہیں؟

جمہوریت ازروئے عقل:۔

عوام کو امور اجتماعی سیاسی میں عوامی ارادے کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی ہے قرآن میں آیا

﴿أُولٰئِکَ کَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولٰئِکَ هُمُ الْغَافِلُونَ﴾ (اعراف ۱۷۹) حضرت علی عوام کے بارے میں کہتے ہیں "**یمیلون مع کل ناعق**" یعنی وہ ہر آواز کے پیچھے جاتے ہیں۔حضرت علی نے فرمایا کہ جہاں آواز نکلتی ہے وہاں جاتے ہیں (ہمج الراعی) ہیں۔اس طرح جمہوریت کے مبتکر، مخترع، فلاسفہ نے بھی آرائے عقلاء کو جمہوریت کہا ہے، عوام الناس کی رائے نہیں۔جمہوریت خواہاں نے مفادات اور برے عزائم، کی وجہ سے جمہوریت عقلائی کی جگہ جمہوریت عوامی کو انتخاب کیا ہے۔کیونکہ عوام کو منوانا آسان ہے۔ان کو دھوکا دینا کوئی مشکل نہیں ہے۔ یہاں سے یہ بات کہ "خواتین کو آگے کرو" کا جو منصوبہ بنایا ہے اس لئے کہ خواتین جلدی مانتی ہیں تو جمہوریت خواہاں اپنی کمزوری کی وجہ سے عوامی جمہوریت کو ترجیح دیتے ہیں۔اسی لئے وہ کہتا ہے ہم عوام کی خواہشات پر پورا اتریں گے۔جبکہ عوام، ملک اور دین کا مفاد جمہوریت عقلائی میں ہے اور جمہوریت عقلائی قائم کرنا چنداں مشکل بھی نہیں اور یہ جمہوریت بہترین جمہوریت ہوگی۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا تعارف وتوضیحات:۔

اسلامی منسوب اسلام مادہ "س۔ل۔م" سے ماخوذ ہے سلم کے تین حروف "س ل م" مبتکر صنعت اشتقاق کے اکبر فیلسوف علم لغتِ عرب ابن جنی متوفی ۳۹۲ھ شش گانہ تقلبات میں ایک معنی جامع کے بارے میں اپنی کتاب خصائص ج ا ص ۴۹۲ میں لکھتے ہیں: "س۔م۔ل" "س۔ل۔م" "م۔س۔ل" "م۔ل۔س" "ل۔م۔س" ہیں سب کے معنیٰ جامع مصاحبت وملائمت پر مشتمل ہیں۔اس کی ساخت میں کہیں بھی کسی بھی جگہ خشونت ونفرت نہیں ہے۔اس کے معنی صلاح کے ہیں سلم ضد فساد بھی ہے۔ جہاں صلاح ہے وہاں فساد نہیں ہوگا، اور جہاں فساد ہوگا وہاں صلاح نہیں ہوگی۔اس کے تمام مشتقات کا مفہوم صلاح سے قریب اور فساد سے بعید ہے۔اسلام انسان سے اپنے رب، نفس اور دیگر تمام انسانوں کے ساتھ ملائمات ومصاحبت کا طالب ہے انسانِ مسلمان کسی کے ساتھ بھی فساد نہیں چاہتا۔مسلمان اپنے مسلمان برادران کے ساتھ فساد کے خلاف ہے وہ ہر جگہ صلاح ہی صلاح چاہتا ہے اور فساد سے دور ہے۔قرآن وسنت کو مصدر نظام سمجھنے والے بھی یہی کہتے ہیں۔

سیکولر، ضد شریعت، منافق اور جھوٹے ہوتے ہیں، دوسروں سے خوف تو دور کی بات وہ اپنی کی ہوئی باتوں سے بھی ڈرتے ہیں، وہ اپنے پیش کردہ حل سے بھی پریشان رہتے ہیں، ان کے خوف و ہراس کا ذکر سورہ منافقین میں آیا ہے کہ وہ ہر قسم کی آواز اپنے اوپر آسمانی بجلی یا راکٹ سمجھتے ہیں۔ انھوں نے شریعت کو کنارے پر لگا کر عوام کی مرضی کے مطابق نظام حکومت دینے کا چرچہ کیا اور بعد میں ان کی عقل میں خطور آیا کہ اگر ہم مسلمان عوام کو اپنے حال پر چھوڑیں گے تو یہ مسلمان دیندار کو انتخاب کریں گے اور نظام بھی اسلام ہی کو پسند کریں گے، تو ہمارا پیش کردہ نظام خود بخود کباڑے میں جائے گا، کھڈے میں گرے گا۔

اس کے لئے انھوں نے ایک اور منصوریہ بنایا وہ منصوبہ یہ ہے کہ امت میں سے، برے، بے دین، شکم پرست، اقتدار پرست، احمق، غدار اور بے غیرت افراد کو چن چن کر ایک حزب تشکیل دیا جائے، مسلمان عوام بادل نخواستہ حالت مجبوری میں انہی کو نظام بنانے اور حکومت بنانے کے لیئے انتخاب کریں گے، انھوں نے ان کو احزاب سیاسی کا نام دیا، چنانچہ یہ نسخہ اس وقت عمل میں لایا گیا جب مسلمانان ہند نے غاصب وظالم اور جابر استعمار کو ملک سے نکالنے کا عزم وارادہ کیا، اور اس راہ میں کسی قسم کی قربانی دینے سے دریغ نہ کرنے کا مظاہرہ کیا تو منافق انگریز کے پیٹ میں مروڑ آیا کہیں یہ لوگ اس بڑے خطے پر اسلامی حکومت قائم نہ کرلیں اور دوسرا امپراطور اسلامی قائم نہ ہوجائے اگر ہوجائے تو یہ ہندو بھی مسلمان ہو جائیں گے، تو انھوں نے اس خطرے سے بچنے کے لئے مسلمانوں میں سے ان افراد کو اٹھایا یا اکسایا جو مغرب میں، روٹی، پانی اور تعلیمی فکر کے پروردہ تھے، یعنی تاج برطانیہ کے باج گزار تھے انہی پر مشتمل ایک حزب تشکیل دی، جو باہر سے تو مسلمان تھے، اندر سے قادیانی وآغا خانی انگریز تھے۔

انھوں نے اس پارٹی کا نام مسلم لیگ رکھا، ان سے تقریریں کروائیں، ہم خوش خبری دیتے ہیں کہ دوبارہ یہاں یادرفتہ امپراطور عثمانی کی مانند امپراطور اسلامی قائم ہوگی، اپنا معاشرہ ہندووں سے پاک، کفر سے پاک ہوگا، اپنی اسلامی عادات، اخلاق وسلوک سب قرآن وسنت کے مطابق ہوگا، لوگوں نے ہر چیز اس راہ میں قربان کی اپنا خانہ وآشیانہ ہندوؤں کے پاس چھوڑ کر یہاں کی بنجر زمین پر اسلام کے ساتھ اسلام کے

پرچم تلے زندگی گزارنے کو ترجیح دی اور اسلامی جمہوریہ قائم ہوا۔ جب اسلامی دستور بنانے کا وقت آیا تو یہ مکر گئے، اور پوچھا گیا آپ نے تو وعدہ دیا تھا یہاں اسلامی نظام ہوگا اسلامی حکومت ہوگی، لیکن یہاں قادیانی، آغاخانی پروردہ برطانیہ کی ثقافت کیوں آئی ہے تو جواب دیا آج تک کس سیاسی لیڈر نے وعدہ وفا کیا ہے، سیاستدانوں کا کوئی وعدہ نہیں ہوتا ہے، پھر کہنے لگے ہم نے اسلامی حکومت نہیں کہا تھا، ہم نے اسلامی ریاست کا کہا تھا، یہاں مسلمانوں کی الگ حکومت ہوگی وہ الگ رہیں گے۔ لیکن جب مسلم لیگ کا قائد نواز شریف ۱۴۳۵ھ کو اقتدار پہ آیا تو اس نے ہندوؤں سے کہا ہم سب مل جل کر رہیں گے چنانچہ صحافیوں اور کالم نگاروں نے تالیاں بجائیں کالم لکھے اور اس پر جشن منایا۔

پاکستان میں کونسی جمہوریت چلتی ہے:۔

جمہوریت کا مطلب ہے آزاد و خودمختار رائے کے ذریعے منتخب ہونے والی حکومت۔ اس زمانے میں اس تصور کی حکومت کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اس وقت ایک پارٹی اقتدار میں آنے کیلئے اپنے پاؤں پر کھڑی ہوکر برسر اقتدار نہیں آسکتی بلکہ اسکے لیے با قاعدہ بین الاقوامی سطح پر سرمایہ کاری ہوتی ہے لیکن یہاں جمہوریت کا رٹہ لگاتے ہیں۔ ہندوستان، انگلینڈ اپنے انتخابات میں کتنا خرچ کرتے ہیں، اور یہی ممالک ہمارے ملک کے انتخابات پر کتنا خرچ کرتے ہیں یا امیدوار خود کتنا خرچ کرتے ہیں۔ یہ ووٹ بازار میں بکنے والا ووٹ ہے۔

پاکستان میں رائج جمہوریت کہاں کی جمہوریت ہے؟

۱۔ جمہوریت برطانیہ، ان کی جمہوریت کوئی دستور ہے کہ جس سے تحدی و تجاوز گناہ ہے۔ انھوں نے خود، اس عصر اکتشافات و اختراعات میں ایک خاندان کو بت بنا رکھا ہے۔ مفسدین و مجرمین کی پناہ گاہ بنے ہوئے ہیں۔ پاکستان کے خاتمہ اور ہندوستان کے راج کو قائم کرنے کے منصوبے بنانے والے کو تحفظ دے رکھا ہے۔

۲۔ جمہوریت امریکہ، جہاں صدارتی نظام برقرار ہے جو جمہوریت کے نام سے دنیا میں استبداد چلا

رہا ہے۔

۳۔ جمہوریہ چین، جہاں چیئرمین صدر اور وزیراعظم سب کا انتخاب کرتے ہیں۔

۴۔ جمہوریہ روس، جہاں ابھی تک پیوٹن کی حکومت چل رہی ہے۔

اس جمہوریت میں رسالت مآبؐ کی توہین کی اجازت ہے لیکن محمد علی جناح کی اہانت جائز نہیں ہے، اس کے لئے سخت ترین سزا ہے لیکن رسول اللہؐ کی اہانت کرنے والے کیلئے جو سزا مقرر ہوئی ہے وہ جرم کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے، یہ انصاف کے خلاف ہے آیا یہاں کے رہنے والے ہندوؤں، مسیحیوں، ارمنیوں، بت پرستوں اور سکھوں سب کو اجازت ہونی چاہیے کہ رسول اللہؐ کی اہانت و جسارت کریں جبکہ خود ان کے آئین کی اہانت و جسارت جائز نہیں ہے۔ ۱۹۷۳ء کا آئین رسولؐ اللہ کی طرح مقدس نہیں ہے اس کے خلاف بات کرنے والوں اور اس کی توہین کرنے والوں پر بغاوت کا مقدمہ چلایا جاتا ہے اور انہیں سخت ترین سزا دی جاتی ہے لیکن یہاں قرآن کی اہانت و جسارت کرنے والے کسی سزا کے مستحق نہیں ہیں، کیونکہ یہ جمہوری حکومت کے چاہنے والوں اور یہاں کے حکمرانوں کی نظر میں مقدس نہیں ہے۔ یہ اسلام و مسلمین کے ساتھ خیانت ہے۔

جمہوریت کے خالق فلاسفہ یونان کے نزدیک تمام امور عقلی بنیاد پر عوام کی مصلحت کے مطابق ہوں۔ جمہوریت عوام الناس کی خواہشات کے مطابق حکومت کا نام ہے تو مسلمانوں کی خواہشات کا بھی پاس رکھیں۔

''جمہوریت اسلامی'' ایران وسعودی عرب کے ملاؤں اور اسکالروں سے نہیں لینی ہے، پاکستان کے مسلمان ایران وسعودی عرب جا کر اسلام نہیں لاتے ہیں، خود ان ممالک میں اسلام نہیں فرقہ واریت ہے۔ اس ملک کے امور دین وشریعت سے آگاہ نمائندگان سنبھالیں نہ کہ ویسے افراد جنکا تعارف جمشید دستی نے ایوان میں کروایا تھا۔

اگر جمہوریت عوام کے ذریعے عوام کی حکومت کا نام ہے تو اس مفہوم کو واضح کرنے کیلئے مندرجہ

ذیل نکات پر توجہ ناگزیر ہے۔

۱۔تمام بالغ مرد وعورت کی یگانہ شرکت کو حتی الامکان ممکن بنایا جائے تا کہ واضح ہو جائے تمام ووٹرز نے خوشی ورغبت سے انتخاب میں شرکت کی ہے۔

۲۔ ہر قسم کی دھاندلی وڈاکہ زنی کو روکا جائے اس میں مندرجہ ذیل امور آتے ہیں۔

۱۔ جو افراد ملک سے باہر مقیم ہیں ان کی شرکت پر پابندی لگائیں کیونکہ فی زمانہ یہاں کے نظام میں ان کا کوئی کردار نہیں بنتا ہے۔

۲۔ دوہری شہریت والوں کی شرکت روکی جائے۔

۳۔ جتنے بھی اسمبلی کی طرف سے منتخب ہوتے ہیں وہ بلا جواز ہیں انہیں یہ حق حاصل نہیں۔

۴۔ خواتین جو عام انتخابات میں بلا مانع شرکت کرتی ہیں ان کو دوبارہ بغیر رضایت عوام اسمبلی میں لانا ڈاکہ ہے۔

یہ خواتین کے نام سے مردوں پر ظلم ہے۔خواتین سے ہمدردی کے بہانے انہیں اس نام سے دگنے حقوق دینا ہے کہ وہ ایک دفعہ عام لوگوں کے ساتھ مل کر نمائندہ بنانے اور بننے میں شریک ہوتی ہیں دوسری دفعہ انہی نمائندوں کے ووٹوں سے مخصوص نشستوں کے نام پر دوبارہ ان کو انتخاب کرتے ہیں اب تو خاصی بڑی تعداد میں خواتین عام نشستوں پر بھی مردوں کے مقابلے میں انتخاب جیت کر اسمبلی میں پہنچ جاتی ہیں، یہ ظلم ان کی نظر میں جمہوریت ہے۔

ہم مسلمان اللہ وحدہ لاشریک کو مانتے ہیں ہم اس کے نازل کردہ دین اسلام کے تابع ہیں، ہم مغرب ومشرق کے کفار وملحدین کی مسلط کردہ استبداد کو نہیں مانتے جس طرح کسی دوسرے استبداد کو بلکہ ہر قسم کے استبداد کو نہیں مانتے کیونکہ خالق انسان نے انسان سے کہا ہے کہ تمھارے دین میں اکراہ واستبداد نہیں ہے۔ نبی علیہ السلام کو بھی اکراہ واستبداد سے منع کیا گیا ہے۔ جب اللہ نے جبر واکراہ قبول کرنے سے منع کیا ہے تو ہم مغرب ومشرق کی جمہوریت کے نام سے استبداد کو کیسے مانیں۔

ہمارے دین میں جمہوریت ہے نہ بادشاہت ہے، ہمارا دین اسلام ہے اس کے ہوتے ہوئے مسلمان کسی اور نظام کی نیاز نہیں رکھتا ہے لیکن ﴿ادْفَعْ بِالَّتِی هِیَ أَحْسَنُ﴾ (المومنون۔۹۶) پر عمل کرتے ہوئے غرب وغرب نوازوں سے کہتے ہیں جس جمہوریت کے تم داعی ہو ہمارے ساتھ اس جمہوریت کو لاگو کرو یعنی ۹۸ فیصد مسلمانوں کو حق خود ارادیت دو۔

ہم ان دونوں سے مناظرہ ومباحثہ کرنا چاہتے ہیں، الٰہی وقرآنی نظام کے محاسن اور جمہوریت کے محاسن دونوں کا موازنہ کرنے کیلئے ایک آزاد چینل بنائیں تاکہ دونوں اپنی اپنی خوبیاں پیش کرسکیں۔تمھارے پاس اسلام کے بارے میں جو نقد ہے پیش کریں ہم تمھاری جمہوریت پر نقد پیش کریں گے۔

جمہوریت آپ کو یہ نہیں بتاتی کہ یہ جمہوریت سرمایہ داری ہے، سوشلزم ہے، کمیونزم ہے، یا جمہوریت بدھازم ہے یا جمہوریت اسلام ہے۔آپ کے نزدیک جمہوریت عوام کے منتخب افراد کی حکمرانی کو کہتے ہیں جس پر ملک کی اکثر وبیشتر ملت راضی ہے۔ہم بھی یہی سوال کریں گے۔

کیا یہی جمہوریت ہے۔[آفتاب احمد نصیر اشرفی]۔۔

پوری دنیا میں پاکستان واحد ریاست ہے جہاں الیکشن کے دوران جمہوریت کی حسین ساحرہ چند لمحوں کے لئے نمودار ہوتی ہے اور پھر الیکشن کے نتیجے میں منتخب ہونے والی حکومت اس ساحرہ کو یرغمال بنا کر عام آدمی کی نظروں سے اوجھل کردیتی ہے۔اپنی ناک سے آگے نہ دیکھنے کی روش اور آمرانہ طرز عمل اس حسین دیوی کے خدوخال کو بری طرح مسخ کردیتا ہے اور پھر وہ بھی آمریت کے ''جن'' کی طرح بدصورت و بدنما دکھائی دینے لگتی ہے۔رہی سہی کسر اپوزیشن جماعتیں اپنے اپنے مفاد کے تیزاب سے اس کے وجود کو داغدار کرکے پورا کردیتی ہیں۔

ایسا صرف اس لئے ہوتا ہے کہ سیاسی و مذہبی جماعتوں میں جمہوری انداز فکر کا فقدان ہے۔اکثر سیاسی اور مذہبی جماعتیں مختلف دھڑوں میں بٹی ہوئی ہیں اور پیروکار اپنے اپنے قائد کے نام کے اسیر ہیں اور ان کے ہر قول وفعل پر ان کے ماننے والے آنکھیں بند کرکے یقین کرتے ہیں جس سے ان کے اندر آمرانہ

جراثیم نمو پا کر مزید طاقتور ہو جاتے ہیں' لٰہذا وہ عوام کو استحصال اور جبر کی چکی میں پیس کر رکھ دینا اپنا حق سمجھتے ہیں، میرا خیال ہے کہ جب تک سیاسی جماعتوں کے اندر جمہوریت داخل نہیں ہوتی 'وطن اور اہل وطن اس کے ثمرات سے محروم رہیں گے۔اس کی ترقی محدود رہے گی۔

جمہوریت ناسور پاکستان:۔

پاکستان میں ان لوگوں کو اقتدار ملتا ہے جو مغرب کے تابع ہیں۔مغرب کو ایسے حکمران کی ضرورت ہوتی ہے جس کے اندر سے اسلام کی بو تک نہ آتی ہو اور وہ حصول اقتدار تک جانے کیلئے ہر چیز دینے کیلئے تیار و آمادہ رہے اس سلسلے میں غیرت وطن، غیرت ناموس، غیرت دین کوئی چیز مانع نہ ہو۔مغرب والے جب چاہیں اپنے مطلب کے فیصلے کسی بھی وقت اسمبلی کے ذریعے کرواسکیں، یہاں جمہوریت سے مراد ملک میں موجود ہم وطنوں کو ملک کا نظام اور آئین بنانے میں شریک کرنا نہیں ہے بلکہ ایک دو پارٹیوں کا اقتدار پر آ کر لوٹ مار کرنا اور دوسروں سے انتقام لینا اور عوام کا استحصال کرنا ہے۔جمہوریت پرستوں کی بدقسمتی سے یہ بھی ایک مقدس گائے بن گئی ہے بلکہ جمہوریت ایک نا قابل تعبیر تصور بن گئی ہے' جمہوریت نے جو تحفہ یہاں کے لوگوں کو دیا ہے وہ بدعنوانی، بداعتمادی، مغرب پرستی و غرب گرائی ہے بلکہ اس نے دین میں الحادی اور لادینی فکر کو رواج دیا ہے۔ایک ایسی جمہوریت جو عقل و شریعت دونوں حوالے سے تمام معائب و قبائح کا مجموعہ ہو، جو عوام کی جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ نہ کر سکے اور جو نظام قرآن و شریعت کے احیاء و اجراء کی بجائے اسلامی نظام کو پامال کرتی نظر آئے تو اس جمہوریت کیلئے جان دینا اور اس پر فخر کرنا حقیقت میں ہمارے اوپر ایک آمریت اور استبداد تصور ہوگا، نہ تو اس جمہوریت میں عوام کی مرضی ہے اور نہ ہی اسے عوام کی پسندیدہ حکومت کہا جا سکتا ہے۔

عام انسان کی حمایت حاصل کرنے کی خاطر جمہوریت یعنی عوام کی حکومت کا ڈھنڈورا پیٹا گیا اور پھر عوام کو حکومت سے دور رکھنے کیلئے احزاب بنائے گئے اور ان حزب کی حکومت بننے کے بعد ان کو خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں اپنے ملک کے لوگ دینی رجحان نہ پیدا کر لیں یا اقتدار پر آنے کے بعد اپنے استقلال کا احساس نہ

کریں تو ایک حزب مخالف کی بنیاد رکھی اور اس کو اتنی سہولتیں اور رعایتیں دیں کہ وہ خوش ہو جائیں اور حزب مقتدر بھی خوف کھائیں، اگر ذرہ برابر بھی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کریں تو جمہوریت کے ٹھکیدار، ان کو ایسا موقع نہ دیں، اور ہمیشہ مغرب کے مرہون منت رہیں اور ان کو مطمئن کریں یہ کام ہم خود کریں گے۔ چنانچہ شملہ کانفرنس میں مسلم لیگ نے برطانیہ کو یقین دہانی کرائی کہ ہم ملکہ برطانیہ کے وفادار رہیں گے۔

جب امریکا کا بے نظیر کو اقتدار پر لانے کے ارادہ کا علم نواز شریف کو ہوا تو کہا یہ کام ہم بھی کر سکتے ہیں، جب بلاول ہندوؤں کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے ان کے پروگرام میں گیا تو نواز شریف بھی گیا، جب بلاول نے امریکا میں نواز حکومت کی مذہبی گرائش کی طرف توجہ کو مبذول کرائی کہ یہ دائیں بازو والے ہیں تو شہباز شریف نے آزادی خواتین بل پاس کیا' ممتاز قادری کو پھانسی دی اب ان کے وزراء کہتے ہیں یہ بھول جائیں کہ ہم دائیں بازو والے ہیں۔

ایک مملکت اسلامی میں آپ کونسی جمہوریت کا خواب دیکھ رہے ہیں؟

سوئٹزرلینڈ اور فرانس کی جمہوریت، دنیا کو اپنی نو آبادی بنانے والے برطانیہ اور امریکا کی جمہوریت، قتل و کشتار املاک کو ضبط کرنے عمر بھر سیاسی عہدہ نہ چھوڑنے والے روس کی جمہوریت، ملک کو دولتمند کرنے والے احمدی نژاد کی جمہوریت، اسلام کو کہنہ کہنے والی بے نظیر کی جمہوریت ''مسٹر ۱۰٪'' والے زرداری کی جمہوریت، مسیحی اقتدار کے خواب دیکھنے والے بلاول کی جمہوریت شیریں، ملالہ، شرمیلا فاروقی، کشمالہ اور شازیہ کی جمہوریت، جمہوری فیسٹیول میں گانا گانے والی کی جمہوریت، خزانہ حکومت کو خالی کرنے والوں کی جمہوریت۔

جمہوریت کے بہانے خزانہ لوٹنے کی سازش:۔

یہ جمہوریت ہے یا چوروں کا اتحاد یہ کہ ملکی خزانے کو کس طرح لوٹا جائے، اس کی مثال کچھ اس طرح بھی ہو سکتی ہے ایک مجنون نے ایک دن مزدوروں کی ایک کدال لے کے قصر ہارون کی دیواروں سے ملی زمین کھودنا شروع کیا۔ پوچھا گیا کہ کیا کر رہے ہو تو کہا امیر المومنین میری رعایا یہاں چھپی ہوئی ہے۔ اسی

طرح چوروں کے بھی طبقات ہوتے ہیں انپڑھ چور، پڑھے لکھے چور، گریجویٹ چور۔ گریجویٹ چور خزانے سے کم پر راضی نہیں ہوتے۔ ملک کو چلانے کیلئے ایک انتظامیہ چاہیے جسے قدیم زمانے سے لیکر عصر حاضر تک یہی ادارے بناتے ہیں۔

۱۔ مقنّنہ ملک کے عوام کے منتخب نمائندے لیکن سینٹ چوری کا دروازہ ہے۔

۲۔ مجریہ؛ یہاں صدر یا وزیر اعظم میں سے ایک ضروری دوسرا فالتو عضو معطل ملک پر بوجھ، پارٹیوں کی دھاندلی کا دریچہ ہے، ایک چوری کا دروازہ ہے۔

۳۔ عدلیہ: انتظامیہ سے الگ۔

۴۔ مقنّنہ عوام کے منتخب نمائندے ہیں۔ ٹیکنو کریٹ وخواتین دھاندلی ناکام نامنظور مسترد افراد کو دوبارہ لانے کی جمہوریت کشی ہے۔

۵۔ قائد حزب اختلاف چوری کا دروازہ۔

ان میں کسی کا عقلی جواز نہیں بنتا ہے سوائے کسی اور ملک کی تقلید میں کہہ سکتے ہیں، یہاں بڑے بڑے دانشور کہتے ہیں فلاں میں ایسا چلتا ہے، دنیا میں چلتا ہے۔ یہ عقل وشرع سے نہیں بنتی ہے اس منطق کو منطق تقلیدی کہتے ہیں۔ یہ جہاں کہیں بھی ہیں یہ میکاوَلی ازم چلتا ہے۔

پاکستان کی جمہوریت پر ڈاکے۔

ہر انسان کے اندر ایک فاسد فکر ہوتی ہے، جب وہ اس کے تابع ہوتا ہے، تو وہ انسانیت کی صفت کو کھو بیٹھتا ہے، اور حیوانیت کی صفت اس پر غالب آجاتی ہے، اس کا ہم وغم اور جینا کھانا ہوتا ہے، دن گزارنا ہوتا ہے ہارون رشید کے دور میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اس کو پکڑ کے دربار خلافت میں لایا گیا، اس سے سوال کیا کہ تم نے دعویٰ نبوت کیا ہے، تو اسنے کہا ہاں میں نے دعویٰ نبوت کیا ہے، لیکن میں آپ پر نبی نہیں ہوں میں اپنی قوم کا نبی ہوں، تو انھوں نے پوچھا تمہاری قوم کونسی ہے اور کہاں ہے تو اس نے کہا خلیفہ اگر اجازت دیں تو میں بلاؤں گا تو خلیفہ نے اجازت دے دی، جب اس کو دوبارہ دربار میں بلایا تو وہ ممبر پر گیا،

اور ممبر سے ایک طرف گائے بھینس کی آواز نکالی تو اس کے لوگوں نے بھی گائے بھینس کی آواز نکالی دوسری طرف رخ کر کے گوسفند و بکرے کی آواز نکالی تو انھوں نے بھی گوسفند و بکرے کی آواز نکالی ،تو اس نے کہا میں ان پر نبی ہوں۔اس وقت ملک میں موجود اکثر وبیشتر احزاب کے سربراہ بے دین و مجرمین ہیں۔ان کے پاس غیرت ناموس، غیرت دینی و وطنی نہیں ہے،اس لیئے ایک حزب ،را، کے ذریعے ہندوستان کی خدمت کرتی ہے ان سے کھاتی ہے ایک برطانیہ کی خدمت کرتی ہے، ایک امریکہ اور ایک روس و چین کی خدمت کرتی ہے،غرض ملک میں ایک پارٹی کا حکومت قائم کرنا ناممکن ودشوار ہو گیا ہے، چنانچہ پرویز مشرف کو سکینڈل میں ملوث اور نیب زدہ پارٹیوں کے مرکب کی اتحادی حکومت بنانا پڑی، احزاب کی ناسوریت کی واضح مثالیں کراچی میں ایم کیو ایم ، بلوچستان میں علیحدگی پسند ، سندھ میں سندھو دیش اور سرحد میں پختون خواہ ہیں۔

جناب نواز شریف صاحب کو یہاں کے مسلمانوں نے یہ کہہ کر ترجیح دی کہ عمران خان جو دین و دیانت کی اہانت و جسارت کرتا ہے اس کے مقابل میں آپ آیات قرآن سے کابینہ کے اجلاس کا افتتاح کرتے ہیں،سال میں چند دفعہ دیار مقدس میں عمرہ کے لئے جاتے ہیں ریاض الجنۃ میں نفل پڑھتے ہیں،لیکن وہ یہ بھول گئے اور مسلمانوں کے جذبات کو لات مار کر چند ہندوؤں کے دل جیتنے کیلئے گئے اور کہا ہم سب ایک ہیں ایک رہیں گے۔اس سے مسلمانوں کی دل آزاری ہوئی ہے لیکن میں خود اس عقیدے کا انسان نہیں ہوں نہ یہ فکر وعقیدہ رکھنے والوں کا نمائندہ بن کر کچھ کہتا ہوں،قرآن کی آیات کی نشاندہی کرتا ہوں۔حج ۔۲۵، اعراف ۔۱۸۰۔

دین اللہ سے انحراف کرنے والوں کو دردناک عذاب دیتا ہے یہ نہ سوچیں کہ اللہ تمہاری کفر آمیز الحادیات سے واقف نہیں ہے اللہ اپنے بندوں کی حرکات وتصرفات کے لئے مرصاد ہے۔﴿وَ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِداً ضِراراً وَ كُفْراً وَ تَفْرِيقاً بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَ إِرْصاداً لِمَنْ حارَبَ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ وَ لَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنا إِلَّا الْحُسْنى وَ اللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكاذِبُونَ﴾(توبہ۔۱۰۷)﴿إِنَّ

رَبَّکَ لَبِالۡمِرۡصَادِ ﴾(فجر۔۱۴)﴿إِلَّا مَنِ ارۡتَضَى مِنۡ رَّسُولٍ فَإِنَّهُ يَسۡلُكُ مِنۡ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَ مِنۡ خَلۡفِهِ رَصَدًا﴾(جن۔۲۷)﴿إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتۡ مِرۡصَادًا﴾(نباء۔۲۱)۔

جوافراد اللہ اور رسول سے جنگ پر اتر آئے ہیں تو کس حاکم اسلامی نبی یا امام عادل یا قاضی کے انتظار میں ہیں کہ ان کو گرفتار کرے اور سزا دے۔قرائن وشواہد نظر نہیں آتے ہیں کہ دینی جماعتوں کی حکومت یہاں آئے،اگر آئے تو بھی کچھ نہیں کرے گی کیونکہ یہ لوگ تو سیکولروں کے اتحادی ہیں۔اللہ ایسے لوگوں سے انتقام لینے کیلئے غیر متوقع افراد بھیجے گا بلکہ یہ خود اپنے ہاتھ زبان اور ارادے سے عذاب کو اپنے لئے دعوت دیں گے،جس طرح اللہ نے پرویز مشرف کو کفریات کے جرم میں گرفت میں لینا چاہا تو وہ خود یہاں سے اٹھ کر دبئ گیا،بے نظیر کو بلایا،تمام سزائیں معاف کیں،خود انتخاب کرائے،اقتدار چھوڑ کر یہاں سے نکلے اب دنیا اس کا حشر دیکھ رہی ہے،بھٹو جس نے ضیاء الحق کو منتخب کیا تھا اس کا حشر بھی سامنے ہے۔اس طرح بے نظیر کی کاوشوں کا نتیجہ سامنے ہے یہاں اللہ کا ایک اور ارادہ بھی چلتا ہے،انسان مسلمان وہ ہیں جو اس کے اس ارادے کے مقررات کا پاس رکھیں۔

پاکستان کو انتخابات کے ذریعہ خالص سیکولر بنانے کی مہم جوئی:۔

مغربی دنیا سے استبداد کردہ نام نہاد بے سروپا عقل ومنطق سے اجنبی جمہوریت کے خواہاں تعریف و توقیر کرنے کے بعد اب ہیر پھیر پر اتر آئے ہیں۔وہ ووٹ کے ذریعے ۹۸ فیصد مسلمانوں اور ۱۰۰ فیصد پاکستانیوں کو اپنے حق میں بدلنے پر تلے ہوئے ہیں اس کے لئے وہ یہ تدابیر اختیار کئے ہوئے ہیں:

۱۔ووٹ کی پرچی سادہ کاغذ نہیں بلکہ شہریوں کے ہاتھ میں مقدس امانت ہے یہ بات چونکہ عقل سلیم اور شریعت اسلام کے مصادر اصلی قرآن وسنت سے خالی ہے اس کو مولویوں کے فتاوائے بے سروپا سے پر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

۲۔عورت اگر چہ مغرب میں گڑیا یا متاع اسواق ہے لیکن اسلامی معاشرہ میں ماں،بہن،بیٹی زوجہ محترمہ ہے لیکن انہوں نے عورتوں کو ایک ضعیف و ناتواں کے طور پر پیش کر کے محاذ ووٹ پر کھڑا کیا ہے۔

جہاں ان کا واویلا ہے عورتوں کو ان کے حق سے محروم کیا ہوا ہے۔

۳۔اقلیتوں کے ووٹ بڑھا کر تمام الحادیوں کو یکجا متحد کر کے پھر ان کو سیکولروں سے متحد کر کے اسلام کے خلاف اٹھانے کی کوشش ہو رہی ہے۔

۴۔مذاہب کے نام سے ووٹ لینے کی مذمتی قرارداد یں صرف ذرائع ابلاغ نہیں بلکہ اعلیٰ اختیاراتی ادارہ الیکشن کمیشن کے سربراہ کے ذریعے بھی اعلان کیا کہ مذہب کی بنیاد پر ووٹ نہیں لے سکتے لیکن یہ تعجب کی بات نہیں کہ جس کو ذرائع ابلاغ نے دین دار، سچ بولنے والا امانت دار تعارف کرایا ہے وہ مذہب کی بنیاد پر ووٹ لینے کو غیر قانونی قرار دے، کیونکہ وہ اسماعیلی ہے اسماعیلی بذات خود اسلام کے خلاف قائم فرقوں میں سے تند و تیز فرقہ ہے، اسماعیلیوں کی تاریخ ہمیشہ سے یہ رہی ہے کہ وہ خود اقتدار پر رہے یا کفر و شرک کے شریک اقتدار رہے ہیں، ہم ان کی حمایت میں بلکہ بطور مستقل اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں کہ ’’’’ **مذہب سے مراد اگر فرقہ ہے تو ہم بھی کہتے ہیں کہ مذہب کے نام پر ووٹ نہیں دینا چاہیے، بلکہ خالص اسلام کے نام سے ووٹ دینا چاہئے**‘‘‘‘۔

۵۔سیکولر جماعتوں کو بے سرو پا حیثیت و اہمیت دے کر ملک میں اقتدار اعلیٰ ان کو دینے کی کوشش ہو رہی ہے، ضد اسلام ضد پاکستان الحادیوں اور علیحدگی پسندوں کو اقتدار دینے کی پیشکش یا اقتدار میں شریک قرار دیا جا رہا ہے۔

۶۔علماء اعلام کی توہین واہانت کی جا رہی ہے بعض کو اعلیٰ مناصب اور اقتدار کی لالچ دے کر اپنے منشور کے حق میں کام کروا رہے ہیں جس کی واضح مثال متحدہ مذہبی محاذ ہے۔وہ ایک طرف سے علماء کو آگے لاتے ہیں تو دوسری طرف سے اداکاروں کو ان کے مقابلہ میں کھڑا کرتے ہیں۔

حکمرانوں کے لئے القاب استعمال کرتے وقت بھی دین و شریعت کے اصول وضوابط کا خیال رکھنا ضروری ہے، کیونکہ شریعت بالغ انسانوں کے گفتار و کردار کو کنٹرول کرنے لجام دینے کی ہدایات کا نام ہے، کسی بھی حاکم اور قائد کے لئے کوئی اعلیٰ وارفع القاب دینا خود اس حاکم کے علاوہ، اجتماعی، سیاسی اور قومی

نقصانات کا پیش خیمہ بن سکتا ہے اس کی ایک مثال ماضی سے لیتے ہیں۔

ا۔ماضی میں کلمہ خلیفہ صرف ابوبکر بن ابی قحافہ کے لئے استعمال ہوتا تھا وہ بھی چنداں شان وشوکت کا مظاہرہ نہیں کرتے تھے لیکن عمرابن خطاب کے دور میں کلمہ امیر المومنین استعمال کیا گیا، یعنی مومنین کا امیر، ان کو مومنین کی سرپرستی ونگرانی کا کلمہ ملنے پر فخر تھا۔مومنین، خوف اللہ اور خوف قیامت رکھنے والے قناعت پسند سرپرست ملنے پر خوش تھے۔یہ صورت حال چاروں خلفاء کے دور میں رہی، معاویہ بن ابوسفیان کے نیم اقتدار کے دوران لطف اندوزی اور عیش ونوش عمرابن خطاب کو برداشت نہیں تھی چہ جائیکہ وہ عمرابن خطاب کی جگہ پر بیٹھنے کے بعد کرنے والی عیش ونوش کو برداشت کرسکیں۔اس بارے میں تاریخ میں بہت کچھ آیا ہے لیکن ہم اس ماسبق کے استصحاب پر رائے قائم کرتے ہیں معاویہ بن ابوسفیان چار خلفاء کی نسبت بہت کم اچھا ہونا تو دور کی بات کئی گنا گراہوا تھا لیکن یزید بن معاویہ سے کئی گنا بہتر تھا، بہرحال روزگار یہاں تک پہنچا کہ یزید بن عبدالملک بن مروان اور ولید بن یزید جیسے عام فسق وفجور کا ارتکاب کرنے والے کو بھی امیر المومنین کہنا پڑا، بنی عباس کے، عیاشوں، ذخیرہ اندوزوں کو بھی امیر المومنین کے نام سے یاد کرتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں پر مسلط ہونے والوں کے لئے وہ خلفاء مثال بن کر رہ گئے جو پہلے تھے۔

حق ووٹ:۔

ووٹ دینے کا استحقاق کن کو اور کب حاصل ہوگا ۔

ا۔ووٹ دینا شہریوں کا حق ہے انہیں یہ حق کس نے دیا ہے، اللہ نے دیا ہے، حضرت محمدؐ نے دیا ہے، اگر ایسا ہے تو ووٹ اسلام کو دینے سے کیوں منع کرتے ہیں کیوں کلمہ اسلام پوچھنے سے چڑ کھاتے ہیں۔

۲۔ووٹ دینے کا حق مغرب نے دیا ہے تو انہوں نے اس حق کی مد میں ہم سے کیا لیا ہے، ملک فروشی یا دین فروشی، اقدار شرافت یا ناموس فروشی۔

۳۔نابالغ رشد فکری وعقلی نہیں رکھتا، کوئی بھاری معاملہ لین دین کرنے کا مجاز نہیں وہ اپنے لیے کوئی شریک حیات انتخاب نہیں کرسکتا ہے وہ حق ووٹ نہیں رکھتا ہے کیونکہ انتخاب سربراہ مملکت کسی فرد یا جماعت

کیلئے انتہائی خطرناک مسئلہ ہے بغیر یقین واطمینان کے یہ حق نہیں دیا جاسکتا ہے۔

۴۔دیوانہ جو ہر قسم کی رُشدِفکری سے محروم ہے وہ بھی یہ استحقاق نہیں رکھتا۔

۵۔ووٹ دینے کے بعد ووٹ دینے والوں کو ترقی وتمدن ملے گا تو کیوں پچاس ساٹھ سال سے ووٹ دینے والے بلوچستان،سندھ، کے پی کےحتیٰ پنجاب کے دورافتادہ علاقے جو بقول ان کے سب سے زیادہ امانت داری سے ووٹ دیتے ہیں پسماندہ اور ذلیل وخوار ہیں۔اسی طرح بلتستان والے بھی ذلیل و خوار ہیں۔

۶۔ووٹ دینے سے دین کو فروغ ملے گا تو کیوں بے دینوں کی صفوں میں روز افزوں اضافہ ہورہا ہے۔

۷۔اگر ووٹ دیناواجب اور امانت ہے تو اعداد وشمار کے مطابق ۹ کروڑ افراد ووٹ لسٹ سے باہر کیوں ہیں کیا خیانت کار ہیں۔

لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ یہ ووٹ کسی عزم وارادہ سے دیا تھا یا غلطی میں دیا تھا جیسا کہ اس دفعہ شہباز شریف کے ووٹ کے بارے میں کہا جاتا ہے خوشی میں غلط جگہ ڈال دیا تھا اس سے خودان کے ووٹ میں کمی آئی ہے یا عمران خان کا غلطی میں یہ کہنا کہ شیر پر مہر لگاؤ۔

۱۔یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ ووٹ کسی دباؤ پر تو نہیں دیا ہے۔

۲۔ووٹ ڈر کر تو نہیں دیا ہے۔

۳۔ووٹ تذبذب میں تو نہیں دیا ہے۔

۴۔ووٹ کام میں آنا چاہیے، ضائع نہیں ہونا چاہیے،اس تصور کے آنے کے بارے میں زعم رکھنے والے کے لئے دیا ہے۔

۵۔ووٹ اس شخص کو دیا ہے جس کو جمہوریت اور ملک کے مفاد سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

۶۔ووٹ صرف نظریہ کو دیں تب پتہ چلے گا اس نظریہ کے خواہاں کتنے ہیں بدقسمتی سے اگر اس بنیاد

پر ووٹ ڈالتے تو اس وقت ہم اس دور کے سیاسی دماغ رکھنے والے شخص جناب شاہ محمود قریشی یا جاوید ہاشمی کی بات کو ان کے اطرافیوں کے لیے تسلی بخش قرار دیتے کہ انہوں نے کہا عمران خان کو ایک کروڑ ووٹ ملے یہاں تو دس بیس ہزار ووٹ والے جیت گئے۔

۷۔ وہ افراد جو اس ملک سے دور ہیں وہ اس گھر کے مصالح ومفاسد ومنافع ومضرات میں شریک نہیں ہیں صرف انتساب رکھتے ہے دوستانہ محبت رکھتے ہیں، ان کو بھی یہ حق حاصل نہیں ہے، لہٰذا جو اس ملک سے چندین سال سے باہر رہ رہے ہیں یہاں کے مسائل میں عمل دخل نہیں رکھتے ہیں چاہے وہ یہاں واپس آنے کی نیت رکھتے ہوں یا وہاں کی شہریت اختیار کر چکے ہوں وہ حق ووٹ نہیں رکھ سکتے ہیں بطور مثال حسین حقانی، شیرین رحمٰن ہر آئے دن امریکا کے مفاد میں ہمارے ملک کے خلاف بیان دیتے ہیں وہ حق ووٹ نہیں رکھ سکتے ہیں۔

۸۔ بعض انسان فاقد التشخیص ہوتے ہیں ان کے ہاتھوں میں ایک ڈوری بندھی ہوتی ہے جو مکان و اراضی کے مالکان، کارخانہ جات کے ارباب، اداروں کے افسران کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ پھر وہاں سے کہاں جاتی ہے پتہ نہیں بعض اہل تحقیق وتوثیق والوں کا کہنا ہے، فیصلہ کن ووٹ فرشتوں کا ہوتا ہے، اس کی توثیق وتفریق بھی معلوم نہیں ہے لیکن خود ووٹ جو اندراج ہیں وہ ۸ کرڑ ۴۳ لاکھ ۶۵ ہزار بتائے جاتے ہیں۔ رائے دہندگان کی رائے عام طور پر نوٹوں، نوکریوں، جرائم پیشہ افراد کی معافی، بنکوں سے لئے گئے قرضوں کے معاف کرانے، خاندانی روابط اور قومی وعلاقائی تعلقات پر قائم ہوتی ہے۔ ووٹ ملکی مصلحت اور سربلندی اسلام کیلئے قطعی طور پر نہیں ہوتے جس کا ثبوت یہ ہے کہ اس پر زیادہ رقم دنیائے کفر وشرک خرچ کرتے ہیں گرچہ یہاں نابالغوں کو حق ووٹ حاصل نہیں ہے، لیکن ملک وملت خاص کر دین اسلام سے نفرت والوں کو حاصل ہے۔

دوہری شہریت والوں کے ووٹ کو مغربی مداخلت تصور کرنا غلط نہیں ہوگا:۔

انسان طلب روزگار میں گھر سے نکلتا ہے تو کوئی کارخانے میں جاتا ہے، کوئی دکان، کوئی کھیت میں

اور کوئی بیرون ملک جاتے ہیں۔ جو تنخواہ ملتی ہے اس سے گھر والوں کی عیش ہوتی ہے، وہ اپنا علم ،فکر اور توانائیاں صرف کرتے ہیں اور جو پیسے ملتے ہیں انہیں گھر بھیجتے ہیں لیکن ان دوہری شہریت والوں کو ملک کی تقدیر بدلنے میں ضروری گردانناعقل اور شریعت سے باہر ہے۔ایک عرصے سے ملک میں مغرب نواز،اغیار پرست ،ملک دشمن، اسلام دشمن عناصر کی تکرار ہے کہ ملک سے باہر شہریت رکھنے والوں کو بھی حق ووٹ دینا چاہیے، جبکہ وہ ویسے ہی وہاں بیٹھ کر ہمارے ملک کے امن وسکون کو بے چینی میں بدل رہے ہیں۔جس طرح حسین حقانی اور الطاف وہاں بیٹھ کر یہاں امن وامان برباد کررہے ہیں۔

ووٹ کی خاطر حقوق خواتین کا استحصال:۔

ہم نہ خواتین کے ووٹ دینے کے خلاف ہیں نہ خواتین کے کام کرنے کے خلاف ہیں لیکن ان جمہوریت خواہوں سے سوال ہے کہ کیا اپنے اور دشمنان اسلام کے مفاد کی خاطر خواتین کے حقوق سے کھیلنا لمحہ فکریہ نہیں ہے؟ خواتین گرچہ صنف اناث ہیں،لیکن نام نہاد جمہوریت خواہوں کی زوجہ، بہن، بیٹی ، ماں ، خالہ، پھوپھی ہیں ان کو ووٹ کی خاطر اور پھر ووٹ کے بعد شاہراہوں پر اجنبی وغیر اجنبی مخلوط رقص ورقاصی کیلئے کھینچنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے اندر اسلامی اور مشرقی غیرت وناموس کا خلیہ نہیں ہے۔انھیں یہ حقوق دینا کہ مظاہرے میں شرکت کریں،مردوں کے آمنے سامنے دوبدو،نعرے بازی ورقص کریں اور مخلوط اجتماع میں شرکت کریں تو یہ ایک اضافی حق ہے اور عقل وشریعت کے خلاف ہے اگر بنیادی حقوق پامال ہوں تو یہ حق کسی کام کا نہیں ہے۔ بنیادی حقوق وہی ہیں کہ جن سے یہ جمہوری لوگ خود آنکھ چراتے ہیں اپنے کانوں میں کپاس بھرتے ہیں، منہ میں لجام لگائے ہوئے ہیں۔خواتین کے بنیادی حقوق وہی ہیں جو مردوں کے ہیں۔ان کو کھانے پینے کی اشیاء درکار ہیں رہنے کی جگہ چاہیے اور کھانے پینے رہنے کے بعد دیگر ضروریات میں سب سے زیادہ اہم حق زوجیت ہے۔خواتین کی بھی اسی حد تک جنسی خواہشات ہیں جتنی مردوں کی ہیں یا اس سے بیشتر ہیں۔اس سے اس ملک کی آدھی سے زیادہ خواتین محروم ہیں۔

۱۔ وہ خواتین جنہیں ازدواجی نعمت نصیب ہی نہیں ہوئی۔

۲۔کثرت طلاق کی وجہ سے زوجیت سے محروم ہیں۔

۳۔شوہر کی موت کی وجہ سے زوجیت سے محروم ہیں۔

ان تینوں اسباب کی وجہ سے خواتین کی اکثریت نعمت شوہر اور میاں بیوی کے ایک ساتھ چلتے رہنے کے لطف سے محروم ہیں۔اس کیلئے کبھی کسی جمہوریت خواہ نے سوچا ہے یا کوئی کانفرنس وسیمینار منعقد کیا یا کوئی کالم لکھا ہے۔خواتین کا ایک بنیادی حق جو ابھی تک اس ملک میں دین و بے دین، عالم و دانشور تمام گھرانوں میں ناپید ہے وہ ارث ہے۔باپ، بھائی،شوہر سب ان کو اس حق سے محروم رکھتے ہیں۔لہٰذا یہ ووٹ کا حق خواتین کے فائدے میں نہیں ہے،ووٹ کی وجہ سے خواتین بدظن ہورہی ہیں ایسا گمان ہو رہا ہے۔بعض کے نزدیک جو بل پرویز مشرف نے اور پنجاب اسمبلی نے پاس کئے ہیں ان سے شوہروں کے حقوق کا استحصال ہو رہا ہے جبکہ ہم کہتے ہیں یہ شوہروں کے نہیں خواتین کے اوپر بم مارا ہے۔اگر اسمبلی جو حقوق اسلام نے دیئے ہیں ان کو اٹھاتی تو پوری امت ان کو داد دیتی لیکن ان کو امت کی نہیں مغربی آقاؤں کی داد چاہیے۔

الحادیوں کو مذہب کی ضرورت:۔

جس طرح یورپ کے فاتحین استعمارگر، سرزمین اسلام پر قبضہ کرنے کیلئے دوبارہ دروازہ کلیسا پر پہنچے اور کہا حضور ہمیں آپ کی ضرورت ہے آپ کے بغیر ہم چل نہیں سکتے،آپ جتنے بھی برے کیوں نہ ہوں ہماری ضرورت ہیں،آپ کے بغیر ہم اپاہج ہیں آپ کو تمام سفرخرچ دے کر اسلامی ملکوں میں بھیج رہے ہیں۔اگر یہاں آپ کی ضرورت ختم ہوگئی ہے تو وہاں کیلئے آپ ہماری ضرورت ہیں چونکہ ہم ملحد ہیں،ہمیں دینی زبان نہیں آتی،صرف آپ یہ زبان روانی سے بول سکتے ہیں نیز آپ کے حلیہ میں دینی باتیں سنتے ہیں۔بالکل اسی طرح یہاں بھی،غرب نواز، الحادنواز، مسلمانوں کو پھانسی پر چڑھانے، پکڑ کر غیر مسلموں کو دینے والے،مسلمانوں کو غلامی انگریز میں دے کر سرکار کہنے والے سیاست دان مولوی کے دروازے پر پہنچتے ہیں اور کالم نگاروں کے کالم کا موضوع بنتے ہیں۔فضل الرحمٰن،سراج الحق،سمیع الحق،ساجد و راجہ جیسے چھوٹے مولویوں کے گھر آ کر دستک دیتے ہیں،دفتروں میں بلاتے ہیں،اخباری کالموں میں لکھتے ہیں کہ یہ علماء کی

ذ مے داری ہے کہ قوم کو ووٹ کی شرعی حیثیت بتائیں۔ان کو بتائیں ووٹ دینا واجب ہے، ووٹ دینا صدر اسلام میں میدان جنگ میں جانے کے برابر ہے، کربلاء کے میدان میں جانے کے برابر ہے۔

پاکستان میں انتخابات:۔

پاکستان میں حق رائے دہی استعمال کرنے کی شرح دنیا بھر کی نسبت بہت نیچے ہے، اس کے بعد صرف تین ملک آتے ہیں۔ پاکستان میں سرکاری سطح پر ۳۵۔۴۵ فیصد تک شرح بتاتے ہیں جبکہ غیر سرکاری رپورٹ جو کہ معتبر لگتی ہے ۴۳ فیصد بتاتے ہیں۔اس شرح کے ساتھ ۵۵ فیصد ووٹ استعمال نہیں ہوتے، تو اکثریت کا دعویٰ جھوٹ کا پلندا ہے۔ضائع ہونے والے ووٹ اور چھوٹی جماعتوں کے ووٹ کو نکالنے کے بعد پندرہ بیس فیصد ووٹ لینے والی پارٹی اکثریت کی مدعی بن کر حکومت کرتی ہے۔ ووٹر کی گرتی ہوئی صورت حال کا تجزیہ کرتے ہوئے کہتے ہیں ہماری عوام کو اس کی قدر ومقام وحیثیت معلوم نہیں ان کی صحیح رہنمائی نہیں ہوتی ہے۔ ذرائع ابلاغ کا فرض بنتا ہے، لیکن وہ کوتاہی کرتے ہیں حالانکہ یہ بات جھوٹ اور غلط گوئی پر مبنی ہے، بلکہ ذرائع ابلاغ کے سر پر بیٹھ کر ان سے عوام کی بیداری کا ڈھنڈورا پٹوایا جاتا ہے۔ وہ یہ کام اللہ ورسولؐ اور ملک وملت کے مفاد میں نہیں کرتے بلکہ سرکار سے لی گئی بیس تیس لاکھ رقم کی مزدوری میں کرتے ہیں۔ لیکن عوام نے دیکھا ہے تجزیہ کیا کہ ان ذرائع سے انتخاب لڑ کر اقتدار پر آنے والے جھوٹے ہیں لہٰذا وہ ووٹ ڈالنے سے نفرت کرتے ہیں۔اب اس تجویز پر غور ہو رہا ہے کہ ووٹ کو جمہوری انداز میں استبدادی طریقہ سے حاصل کریں جیسے ایک چور ڈاکو مالک سے کہتا ہے مجھے مال دو ورنہ ماردوں گا۔

۱۴۳۴ھ کے انتخابات:۔

بروز ہفتہ ۳۰ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ بمطابق ۱۱ مئی ۲۰۱۳ء بارہویں انتخابات ہیں انتخابات میں طالبان اور دیگر دہشتگردوں کی طرف سے انتخابات میں خلل ڈالنے کی بڑھتی ہوئی افوائیں اور ذرائع ابلاغ کی طرف سے اس تزویراتی طریقہ کار کی وجہ سے عوام میں طالبان یا دہشتگردوں کی حکومت قائم ہونے کے خوف وہراس کے پس منظر میں سابقہ انتخابات کی بنسبت عوام میں زیادہ جوش وخروش دیکھنے میں آیا ہے۔

۱۔ملک میں ۶۵ جگہوں پر انتخابات فوج کی نگرانی میں ہوئے گزشتہ انتخابات میں ووٹوں کی شرح ۶۶۔۴۱ رہی ہے ۱۹۷۰ء میں ۶۲ فیصد ۱۹۷۷ء میں ۴۷ فیصد ۱۹۸۵ء ۴۲ فیصد ۱۹۸۸ء میں ۴۳ فیصد ۱۹۹۰ء میں ۴۳ فیصد ۱۹۹۳ء میں ۳۰۔۴۰ فیصد ۱۹۹۷ء میں ۳۱ فیصد ۲۰۰۲ء میں ۳۹ اور ۲۰۰۸ء میں ۳۹ فیصد کہتے ہیں ۔[۳۰ جمادی الثانی ایکسپریس سے لیا ہے]

۲۔انتخاباتی انتظامیہ کا سربراہ فخر الدین جی ابراہیم بوہرہ کا تقرر ہوا۔

۳۔انتخابات میں مسلم لیگ ۱۲۴ پی پی ۳۲ تحریک انصاف ۳۵ اور جمعیت علماء اسلام جماعت اسلامی ایم کیو ایم نے بھی اپنے حلقوں سے کچھ نہ کچھ نشستیں لیں ،الیکشن کے غیر جانب دار ہونے کا پروپیگنڈا غلط ثابت ہو گیا اور پھر سے متنازعہ بن گیا اس کے خلاف بیانات دھرنوں اور عدالتوں میں استغاثوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

۴۔چودھری نثار ۱۹۸۵ء سے مسلسل قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہو رہے ہیں ان کی یہ آٹھویں بار ہے۔

فخر الدین جی ابراہیم بوہرہ کو ایک دیندار غیر جانب دار نگران متعارف کرایا گیا، ان کے اعمال و کردار نے دیانت داری و غیر جانب داری پر پانی پھیر دیا جہاں انہوں نے مذہب کے نام پر ووٹ لینا جرم قرار دیا جس سے لوگوں میں بہت تشویش آئی یہ کیسے ممکن ہے مسلمان ملک میں دین کے نام سے ووٹ حاصل نہیں کئے جا سکتے آخر میں وقت کے مقتدر اعلیٰ عسکری جنرل کیانی نے ایک ناقص وضاحت کر کے جذبات کو ٹھنڈا کیا، ساتھ ہی جعلی اور دیگر اعتراضات کرنے پر افراد کو فہرست سے خارج کرنے کے بعد دوبارہ انتخابات لڑنے کی اجازت بھی دی گئی، بعض کامیاب بھی ہوئے لیکن اصلی اعتراض کے رفع ہونے کا اعلان نہیں کیا۔

ملک کے آئین ساز ایوانوں کے امیدواروں کے دینی سوالات پر اعتراضات:۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں سرکاری نیم سرکاری یا خود مختار اداروں میں ملازمت کے لئے دستاویزات میں تعلیمی اسناد کے ساتھ تجرباتی تصدیقات بھی پیش کرنا ضروری ہوتی ہیں پھر بھی اس پر اکتفاء

نہیں کرتے بلکہ مزید زبانی سوالات واستفسار کے لئے بلا کر گھنٹوں میں سینکڑوں سوالات غیر متوقع کئے جاتے ہیں، مذہبی گرائش، بین الاقوامی تعلقات، ملک میں قائم سیاسی پارٹیوں پر تبصرہ، حالات حاضرہ نمی دانم اور کتنے سوالات کرتے ہیں۔ اس پر ابھی تک کسی دانشور نے اعتراض کیا ہو تنقید کی ہو، سنا نہیں ہے، لیکن اس سال ۱۴۳۴ھ کے قومی اور صوبائی نشستوں کے امیدواروں سے دینی سوالات کرنے پر شدید ردعمل سامنے آیا ہے اگر یہ جعلی اسناد رکھنے والوں یا کم پڑھے لکھے انسانوں سے ہوتا تو پریشانی کا باعث نہیں تھا لیکن حیرت و افسوس اس بات پر ہوا کہ یہ اعتراض اس ملک کے ممتاز اور اعلیٰ منصب پر فائز رہنے والے دانشوروں کی طرف سے ہوا جن میں سابق وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی، نگران وزیراعظم کے امیدوار، سپریم کورٹ بار کے سابق صدر، سابق وزیر داخلہ قانون دان اعتزاز احسن اور مہاجروں کے قائد الطاف حسین بھی شامل ہیں۔ ان کی طرف سے شدید تنقید سے واضح ہو گیا کہ یہ ملک جو ۹۸ فیصد مسلمانوں کا ملک ہے اس ملک کے پانچ سالوں تک مقدرات سنبھالنے والوں اور آئین بنانے والوں کو اپنی دینی وہ بھی سادہ معلومات کے بارے میں سوالات برداشت نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ’’یہ روشن خیال منورین ہیں‘‘ بلکہ ان کے صفحاتِ دل اسلام کے لئے سیاہ ہیں۔

۱۱ مئی ۲۰۱۳ء انتخابات میں جعلی ووٹوں کی تعداد:۔

پی ایس ۳۳ خیر پور میں ڈالے گئے ۶۵ ہزار ۵۱۱ ووٹوں سے صرف ۲۹ ہزار کی تصدیق ہوسکی یہاں پی پی کے فضل علی شاہ ۴۲ ہزار ووٹ لے کر کامیاب ہوئے تھے فنکشنل کے امیدوار ۳۲۴۰ ووٹ سے ہار گئے۔ ان میں سے بارہ ہزار ۸۱۸ ووٹ جعلی نکلے ہیں یہ انکشاف نادرا نے ٹریبونل کراچی کو دی گئی نقل جمعرات ۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ کو کیا۔

جمعہ ۲۷ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ بمطابق ۲۸ فروری روزنامہ دنیا کے ص ۸ پر آیا ہے کہ سندھ کے وزیر جیل منظور وسان کے حلقہ ۳۲ سے ۶۱ ہزار ۳۰۷ سے صرف ۲۸ ہزار ۲۹۵ ووٹ کی تصدیق ہوئی ہے جبکہ ۲۲ ہزار ۵۲۵ کی شناخت نہیں ہوسکی جبکہ دس ہزار ۲۳۴ ووٹ جعلی نکلے ہیں ۲۴۸ ووٹ فائل میں درج نہیں ہوئے

ہیں۔

انتخابات کے نتائج کی تفسیر:۔

۱۔ ۱۹۷۷ء کے انتخابات کی روئیداد کتاب کون کیسے گیا، اپنے مخالفین سے کیا سلوک کیا گیا ہے۔ص ۱۷۵، مرتضیٰ انجم،

۲۔ اکتوبر ۱۹۹۰ء کے بارے میں اسلم بیگ کا اظہار خیال کون کیسے گیا، مرتضیٰ انجم ص ۲۶۵،

۳۔ فروری ۱۹۹۷ء کتاب کون کیسے گیا ص ۳۶۳ مرتضیٰ انجم۔

۴۔ ۲۰۰۴ء ۱۹۱ ووٹ لیکر شوکت عزیز وزیر اعظم

حوادث اور واقعات خاص کر جنگ وتصادم کے بعد اگلے مرحلہ میں فتح وہزیمت کے اسباب وعوامل کی تلاش وجستجو کی جاتی ہے تجزیہ وتحلیل کرتے ہیں اور فتح وشکست کی تفسیر کرتے ہیں چنانچہ ۱۱ مئی ۲۰۱۳ء کے انتخابات میں، پی پی، ق لیگ، پختون خواہ والوں کی شکست کے عوامل واسباب تجزیہ نگاروں نے پیش کئے ہیں۔ شاید ممکن ہے کہ پی پی کے مخالف ہوں یا عمران ونواز کے حامی ہوں یا ان دونوں میں سے کسی کے بھی حامی نہ ہوں صرف جمہوریت کے پرستار ہوں وہ جمہوریت کو بچانے والے ہوں لیکن جمہوریت سے دور لے جا رہے ہوں، ایسا نہیں جمہوریت کو شکست ہو یا جمہوریت اپنی جگہ باقی رہے بلکہ جمہوریت کی کامیابی عوام کی بیداری میں نمایاں نظر آتی ہے، چنانچہ اس انتخاب کا تجزیہ وتفسیر ۲۵ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ بمطابق ۱۵ مئی والے ایکسپریس اخبار میں ملک منظور احمد نے پیش کیا ہے، انتخابات کے نتائج کو اور سیاسی جماعتوں کی پہچان کو معیار فتح وشکست بنایا ہے جس میں انہیں پریشان حال ایم کیو ایم نظر آئی۔

کیا پاکستان میں الیکشن مغربی دخالت سے آزاد ہیں:۔

یہاں حکومت انہیں ملے گی جن کی مغربی ممالک حمایت کریں گے لہٰذا ان جماعتوں نے اپنی ایک شاخ پاکستان میں کھولی ہوتی ہے اور دوسری مغرب میں، وہ وہاں کے حکمرانوں سے رابطہ میں رہتے ہیں۔ انہیں وعدہ ووعید دیتے ہیں کہ اس دفعہ ہماری پارٹی کو حکومت دیں۔ جب یہاں ان کی حکومت ہوتی ہے تو

وہاں سے آکر وزراتیں اور اعلیٰ اختیارات حاصل کرتے ہیں اور مخبر بنتے ہیں اور تجارتی فوائد حاصل کرتے ہیں، لہٰذا ہماری سیاسی جماعتیں بیرون ملک رہنے والوں کو حق ووٹ دینے پر مصر ہیں۔حق ووٹ کس کو حق حاصل ہے اسے بنیاد سے اٹھانے کی ضرورت ہے تاکہ ووٹوں کے کھیل کا سلسلہ سرے سے ختم ہوجائے۔

پاکستان میں بسنے والے:۔

پاکستان میں بسنے والے پاکستان کی خیرخواہی کا دعویٰ رکھنے والے چاہے وہ غیر مسلم مذاہب سے تعلق رکھنے والے ہوں یا شناختی کارڈ کے مسلمان اور اندر سے الحاد کے حامی ہوں یا ہم فکر بیرونی ممالک کے ذریعے یہاں اسلامی نظام کے نفاذ کو روکنے والے ہوں، یہ سب جان لیں کہ پاکستان اور اسلام لازم وملزوم اور ناقابل تحلیل ہیں۔آپ کی اسلام و مسلمین سے نفرتوں، کدورتوں اور بیرونی تعاون سے یہ ملک زوال و نیستی کی طرف ہی جائے گا، رہنے کے قابل نہیں رہے گا۔یادرکھیں چاہے یہاں کے لوگ منافق اور سیکولر ہی کیوں نہ ہوجائیں یہ ملک ترقی نہیں کرسکے گا کیونکہ کسی ملک کی ترقی اس وقت تک ممکن ہوتی جب اس ملک کی عوام حکمران کے ساتھ شانہ بشانہ ترقی میں حصہ لے لیں، جب تک یہاں اسلام نہیں آئے گا، حکمران فاسق وفاجر رہیں گے، غیر اعلانیہ خیانت اور خورد برد ہوتی رہے گی اور حیلے بہانے سے چور ڈاکہ لگاتے رہیں گے۔اس ملک کے نظام میں ایک تضاد ہے، یہاں مغربی نظام نہیں چل سکتا جو کچھ یہاں خرابیاں موجود ہیں اور کرپشن ہورہی ہے وہ سب مغربی نظام کی وجہ سے ہورہی ہے۔عوام اندر سے اس نظام کو غاصب نظام سمجھتے ہیں لہٰذا اس مغربی نظام کی وجہ سے ہر جگہ چوری ہے۔

نفاذ اسلام:۔

جمعرات ۵ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ بمطابق ۶ فروری ۲۰۱۴ء کو ’’نفاذ اسلام‘‘ میں کالم نگار بلال رشید نے اور ہفتہ ۷ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ بمطابق ۸ فروری ’’نفاذ شریعت کی دھمکی‘‘ میں کالم نگار خورشید ندیم نے اسلام کا مذاق واستہزاء اسلام طالبان سے کیا تھا۔اسلام کو کنارے پر لگانے کیلئے چند مثالوں سے سہارا لیا گیا، مثلاً صوفی محمد کا ایک دن پہلے روزہ رکھنا یا کھولنا، مولوی فضل اللہ کی طرف سے لڑکی کو کوڑے مارنا، اسی طرح

کبھی سعودی اسلام یا وہابی اسلام اور کبھی ایرانی اسلام کا نام دیا جاتا ہے۔

اگر نواز شریف صاحب کی نظر میں جدید دور میں اسلام کی صحیح مثال سعودی عرب پیش کرتا ہے تو ساجد نقوی صاحب، راجہ ناصر صاحب اور جواد نقوی صاحب ولایت فقیہ ایران کی مثال دیتے ہیں، جو شام میں بشار الاسد کو بچاتے ہیں عراق میں امریکا کا ساتھ دیتے ہیں اور افغانستان میں شمالی اتحاد کا ساتھ دیتے ہیں، پاکستان میں اسلام کا مسخرہ کرنے والے مشرف کی تائید کرنے والے ہیں۔ یہ دونوں ملک اسلام نہیں بلکہ فرقہ کی ترویج کے داعی ہیں۔

اس کی ایک مثال تاریخ اسلام میں ملتی ہے جہاں کسی نے امام علی سے کہا آپ ہمیں دونوں میں سے ایک کا ساتھ دینے کیلئے کہتے ہیں کیا ہم طلحہ وزبیر اور عائشہ کو آپ کے کہنے پر گمراہ سمجھیں یا ان کے کہنے پر آپ کو گمراہ سمجھیں ہم کہاں جائیں۔ حضرت نے فرمایا تم نے غلط سمجھا حق وحقیقت کو شخصیات کے توسط نہیں پہچانا جاتا بلکہ حق سے لوگوں کو پہچانا جاتا ہے نہ کہ لوگوں سے حق کو لہٰذا حق واسلام کو سعودی، ایرانی، ملائیشیائی، طالبانی یا جماعت اسلامی سے نہیں بلکہ اسلام اور حق کو قرآن وسنت عملی رسولؐ سے پہچانا جاتا ہے۔

پاکستان کو مسلمانوں نے بنایا لیکن سیکولروں نے ڈاکہ ڈالا:۔

تاریخ بشریت میں قصہ ڈاکہ زنی معروف ہے۔

۱۔ملحدین نے دین پر ڈاکہ ڈالہ۔

۲۔اسلام پر فرقوں نے ڈاکہ ڈالا۔

۳۔فرقوں پر باطنیہ نے ڈاکہ ڈالا۔

۴۔انقلاب یورپ میں یہودیوں نے ڈاکہ ڈالا۔

۵۔ہندوستان میں انقلاب مسلمین پر برطانیہ کے پروردہ سیکولروں نے ڈاکہ ڈالا۔

ڈاکہ ڈالنے والے کون ہوتے ہیں کسی قوم وجماعت کی سعی پیہم سے حاصل ہونے والے ثمرات کو چھیننے والے ڈاکو ہوتے ہیں، ان کے چہرے مکروہ وناپسندیدہ ہوتے ہیں۔ چور اگر کمزور ہوں تو رات کو حالت

غنودگی میں سرقت کرتے ہیں اور اگر طاقت وقدرت مند ہوں تو دن میں نقاب لگا کے سرقت کرتے ہیں اس کو عرف عام میں ڈاکہ کہتے ہیں۔انقلابات، تنظیمات اور ادارات میں چورمکروہ عزائم ومنویات لیکر شامل ہوتے ہیں اپنی دشمنی کو، نقاب اخلاص پہن کر دردمندی سے پیش کرتے ہیں، اپنی خدمات کو جذبات سے سرشار بطور حقیرانہ پیش کرتے ہیں خود کو بے غرض دکھاتے ہیں اور جلد ہی سیکرٹری یا صدر بن کر قبضہ کر لیتے ہیں۔ہم نے بتایا یہ ملک پاکستان مسلمانوں نے بنایا ہے۔مظالم، مشقت، دربدری مسلمانوں نے برداشت کیں لیکن سیکولروں نے اسلام کا نام لے کر قبضہ جمایا۔ اس کی مثال کچھ اس طرح سے ہے کہ اگر کوئی یتیموں کے نام سے چندہ کر کے ارب پتی ہو جائے تو اس سے حساب لینے والے کہیں گے کہ آپ نے چندہ کس نام سے لیا تھا۔

ہماری حکومتیں کس کی نمائندگی کرتی ہیں:۔

کسی انسان کی دوسرے انسان پر حکمرانی کے جواز کی دلیل اور سند مانگی جاتی ہے یہاں حاکم اور محکوم دونوں میں چند مفروضات بنتے ہیں:

۱۔حاکم کا حکم ہر قسم کی سند سے عاری ہے اس کو استبدادیت وآمریت کہتے ہیں۔

۲۔اگر بعض نے حق دیا بعض نے نہیں دیا اسے نیم آمریت کہیں گے۔

۳۔اگر حاکم اپنی حکومت کو اللہ سے استناد کرے گا تو اس کی حکومت کو انبیاء کی حکومت کہیں گے۔

۴۔اگر کسی اور ملک کی طرف سے حکومت کرے گا تو اس کو حکومت مستعمرات کہتے ہیں۔

۵۔اگر حکومت اللہ کے دین وشریعت کے نفاذ کے لئے عوام تعین کریں تو اس کو حکومت دین کہتے ہیں۔

۶۔اگر وہ اپنے آپ کو اللہ کا بندہ گردانتے ہیں لیکن اس پر کوئی اور حکومت قائم کریں گے تو اس کو طاغوت کہیں گے۔

۷۔اگر پاکستان نشین خود کو اللہ کا بندہ گردانتے ہیں لیکن ان پر حکومت لادین کرتے ہیں تو اس کو

سیکولر حکومت کہتے ہیں۔

۸۔اگر پاکستان مخلوط نشین ہے تو اسوقت یہاں قائم حکومت کو حکومت لبرلستان کہیں گے۔

یہاں سے ارباب فکر ونظر اور داعیان جمہوریت کو دعوت دی جاتی ہے کہ آپ کو بحیثیت مسلمان اس سوال کا جواب دینا چاہیے کہ اہل پاکستان کی اُمیدوں کو ہم آہنگی اور ترقی اور تمدن کی منزل کی طرف چلانے کے لئے کونسی حکومت ہوگی؟

پاکستان میں رائج جمہوریت اس ملک کیلئے دیمک:۔

اس ملک میں دو ایوان قومی اسمبلی اور سینٹ ہیں، ان پر کتنی لاگت آتی ہے، مجھے اس حوالے سے پتہ نہیں ہے، لیکن متعلقہ افراد کو پتہ ہوگا۔ یقیناً ان کی تنخواہوں، سہولتوں، اختیارات اور کرپشن سب کو ملائیں تو ایک صوبہ کی آبادکاری کیلئے پیسے کم نہیں پڑیں گے۔ جمہوریت کے داعی بتائیں عقل وقانون اور شریعت کی رو سے اسکا کیا جواز بنتا ہے۔

ادارہ ایوان بالا دنیا میں کہاں ہے اور کہاں نہیں ہے اس میں نہیں پڑیں گے، کیونکہ یہ تقلید ہے۔ ہم عقل ومنطق اصول اور قانون اور شریعت کی بات کرتے ہیں۔ ہم اس قانون کو مانتے ہیں جو کسی اصول کے تحت بنایا گیا ہو، اس کے چار مفروضے بنتے ہیں آپ اس میں سے کون سا مفروضہ انتخاب کریں گے؟

۱۔زیریں وبالا دونوں ایوان ایک ہی پارٹی کی طرف سے ہوں تو اس صورت میں ایک فالتو ہوگا۔

۲۔ایوان بالا حزب مخالف کا ہو تو یہ بہت نقصان دہ ہوگا کیونکہ حزب مخالف کا ہمارے ہاں یہ اصول ہے کہ حزب اقتدار کا راستہ روکنا ہے، اس کو کام نہیں کرنے دینا ہے۔

۳۔ان دونوں کا مرکب ہو جس طرح ابھی تک چل رہا ہے یہ بھی کسی قسم کے فائدے کا نہیں ہے۔

۴۔ایوان بالا ایسے افراد پر مشتمل ہو جو حزب اقتدار اور مخالف دونوں سے الگ ہو۔ یہ معقول بات ہے تاکہ حزب اقتدار کی غلطیوں اور من مانیوں کو روک سکیں۔

عہدہ صدارت:۔

صدارت کے عہدے اور وزیراعظم کے عہدے میں سے ایک زیادہ ہے۔ ہرصورت میں ایک زیادہ ہے۔اس ادارے پر آنے والے تمام اخراجات ملک پر ایک بلا جواز بوجھ ہے۔اس کی بھی دنیا میں مثال کم ملتی ہے،آپ اپنے آپ کو برطانیہ یا امریکہ سے منسوب کرتے ہیں۔لیکن نہ یہ امریکہ میں ہے اور نہ برطانیہ میں،اس پر کیوں کوئی بات نہیں کرتے ، کیوں اس بوجھ کو رکھا ہوا ہے ،کس منطق کے تحت آپ پارلیمانی نظام کوصدارتی نظام پر ترجیح دے رہے ہیں۔

خصوصی نشستیں ہیں:۔

ملک میں ایوان زیریں میں ٹیکنوکریٹ اور خواتین کی سیٹوں کا کوئی جواز نہیں بنتا ہے۔ یہ کس منطق کے تحت ہیں۔ان کو یہی پارٹیاں صرف اپنے ممبران بڑھانے یا باہر کی این جی اوز کو ممبر بنانے کیلئے لاتی ہیں۔

اپوزیشن لیڈر کا عہدہ ہے۔

اس عہدہ کو اس قدر اٹھانا، مقام اور سہولتیں دینا سمجھ سے باہر ہے لیکن جو عقل وتجربہ میں آیا ہے، وہ یہ ہے کہ اس کا کوئی کردار حکومت کی کوتاہیوں ،غلطیوں یا خیانت کاریوں کی نشاندہی کرنا نہیں ہوتا بلکہ اپنا اور اپنی پارٹی کے وجود کا اظہار کرنا ہوتا ہے۔اگر مخالفت نہ کرے تو افواہ پھیلاتے ہیں کہ اس کی پارٹی مردہ ہوگئی ہے بک گئی ہے۔لہٰذا وہ مخالفت ملک وملت کی خاطر نہیں بلکہ اپنی اور اپنی پارٹی کی خاطر کرتے ہیں۔کتنی مصیبت ہے ایوان زیریں میں قائد حزب اختلاف اور بالا کے سربراہ دونوں مل کے حکومت کے خلاف بولیں۔جس طرح پی پی اور تحریک انصاف نے ان دوتین سالوں میں کارکردگی دکھائی ہے،اس سے پتہ چلتا ہے کہ حزب اختلاف کا کردار پاکستان کی ملت کے مفاد میں نہیں ہے۔حزب اختلاف کا فائدہ اس وقت ہوگا جب احزاب کا خاتمہ کریں گے اور ملک میں عوامی نمائندہ انتخاب کرنے کا اصول وضع کریں گے،جس کے تحت اکثریت یافتہ اقتدار میں ہونگے اور بقیہ از روئے انتخاب قائد حزب اختلاف مقرر کریں۔

مقدس ایوان، مقدس جمہوریت، مقدس آئین:۔

مقدس ایوان:۔

۲۸ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ کے جریدہ دنیا بمطابق یکم مارچ ۲۰۱۴ء کے صفحہ اوّل پر آیا ہے جمشید دستی نے گزشتہ روز اسمبلی میں پارلیمنٹ لاجز میں شراب وشباب کی محفلوں کی شکایت کی، اس پر ایوان میں ہلچل مچ گئی اور فوری طور پر ڈائریکٹر لاجز کو تبدیل کیا گیا، وزیر داخلہ چوھدری نثار نے اس الزام کو بے بنیاد قرار دیا، اور کہا اس سے غلط پیغام جائے گا، اسپیکر نے جمشید دستی کو ثبوت پیش کرنے کی دعوت دی، اور نائب سپیکر مرتضیٰ جاوید نے ثبوت دینے تک جمشید دستی پر بات کرنے کی پابندی لگائی۔

نذیر ناجی صاحب کو جمشید دستی پر بہت غصہ آیا اور انہوں نے کہا دوسرے لوگ قومی مسائل پر بات کرتے ہیں، لیکن دستی صاحب اپنی بات کرتے ہیں۔ ۲ مارچ دنیا اخبار میں علامہ ابتسام الٰہی ظہیر نے اس پر اپنے کالم میں لکھا کہ جمشید دستی کے انکشاف سے اس ایوان کے تقدس کا پول کھل گیا ہے، جہاں غیر شرعی وغیر اخلاقی سرگرمیاں ہوتی ہوں، وہ کسی طرح بھی تقدس کے لئے لائق وسزاوار نہیں بلکہ کلمہ تقدس مثل کلمہ سید بد نام ہو گیا ہے۔ جمشید دستی نے یکم جمادی الاوّل ۱۴۳۵ھ بمطابق ۳ مارچ ۲۰۱۴ء کو سی ڈیز پر مشتمل ثبوت قومی اسمبلی میں پیش کیا جن میں ایک وزیر مملکت کو بھی دیکھا گیا ہے، چوہدری شجاعت نے کہا جمشید دستی کو اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھنا چاہیے، کسی نے کہا سب پتا ہے کون نہیں جانتا کہ اسمبلی لاجز میں کیا ہوتا ہے۔

مقدس آئین مقدس ایوانوں میں:۔

پاکستان میں پامال ہونے والے حقائق میں سے ایک کلمہ مقدس ہے جسے عام طور پر غیر مقدس چیزوں، جھوٹ کے پلندے، جھوٹے سیاست دانوں جھوٹے رہبران اور دین وشریعت کی مخالفت کے مواقع پر استعمال کیا جاتا ہے۔ قرآن اور سنت وسیرت نبی کریمؐ سے متصادم آئین کو مقدس کہا جاتا ہے اسی طرح اس آئین کو بنانے والوں اور اسے منظور اور پاس کرنے والوں کو بھی مقدس کہا جاتا ہے۔ یہاں کسی سے مخفی و پوشیدہ اور چھپی ہوئی حقیقت نہیں پیش کر رہا ہوں بلکہ جو سب پر بالکل واضح وعیاں ہیں وہ حقائق پیش کر رہا

ہوں اور یہ وہی حقائق ہیں جو ملک میں سب سے زیادہ نشر ہونے والی اخباروں اور جرائد میں آئے ہیں:

۱۔اسلامی ملک کے اس ایوان میں بیٹھنے والوں میں بہت سے ایسے بھی ہیں کہ جنہیں کلمہ پڑھنا بھی نہیں آتا اور وہ سورہ اخلاص جیسی چھوٹی سی معروف ومشہور سورۃ بھی نہیں سنا سکتے لیکن چونکہ وہ یہاں منتخب ہوکر آتے ہیں اس لیے معزز کہلاتے ہیں چنانچہ ۱۴۳۴ھ بمطابق ۲۰۱۳ء کے انتخابات میں اسلام سے متعلق چند سادہ سوالات رکھنا بھی ان کو بڑا ناگوار گزرا تھا۔

۲۔گزشتہ اسمبلی میں بہت سے افراد جعلی وخود ساختہ علمی اسناد دکھا کر منتخب ہوکے آئے تھے ان پر مقدمہ چلایا گیا اور یوں بہت سے نااہل قرار پائے۔

۳۔اس ملک کی کثیر دولت کو دوسرے ممالک میں منتقل کر کے وہاں کی شہریت لینے والے بھی اس اسمبلی میں منتخب ہوکر آتے ہیں۔

۴۔ان ایوانوں میں آنے والے جمہوری حکومتوں میں براہ راست ووٹ ہی سے آتے ہیں لیکن جنہیں انتخاب میں عوام نے مسترد کیا ہے انہیں دوبارہ حکومت ٹکنوکریٹ کے نام سے لے آتی ہے۔خواتین کا ایک ووٹ ہے جو استعمال کیا گیا لیکن عام انتخابات میں ہارنے والی خواتین کو خواتین کی مخصوص نشستوں کے نام سے دوبارہ ایوان میں لاتے ہیں ان میں بھی قرآن وسنت کو چیلنج کرنے والی خواتین کی اکثریت ہوتی ہے۔

۵۔منتخب ہوکر اسمبلی میں آنے والے اپنے فارغ اوقات میں اس اسمبلی کی قیام گاہوں میں شراب و شباب، جوئے، رقص وسرور اور ناچ گانے میں مصروف رہتے ہیں جس کے ایک رکن اسمبلی جمشید دستی نے ہی اسی ایوان بلکہ پورے ملک کو بھی ثبوت دکھائے۔

بعض صحافیوں نے کہا وہ کس قسم کے پاک انسان ہیں جو جعلی سند سے یہاں آئے ہیں بعض نے کہا پورا ملک شراب وشباب کے اثرات بد کی زد میں چل رہا ہے کس کو نہیں پتہ کہ اسمبلی کے اندر اور باہر کے لوگ کیا گل کھلاتے رہتے ہیں۔کسی نے کہا کیا ہماری اکثریت بری ہے یا صرف اراکین اسمبلی بُرے ہیں، کسی نے

کہا جو بھی مسئلہ ہے صاف ہونا چاہیے ہم اتنا کہیں گے کہ جھوٹ اور باطل کا پول ایک نہ ایک دن کھل جائے گا، چاہے یہ صحیح آدمی کے توسط سے ہو یا غلط آدمی کے ذریعے، برے لوگوں سے انتقام لیا جائے گا چاہے یہ مختصر سا ہی کیوں نہ ہو۔

پاکستان میں سیکولر قیادتیں۔

یہ حضرات علوم وفنون کی اعلیٰ اسناد کے حامل ہیں اور ساتھ ہی جہاں دیدہ جہاں آشنا اور تباہ شدہ قوم کے آثار قدیمہ سے بھی واقف ہیں، علوم سمعی و بصری دونوں کے فاضل ہیں۔ انسانی زندگی میں حیات بخش علوم میں، علم تاریخ وعلم قانون ہیں، جو احتجاجی، جدلی، نظریاتی اور عبرتی بھی ہیں۔ ہر انسان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کے پاس موجود مال، دولت، جاہ وسلطنت ہمیشہ اس کی نسلوں تک باقی رہے۔

مال ودولت جاہ وسلطنت اپنی جگہ ایک قانون کے اندر مقید ہوتا ہے، وہی قانون اس کو گردش دیتا ہے، چونکہ اس قانون کی حرکت انتہائی سست ہوتی ہے انسان کو پتہ نہیں چلتا اور اس کے زوال کا قانون حرکت میں آجاتا ہے اور یک دم اس کو صفحہ ہستی سے مٹادیتا ہے۔ لہٰذا اس قانون کو ضرور پڑھیں، دیکھیں، سمجھیں۔

آپ لوگ اس ملک میں مخالف سمت چلنے والی کشتی میں سوار ہیں یہاں ریل گاڑی کی دو پٹریاں چل رہی ہیں لہٰذا یہاں جو فتنہ وفساد ہو رہا ہے اس آیت کریمہ کے تحت ہو رہا ہے، ''اگر زمین میں دو قانون ہوں گے تو فساد پھیلے گا''۔

پاکستان کے منطقہ مسلمان نشین ہونے کی وجہ سے جہاں تک ممکن ہو سکا مسلمان اپنے اوپر اللہ کا قانون نافذ کرتے رہے ہیں، جبکہ حکمران ریزہ خواران استعمار ہیں اور ان کا قانون نافذ کرنے کے لئے تگ ودو میں رہتے ہیں لہٰذا یہاں دو قانون ہیں۔ نحل ۵۱۔۵۲، انعام ۱۶۲۔۱۶۳، مائدہ۔ ۵۰ میں دو قانون نافذ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

دین وملت کی بربادی قیادت پرستی:۔

وطن عزیز میں ملت کے بکھرے ہوئے شیرازے کو جامع وکامل دین کو کنارے پر لگا کر کفر والحاد کو

جاگزین کرنے کیلئے نئی تنظیم نئے قائد کا انتظام وہ بھی تمام سہولتوں اور اختیارات کے ساتھ بحال کرنے کی کوشش ناکام ہی نہیں بلکہ اسے محال و ناممکن کہنا بہتر ہوگا۔ہم مسلمانوں کی بربادی وویرانی کی رمز اسی میں پوشیدہ ہے جو ہم نے پہلے اسلام و مسلمین کے تعارف میں بتائی کہ اسلام ایک جامع وکامل دین ہے اس میں تجزیہ ناممکن ہے یہ بقول فلاسفہ تجزیہ ناپذیر ہے، لیکن ہم میں سے جس کسی نے بھی اپنے وقت و حالات اور مسائل کے تحت کوئی اقدامات کئے وہ اپنے ماضی قریب کی کسی ہستی کی مثال دیتے ہیں یہ درست نہیں ہے۔ہمیں حتی الوسع ہمہ وقت پورے دین کے نفاذ کیلئے کام کرنا چاہیے۔مسلمانوں کا دشمن کے کہنے پر یا عقل و شعور سے عاری جذبات و احساسات، مفادات اور وقتی تسکین یا ہنگامی حالات سے نمٹنے کیلئے قرآن وسنت سے متصادم عمل کو رواج دینا، بلکہ اس کیلئے جانیں، وطن، دین و دیانت سب نچھاور کرنا انتہائی نقصان دہ عمل ہے۔دنیا کے گوشہ و کنار میں اس کی صحت و درستی کیلئے کوئی مہر نہیں لگا سکتا۔ہم دور نہیں جاتے اپنے ہی ملک سے مثال پیش کرتے ہیں یہ ملک اپنی ستر سالہ عمر میں اوپر نیچے دائیں بائیں الٹ پلٹ ہو کر رہ گیا لیکن کچھ اصول وضوابط ابھی بھی برقرار ہیں۔

ملک میں قائم جامعات جن میں، ہندسہ، طب، قانون، اہم جامعات ہیں ان کے سربراہ کسی بھی وقت دوسرے شعبہ میں اختصاصی ڈگری رکھنے والے نہیں بنے اور نہ ہی جعلی سند رکھنے والے منتخب ہوئے ہیں اور نہ ہی وہ ملک کے نظم ونسق میں مداخلت کرتے ہیں، لیکن جب دین کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو عام علوم عربی نحو وصرف پڑھ کر آنے والے یا اصول فقہ اور علم کلام بے معنی پڑھ کر آنے والے جہاں چاہیں مداخلت کریں کوئی روکتا نہیں ہے گویا یہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔

جامعہ منتظر سے فارغ ہونے کے بعد حوزہ قم کے درس خارج پڑھنے والے یہاں علوم جدید کا انتخاب کرتے ہیں اور اصول پڑھنے والا جو کچھ کرنا چاہتا ہے آزاد ہے غلط کام پر داد ملتی ہے جو بھی نقد وسوال کی زبان کھولے تو وہ اپنے شعبے تک محدود نہیں رہتا ہے بلکہ **"مالک علم لدنی صاحب سلونی"** بن جاتے ہیں۔اس سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ مرنے کے بعد بھی قائد رہتے ہیں مسلمانوں میں الحادی

فکرر کھنے والے مرُ دوں کی قیادت میں چلنے پر زور دیتے ہیں۔

بعض کے نزدیک خدمت تنہا اقتدار کے راستے ہی سے ممکن ہے جیسے، جمال الدین، علامہ سرھندی وغیرہ، کسی نے کہا خدمت بدعتوں کے اکھاڑ پچھاڑ سے ہی ہوسکتی ہے جیسے محمد بن عبدالوہاب، کسی نے شعرو شاعری کے طریقے کو خدمت سمجھا جیسے علامہ اقبال کسی نے خمینی کے راستے کو اپنایا یہ درحقیقت ایک کھائی ہے جس میں امت گری ہے، امت اسلام کے لئے قیامت تک کامل وجامع راستہ صرف قرآن ومحمدؐ ہے، دستور میں قرآن تطبیق وعمل میں محمدؐ ہیں۔ دین آسمان سے آتا ہے نہ کہ زمین سے لہٰذا زمین سے پیدا ہونے والا دین ہوامیں چلنے والے غبارے جیسا ہے جو کچھ دیر کے بعد ہوا نکلنے سے خود زمین پر گر جاتا ہے، لیکن سامری نے اس کو زندہ رکھا ہوا ہے۔

یہاں کے علماء اعلام کی سوچ یہ ہے کہ کوئی بھی موقع ملے اسے ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے۔ اپنے مدرسہ کی تدریس میں پچاس سال پڑھے ہوئے بے وقوف اب نشرا کاذیب کے لئے ممبر کی تلاش میں رہتے ہیں، اگر اس میدان میں آ بھی جائیں تو اس میں بہتری لانے کیلئے بھی تیار نہیں رٹی رٹائی پر گزارا کرتے ہیں۔ اس حوالے سے اگر کسی کو صحیح قیادت چلانے کی خواہش ہو تو وہ بلتستان کے قائد علاقہ علامہ جعفری سے سبق لے سکتا ہے، ان کے سامنے دین کا بیڑا غرق ہو جائے علاقہ، فحاشوں، عریانوں، شرابیوں، قبر پرستوں کی آماجگاہ بن چکا ہے لیکن ان کے بال بھی نہیں ہلتے، وہ اپنی تمام تر توجہ پی پی کی مساوات پر مرکوز کئے ہوئے ہیں انھیں چھینک بھی نہیں آتی ہے۔

قائدو قیادت:۔

رائج مصطلحات میں سب سے زیادہ پسندیدہ دل پذیر و پرکشش کلمہ قائد و قیادت ہے جس کے بارے میں کسی قسم کا اعتراض واشکال جائز نہیں ہے۔ جس طرح لفظ میں حسن پایا جاتا ہے اسی طرح اس کے حامل انسانوں کی عیش ونوش میں بھی لذت پائی جاتی ہے لیکن ان کی عیش ونوش کے ذمہ داران کے ناجائز اقدامات، حرکات وتصرفات کی وجہ سے نقصان بھگتنے والوں کو جو معاوضہ ملتا ہے وہ تحقیق طلب ہے اگر نہیں

لذت کی جگہ لقمہ مصیبت ملتا ہے تو اس کا ذمہ دار کون ہے؟ جس دن سے اس ملک کی بربادی کی منصوبندی کا آغاز شروع کیا گیا اس دن سے یہ کلمہ قائدو قیادت رائج کیا گیا۔اس کلمے کے حسن وخوبی کو کسی چیز سے نسبت دیں تو بہترین کلمہ،مور، ہوگا جو کہ پاؤں کو دیکھ کر دل برداشتہ ہو جاتا ہے۔کاش دوسروں کی نظریں ان پر نہ پڑتیں یہاں بھی ایسا ہی ہے کاش اس کی سند مل جائے ایسی اصطلاحات ومحاورات کی اسناد تلاش کرنے کے لئے چندین معاجم وقوامیس کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے:

ا۔معاجم الغۃ ،اس کلمہ کا اصل ریشہ کہاں سے ملتا ہے کس محاورے سے ماخوذ ہے۔

۲۔معاجم الحدیث، نبی کریمؐ کی سنت پر مشتمل ہے ان میں دیکھنا ہو تو یہ کلمہ کس حدیث میں آیا ہے۔

۳۔معجم المفہر س،یعنی قرآن کریم کی کس آیت میں یہ کلمہ آیا ہے جس کو ہم استعمال کرتے ہیں۔

۴۔صدر اسلام دور اصحاب وتابعین کے محاورات کے مجموعات میں تلاش کرنا ہوگا اس کی اسناد تک دسترس کے بعد اس کی صفات وشرائط واحکامات معاجم فقہ میں دیکھنا ہوں گے۔

۵۔معاجم دینی کو دیکھا ہوگا کہ یہ اصول اعتقادات میں شمار ہے یا احکام شرعیہ میں۔

۶۔معجم فقہ احکام خمسہ میں دیکھنا ہوگا آیا احکام خمسہ میں کس میں آتا ہے۔

کتاب عیون اخبار اور قصص العرب میں آیا ہے کہ انسان کی سعادت ’قیادت وسیاقت‘ دونوں کی نیازمند ہے،ان دونوں میں سے ایک کا بھی فقدان انسان کو ہلاکت ونابودی کی طرف لے جاتا ہے۔

قیادت صالحہ کی نظارت ونگرانی کے بغیر انسانی معاشرہ انفرادی واجتماعی اور اقتصادی وسیاسی ترقی و تکامل اور استقلال حاصل نہیں کرسکتا۔صالح ورشید قیادت اور وفادار وسائق نصیب ہو جائے تو معاشرہ ترقی کرسکتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت علی کی خلافت کے دوران رونما ہونے والی شورشوں کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا وجہ ہے خلیفہ اول و دوم کی خلافت کے دوران معاشرہ امن وسکون میں رہا لیکن عثمان اور آپ کی خلافت کے دوران معاشرہ پر آشوب ہو گیا،حضرت نے جواب دیا وہاں ہم اور عثمان ان کے معاون ومددگار تھے لیکن آج ہمارے پیچھے کوئی صالح انسان نہیں ہے جو لوگوں کو سمجھائیں چنانچہ حضرت نے اپنی بے بسی وبے

چارگی کا اظہاران کلمات میں فرمایا۔''اے لوگو! جب میں کوئی حکم دیتا ہوں تو نافرمانی کرتے ہو اور پکارتا ہوں تو میری آواز پر لبیک نہیں کہتے ہو۔اگر تمہیں (جنگ سے) کچھ مہلت ملتی ہے تو ڈینگیں مارنے لگتے ہو اور اگر جنگ چھڑ جاتی ہے تو بزدلی دکھاتے ہو۔اور جب لوگ امام پر ایکا کر لیتے ہیں تو تم طعن وتشنیع کرنے لگتے ہو اور اگر تمہیں جنگ کی طرف لایا جاتا ہے تو اُلٹے پیروں لوٹ جاتے ہو،تم اب نصرت کے لیے آمادہ ہونے اور اپنے حق کے لیے جہاد کرنے میں کس چیز کے منتظر ہو۔موت کے یا اپنی ذلت ورسوائی کے،اللہ کی قسم !اگر میری موت کا دن آئے گا اور البتہ آ کر رہے گا تو وہ میرے اور تمہارے درمیان جُدائی ڈال دے گا۔حالانکہ میں تمہاری ہم نشینی سے بیزار اور تمہاری کثرت کے باوجود اکیلا ہوں''(نہج البلاغہ ۱۷۸)

صالح قیادت اپنی جگہ سہل الحصول متاع اسواق جیسی نہیں جیسے قدرت خرید رکھنے والے سرمایہ دار حسین وجمیل غلام وکنیز کوخرید کر لاتے ہیں نہ بقول آقائے عابد حسینی قیادت ملنے کے بعد خود بخود سیکھتے ہیں،یا بقول مجدد الف ثانی یہ قیادت صدیوں میں نصیب ہوتی ہے''زمانہ ایسی ہستی دینے سے عقیم ونامراد ہے''۔یہ کلمات کفر ہیں اللہ کے خزانے میں قیادت کا قحط نہیں اللہ فرماتا ہے ﴿ نَنسَخۡ مِنۡ آيَةٍ أَوۡ نُنۡسِهَا ﴾(بقرہ۔۱۰۶) جس طرح صدیوں میں پیدا ہونے کی بات خزانہ اللہ میں کمی یا اللہ کی عطاء قیادت میں بخل درست نہیں اس طرح گلی کوچوں میں فراوانی کی منطق بھی درست نہیں آقائے عابد حسینی کی منطق بھی درست نہیں کہ قیادت ملنے کے بعد سیکھتے ہیں۔اسی طرح یہ کہنا کہ امتوں کی تقدیر وترقی صالح قیادتوں میں ہی ممکن ہے درست نہیں کیونکہ قیادت اور امت کی مثال سرسبز درخت سے دیتے ہیں درخت کی سالمیت عمود سے ہوتی ہے عمود کی سالمیت جڑوں سے ہوتی ہے قیادت زمین سے نکلنے والی پیداوار جیسی ہے اچھی اور صالح زمین سے اچھے ثمر دار منافع بخش درخت نکلتے ہیں،صالح معاشرے سے صالح قیادت نکلتی ہے چنانچہ قرآن نے ہمیں امام بننے کی تلقین کی ہے'' اور وہ لوگ برابر دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں ہماری ازواج اور اولاد کی طرف سے خنکی چشم عطا فرما اور ہمیں صاحبان تقویٰ کا پیشوا بنا دے''(فرقان۔۷۴) قیادت طبیعی مراحل سے گزرتے ہوئے پروان چڑھتی ہے۔

اسی طرح ﴿وَكَأَيِّنْ مِنْ آيَةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ ☆ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ﴾ (یوسف ۱۰۵-۱۰۶)'' اورزمین و آسمان میں بہت سی نشانیاں ہیں جن سے لوگ گزر جاتے ہیں اور کنارہ کش ہی رہتے ہیں۔قرآن کی زبانی اسلام میں صاحب رشد بننے کے لئے مراحل و درجات سے گزرنا ہوگا۔

ذرہ شگافی کے اس علمی دور میں علماء ودانشوران کا اپنے سربراہان کے لئے یہ کلمہ استعمال کرنا انتہائی حیرت آور ہے خاص کر صرف ونحو میں غوطہ زن علماء سے پوشیدہ نہیں، کیونکہ یہ کلمہ مادہ قود سے اسم فاعل ہے، کلمہ قود استعمال عرب میں کسی کو کسی کی دیت میں دینے کے لئے استعمال ہوتا ہے، قائد کے ساتھ اگر سائق نہ ہو اور سائق کے ساتھ قائد نہ ہو تو دونوں صورت میں ہلاکت مقدر ہے لیکن یہاں کسی آزاد و خود مختار انسان کو گلے گوسفند کی مانند چراگاہ لے جانے کی شکل اختیار کی ہوئی ہے۔ چنانچہ کتاب عیون الاخبار میں ابن قتیبہ سے نقل ہے کہ قائد مقابل سائق آیا ہے جس طرح کسی گروہ کو بغیر قائد لے جانا انتہائی خطرناک ہے اتنا ہی بغیر سائق لے جانا خطرناک ہے غرض یہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔

اب یہ لوگ حواس باختہ ہو گئے ہیں ان کو سالہا سال سے سینہ کوبی اور سرکوبی کے مقاصد بھی بھول گئے ہیں عاشورا کا قیام قیادت صالحہ کیلئے تھا یا قیادت فاسدہ کے لئے بتائیں اس وقت آپ کو قائد پاکستان کون نظر آرہا ہے زرداری، نواز یا کوئی اور؟

شیعہ قیادت:۔

اب یہ قیادت کسی قیمت کی نہیں مفتی صاحب کے وفات پانے کے بعد جانشین نہ ہونے کی وجہ سے بعض مفاد پرستوں نے مفتی صاحب کی مانند ساکت طبع عالم دین جناب آغائے حامد موسوی کا انتخاب کیا اس پر شور شرابہ ہوا اور برائے مزاحمت کچھ لوگ جمع ہوئے اور سوچنے لگے کہ اس زنجیر کو کس کی گردن پر لٹکانا ہے آخر میں ایک متقی و پرہیزگار انقلاب اسلامی ایران کے حامی جناب آغا عارف حسینی کی گردن میں اس زنجیر کو لٹکایا پاکستان میں اس کا کچھ اثر نہیں ہوا لیکن ایران میں انقلاب اسلامی کے ہراول دستوں نے ان کی تائید کی

امام خمینی نے ان کو اپنا وکیل ونمائندہ بنایا، جب انھیں پروٹوکول ملا تو یہاں سے چشم لالچ کی شعاعیں اس منصب پر لگنے لگیں، آپ کے قتل ہونے کے بعد آغائے ساجد علی نقوی صاحب قائد بنے ان کے خلاف مہم شروع ہوئی تو ملت گروہ درگروہ ہوگئی تو جناب قائد بھی متحرک ہوگئے۔ پنجاب کے علماء عسکری صاحب اور میرزا یوسف حسین نے جناب ساجد صاحب کے ساتھ ایک پارٹی بنائی، پریس کانفرنس کی تو جناب حیدر علی جوادی الگ ہوگئے، حسن ترابی قیمتی ہوگئے آخر میں کسی نے بعض،، آقایون،، جو سرگرم تھے کو یرغمال بنا کر جناب راجہ ناصر کو قائد بنایا آپس میں رسہ کشی اور مزاحمت بڑھ گئی تقسیم در تقسیم کا سلسلہ شروع ہوا بقول برادر حیدر علی جوادی کے بھائی آغائے مرادی نے بھی ایک مدرسہ بنایا ان سے پوچھا آپ اس میدان میں کیسے اترے کہا۔ ''جب سب نے دکان کھولی تو ہم نے بھی دکان کھول لی''۔

مسلمان ملکوں میں سیکولر راج کیوں ہے:۔

سیکولروں کے راج کی حمایت میں کہتے ہیں اگر سیکولرازم بُرا ہے، خراب ہے تو کیوں مسلمان ملکوں میں اس کو پذیرائی ملی ہے۔ یہ سوال اپنی جگہ منطقی ہے بروقت ہے، ہونا چاہیے لیکن اسلام سے دفاع کرنے والوں کے پاس ان کی رد میں دلائل کی کمی نہیں ہے اس کے اسباب وعلل کو ان عناصر میں خلاصہ کیا جاسکتا ہے۔

اس وقت دنیا کے گوشہ وکنار میں مسلمانوں کی متعدد ریاستیں ہیں لیکن اسلامی نظام کہیں بھی نہیں ہے، نظام اسلامی فی زمانہ چند آئمہ کی طرف برگشت کرتا ہے، امام جعفر صادق، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام ظاہری، ہر ریاست اسلامی میں ان کے حامی موجود ہیں۔

۱۔ لہٰذا پورے عالم اسلامی کے لئے نظام واحد کا تصور ناممکن ہے، یہ پہلا سقم ہے۔

۲۔ نظام اسلامی کے مصدر وماخذ قرآن وسنت عملی رسول اللہ ہیں۔ حقیقت وواقعیت میں یہ تصوراتی ہیں عملی نھیں، یہ دوسرا سقم ہے۔

۳۔ ان اماموں کے فتاویٰ کے بارے میں فیصلہ کرنا، تیسرا سقم ہے۔

دین اسلام کے احکام شرعی، عبادی، سیاسی، اقتصادی، اجتماعی، اخلاقی جو اس وقت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہیں ان کا سلسلۂ نسب کہاں جا کر رکتا ہے؟ کیا یہ احکام قرآن اور سنت سے ماخوذ ہیں یا رحلت رسولؐ کے ۱۵۰ سال بعد کی شخصیات سے منسوب ہیں؟ لہٰذا ہمیں ان سے موصول، احکام شریعت، کو آسمانی کہنے کیلئے ان شخصیات کی پوری حیات کے اطراف وجوانب، نفسیات مؤثرات، متروکات، اساتید، تلامیذ، موطن پیدائش، موطن حصول علم شریعت سب کو سامنے رکھنا ہوگا۔ اس سلسلہ میں ہمارے پاس یہ مفروضات بنتے ہیں۔

ا۔ ان سب کی موروثات تمام کی تمام قرآن اور سنت سے ماخوذ ہیں قرآن اور سنت سے تجاوز نہیں کیا ہے۔

۲۔ سب نے قرآن اور سنت سے صرف نظر کر کے اپنے اجتہادات وتحقیقات سے ایک شریعت پیش کی ہے۔

۳۔ بعض نے قرآن اور سنت سے لیا ہے اور بعض نے اپنے اجتہاد سے بنایا ہے۔

۴۔ صرف قرآن سے لیا ہے۔

۵۔ صرف احادیث سے لیا ہے۔

۶۔ قرآن وسنت اور اپنی آراء کے امتزاج سے بنایا ہے۔

ان اماموں کا ''استنادِ شریعت'' تقسیم کرنا ہوگا کہ ان میں سے کس نے شریعت کو خالص قرآن اور سنت سے استناد کیا ہے اور کس نے قرآن اور سنت کے علاوہ اپنی عقل کو بھی استعمال کیا ہے۔ ہم پہلے مرحلہ میں ان میں کسی کو ترجیح نہیں دے رہے ہیں بلکہ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ کس کس نے عقل کو بھی استعمال کیا جنہوں نے عقل کو استعمال کیا ہے اس کا معنی یہ ہوا کہ یہ جو شریعت ہم تک پہنچی ہے وہ خالص آسمانی نہیں ہے بلکہ آسمانی اور زمینی دونوں کا اشتراک وامتزاج ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے بارے میں لکھتے ہیں آپ دونوں قرآن اور سنت کے علاوہ عقل کو بھی استعمال کرتے تھے۔

چنانچہ ابوحنیفہ نے اس سلسلہ میں واضح وواشگاف الفاظ میں فرمایا ہے اگر قرآن اور سنت میں حکم نہیں ملا تو ہم اپنی عقل استعمال کریں گے قیاس کریں گے، چنانچہ انہوں نے اپنے قیاس کو استعمال کر کے بہت سے احکامات صادر کئے ہیں، یہاں تک مشہور ہو گیا کہ ''قیاس ابوحنیفہ اما اما''۔ امام شافعی کے بارے میں آیا ہے آپ کے پاس ذخائر روایات امام مالک وغیرہ سے حاصل شدہ تھے، عراق میں شاگردان ابوحنیفہ سے بھی استفادہ کیا ہے، چنانچہ آپ نے امام مالک اور ابوحنیفہ کے درمیان ایک مذہب ایجاد کیا، اس سلسلہ میں ایک کتاب اصول فقہ آپ سے منسوب کرتے ہیں لہٰذا ان دو اماموں کے فتاویٰ کو خالص آسمانی نہیں کہہ سکتے ہیں۔

دینی جماعتوں کے بارے میں بعض سادہ لوح مسلمانوں کی سوچ ہے کہ جو کچھ اسلام کے اصول و فروع کے آثار نظر آتے ہیں وہ ان کی کاوشوں، حکمت عملیوں اور دور اندیشیوں سے ہیں لیکن یہ سوچ خواب و خیال ہے حقیقت وواقعیت میں اس کی تنکا برابر بھی حیثیت نہیں ہے، چنانچہ کتاب جامع رواۃ میں امام صادق سے منسوب ایک روایت نقل ہے اگر میرے یہ چار اصحاب نہ ہوتے تو آثار نبوت مٹ جاتے، کتنی احمقانہ بات ہے، دین اسلام امام جعفر صادق اور ان کے چار اصحاب سے باقی ہے یا یہ کہ دین اسلام امام حسین کے قیام کی وجہ سے باقی ہے، گویا دین اسلام کے اپنے اصول ومبانی نہیں ہیں۔ حضرت محمدؐ نے یہ بات حضرت علی اور اپنے اصحاب جلیل القدر کے بارے میں بھی نہیں فرمائی ہے۔ بعض کا کہنا ہے علماء سلف کی وجہ سے یہ دین باقی ہے، یہ دین کسی بھی شخص چاہے وہ کتنا ہی جلیل القدر کیوں نہ ہو اس کی وجہ سے زندہ نہیں ہے بلکہ ہمیشگی اس کی اپنی طبیعت میں ہے، بلکہ اس کے برعکس یہ کہنا شاید درست ہوگا کہ دینی جماعتوں کی شخصیات کی وجہ سے پرویز مشرف نے دس سال آرام سے حکومت کی اور ان کی وجہ سے عمران خان کو تقویت ملی، اسی طرح، زرداری، گیلانی، نواز شریف کو تقویت ملی، بلکہ مسلمان ملکوں میں الحادیوں کی بقاء ان جیسے مواحدین کے تعاون سے ہی ہے۔

مسلمانوں کا کہنا ہے ہماری مصیبتوں کی اساس ''اغیار گرائی ہے'':۔

مسلمانوں کا یہ ادراک قابل داد و تحسین اور حقیقت پر مبنی ہے اللہ ان میں دشمن شناسی کے عنصر کو اور تیز کرے۔لیکن یہ ادراک بذات خود سوال پیدا کرتا ہے کہ مغرب کی زمین سے ہمارے درمیان فتنہ وفساد پھیلانے کون آتا ہے؟، جواب میں کہتے ہیں یہ مستشرقین ہیں، جو کچھ یہاں ہو رہا ہے اس کے پیچھے مستشرقین ہی ہیں۔خلافت عثمانی کے دور میں، لبنان، سوریہ اور مصر میں مسیحیوں کا دروز کے ساتھ،صوفیوں کا سلطنت عثمانی کے ساتھ، ہندوستان میں مسلمان ہندو کی جنگ اور تحریک تبرا کا سرا مستشرقین سے ملتا ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کوئی بھی کاشتکار اپنا بیج شورہ زدہ ،نمک زدہ اور خار دار زمین میں بوئیں گے تو فصل نہیں اگے گی۔تاریخ استشراق میں آیا ہے سالہا سال مستشرقین نے اسلام اور مسلمانوں کو پڑھا ہے،قرآن کی عظمت کو پڑھا ہے،قرآن کی جذابیت اور سحر انگیز بیان کو پڑھا ہے اور وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ ایک شخص نے دارالعوام میں اٹھ کر اعلان کیا کہ یہ مسلمانوں کی کتاب ہے جب تک یہ ان کے ہاتھوں میں ہے ہم ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، یہ ان کا تحقیقی جائزہ تھا۔قرآن کو سمجھنے کیلئے وہ تمام کاوش بروئے کار لائے تھے۔قرآن کے بعد اسلام کا دوسرا جزیا رکن سنت عملی محمدؐ ہے۔سنت عملی محمدؐ کو کلمہ کلمہ کر کے پڑھا یہاں تک کہ اس کی گہرائی تک پہنچنے کیلئے معجم بنائی تاکہ ایک کلمہ کے ذریعے حدیث تلاش کر سکیں۔لہٰذا ان کو یہ پتہ چلا کہ اس میں صحیح کی نسبت غلط وخود ساختہ اور متضاد حدیث زیادہ ہیں، پتہ چلا کہ اہل فتویٰ اور اہل حدیث میں جنگ ہے۔ پتہ چلا کہ اہل خبر اور اہل اجتہاد میں نفرت ہے،تاریخ کو پڑھا تو پتہ چلا مسلمانوں میں فرقے ہیں جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں ایک دوسرے کو کافر سمجھتے ہیں۔ان تمام خامیوں کو انہوں نے درک کیا اور نتیجہ اخذ کیا کہ یہاں فتنے کے بیج بونے کیلئے زرخیز زمین فرقے ہیں،تو انہوں نے فتنے کا بیج فرقوں میں بویا۔ان کو احساس ہوا کہ اسلام وقرآن میں نہیں بو سکتے بہت کوشش کی کہ قرآن کو مسلمانوں کے درمیان سے اٹھائیں نہیں اٹھا سکے،حدیث کو نہیں اٹھا سکے تضادات حدیث کو بھی نہیں اٹھا سکے تو انہوں نے فرقے کو ہی اٹھایا۔محمدؐ کی بجائے قائد مسلمین ابوبکر وعلی کو بنایا، معاویہ کو بنایا ابوحنیفہ وجعفر صادق کو بنایا، ابن تیمیہ وحلی کو بنایا۔نجف و

دیو بند کو بنایا، بریلی وتہران کو بنایا۔اب ہر فرقہ اپنے نزدیکی مقتداؤں اور پیشواؤں سے اوپر جانے کے لئے تیار نہیں، بات کرنے کو تیار نہیں۔پیغمبرؐ کے لئے صرف نعتیں ہیں اور قرآن کیلئے قبرستان ہے لیکن سمجھ لیں فرقے جتنے بھی بنیں کتنی ہی قربانی دیں فرقے کیلئے سجدہ ہی کیوں نہ کریں فرقوں میں اتنا دم نہیں کہ بڑے پہاڑ کا مقابلہ کریں یا بڑی آفت کے سامنے سینہ سپر ہوجائیں۔ابوحنیفہ وجعفر صادق میں اتنی طاقت کہاں کہ امت مسلمہ کو اکٹھا کریں۔احمد رضا خان یا شیعہ مراجع میں اتنی جاذبیت کہاں۔اس کی اگر مثال دیکھنا چاہیں تو ماہ جمادی الثانی ۱۴۳۷ھ کو وقوع ہونے والے اسلام آباد اور راولپنڈی میں ممتاز قادری کے جنازے کو دیکھیں، اگر ممتاز قادری ابوحنیفہ کیلئے احمد رضا خان کیلئے یا اپنے کسی موجودہ قائد کے نام پر جان نثار کرتا تو کیا اتنا اجتماع ہوتا؟ اتنی صدا بلند ہوتی؟ اتنا احتجاج ہوتا؟۔انسان اگر غور وفکر کرے تو ادنیٰ سے ادنیٰ فرد مسلمان کی آواز فلک شگاف تھی۔آسمانوں میں گونجتی تھی، شاید ملائے اعلیٰ کو بھی حیرت ہوئی ہو کہ کیا ہوا ہے زمین پر، اس کے مقابل میں پاکستان کی طاقتور، مغرب ومسیحیوں کی پشت پناہی والی حکومت ''صم بکم'' ہوگئی۔اس دن کے تناظر میں ایک تاریخی قصہ یاد آیا، ایک بوڑھی عورت خلیفہ مامون الرشید کے دربار میں آئی۔مامون تخت خلافت پر بیٹھے تھے اور ان کی پشت پر ان کا فرزند عزیز لخت جگر عباس کھڑا تھا۔اس عورت نے بلند آواز سے کہا کہ امیر المومنین میرے اور مجھ پر ظلم کرنے والے میں عدالت کریں، اس نے میرا حق چھینا ہے۔مامون نے کہا کے افسوس وہ کون ہے جس نے تم پر ظلم کیا ہے تو وہ بولی یہ جو آپ کی پشت پر کھڑا ہے۔اس پر درباری غصے ہوئے کہ شہزادے پر الزام لگاتی ہو اس پر مامون نے ان کو ڈانٹا اور کہا حق نے اس کو گویا بنایا ہے اور باطل نے میرے بیٹے کو گونگا بنایا ہے۔

اسلام آباد میں جو ہوا وہ حضرت محمد ؐ کی خاطر ہوا، محمدؐ سے دفاع کرنے والوں کی کتنی عزت ہوتی ہے اور محمدؐ کے دشمن اور ان کا ساتھ دینے والوں کیلئے ذلت ان کا مقدر ہے، یہاں ہم اپنے ملک کے سربراہان کے دلوں میں اسلام کتنا ہے اس کی طرف اشارہ کرتا چلوں، نواز شریف جن جلاوطن ہوکر سعودیہ گئے روضہ رسول میں بیٹھے ہوئے تھے ایک حاجی لاہوری وہاں سے اٹھے تو نواز شریف نے کہا داتا دربار میں میرے لئے

دعا کریں ۔جس وقت معطل ہوئے تھے اس وقت خاندان والوں نے تجزیہ تحلیل کیا کہ ہمارے ساتھ ایسا کیوں ہوا اس وقت تجزیہ کیا کہ ہمارے ساتھ ایسا کیوں ہوا تو اس بارے میں جاوید چوہدری لکھتے ہیں کہ اس وقت تجزیہ کاروں نے کہا ''فیصل آباد میں ایک خاندان کے ساتھ ظلم ہوا تھا تو نواز شریف کے خاندان والے وہاں گئے ان سے معافی طلب کی پھر ان کی جلاوطنی ختم ہوئی ،لیکن ممتاز قادری کو پھانسی پر چڑھا کر کسی ایک دو نہیں انیس بیس کروڑ مسلمانوں کی دل آزاری کی تھی یقیناً اس دل آزاری کا مکافات عمل ان کو یہاں ملنا ہی تھا۔تو ان کی پارٹی والوں کو سمجھنا چاہیئے اس کی قدر کرنی چاہیئے کہ یہ جو عزت ملی ہے یہ اسلام کی وجہ سے ملی ہے کسی فرقے کی خاطر نہیں محمدؐ کی خاطر ملی ہے قادری کیلئے نہیں ، نام محمدؐ کو بلند کریں اس کا شکرانہ محمدؐ کے نام سے کریں،کوئی مزار وغیرہ نہ بنائیں ورنہ ایک اور آفت آئے گی۔

ہم نے جو کھویا وہ معیار کھویا۔

امت اسلامی خاص طور پر مملکت عزیز پاکستان جس نا قابل ذکر دکھ اور الم کی حالت میں مبتلاء ہوئی ہے اس کا احساس بھی رکھتے ہیں کہتے بھی ہیں کہ ہم پہلے باعزت قوم تھے اب ذلیل کیوں ہو گئے ہیں؟ ہم نے دوسروں کو آزادی دی، اب ہم ان کے عبید و رقیق کیوں ہو گئے ہیں؟ اس کا جواب آیات قرآن میں غور کرنے سے ملے گا جہاں اللہ نے سورہ انفال ۵۳ ﴿ذٰلِکَ بِأَنَّ اللَّهَ لَمْ یَکُ مُغَیِّراً نِعْمَةً أَنْعَمَها عَلی قَوْمٍ حَتَّی یُغَیِّرُوا ما بِأَنْفُسِهِمْ وَ أَنَّ اللَّهَ سَمیعٌ عَلیمٌ﴾ سورہ رعد ۱۱ ﴿إِنَّ اللَّهَ لا یُغَیِّرُ ما بِقَوْمٍ حَتَّی یُغَیِّرُوا ما بِأَنْفُسِهِمْ﴾ قدیم زمانے سے یہ جملہ معروف ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے انسان کی عزت وطاقت تنہائی میں نہیں ہے، اجتماع میں ہے اجتماع محتاج قانون ہے قوی وضعیف، آزاد واسیر سب کے لئے قانون ہی میں سعادت دنیا وآخرت ہے قانون اللہ سورہ اعراف ۱۹۷ ﴿وَ الَّذینَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لا یَسْتَطیعُونَ نَصْرَکُمْ وَ لا أَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُونَ﴾ اگر کہیں اللہ کے قانون سے انحراف کریں گے تو شقاوت و بدبختی لینی پڑے گی انسان عاقل کو چاہیئے کہ وہ سوچے ہر عروج و زوال کے اسباب ہوتے ہیں قوموں اور ملتوں کی عزت و سربلندی صالح و باعمل حکمران سے ہی ممکن ہے اگر امت مسلمہ اپنے ماضی پر افتخار

کرتی ہے تو ماضی کی کس چیز پر افتخار کرتی ہے؟ خلفائے راشدین، ابوبکر بن ابی قحافہ، عمر بن خطاب، علی ابن ابی طالب کی حکمرانی پر افتخار کرتے ہیں۔ تاریخ اسلامی میں مسائل سیاہ کا دور خلفاء بنی امیہ اور بنی عباس کو جانا جاتا ہے لیکن وہ بھی اپنی عزت و وقار امت محمدﷺ ہونے سے کرتے تھے، وہ خود امام جمعہ و جماعت ہوتے تھے، خلفاء بنی امیہ کے دور میں چندین ملحدین و کافرین کو سزائے موت دی گئی ہے وہ صلیبیوں سے جنگ اسلام کے نام پر کرتے تھے، یہ دیکھنے کیلئے اپنی تاریخ پڑھنے کی ضرورت ہے۔ مسلمان علماء ودانشوران کا اصرار وتکرار ہے ہم اٹھارویں صدی کے دوسرے نصف سے بیسویں صدی تک کے دورانیہ میں ذلیل وخوار ہوئے ہیں۔ اس سے پہلے ہم ذلیل وخوار نہیں تھے۔ ہماری حکومت واقتدار مشرق ومغرب، دروازہ یورپ سے دیوار چین تک تھی یہ صرف آباؤ اجداد کے قصیدے ہیں جو کہ سنت جاہلیت ہے ﴿لا یُسْمِنُ وَ لا یُغْنی مِنْ جُوعٍ﴾ ہے آپ نے کس سے سنا ہے کہ مردوں کے قصیدے پڑھنے سے ملک میں ترقی وتمدن اور آرام و سکون آتا ہے۔ عقل وقرآن دونوں فرماتے ہیں انسان کو وہی ملے گا جو وہ کرتا ہے باپ دادا سے صرف چھوڑی ہوئی دولت ملتی ہے وہ بھی جلد ہی ختم ہو جاتی ہے نبی کریمؐ نے اپنا افتخار عبدالمطلب اور عبداللہ سے نہیں کیا تھا، تو سوچنا یہ چاہیے کہ اچانک یہ ذلت وخواری کیا آسمان سے اتری ہے یا زمین سے اُگی ہے یا یہ بطور دفعی آسمانی بجلی گری ہے؟ قومیں سدھارنے کیلئے جس طرح وقت چاہیے اسی طرح زوال وانحطاط وپستی کیلئے بھی مراحل سے گزرتے ہیں تدریج سے گزرتے ہیں۔ بطور مثال برطانیہ والے برصغیر میں سولہویں صدی میں آئے، لیکن مسلط ۱۸۵۷ء میں ہوئے۔ تعمیر وتخریب دونوں مراتب سے گزرتے ہیں بقول فلسفی دونوں اسباب وعلل سے گزرتے ہیں۔ محققین ومؤرخین کا تجزیہ وتحلیل ہے ہمارے زوال کا آغاز دولت عثمانیہ، بنی عباس اور بنی امیہ سے ہوا ہے، یہ کہہ کر وہ اپنے سے ساری ذمہ داری پھینک دیتے ہیں تمام تر بوجھ یا ساری ذمہ داری ان پے لگاتے ہیں، تو سوال یہ آتا ہے کہ آپ اطفال ومجانین ہیں آپ کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے آج ملک میں کوئی ایسا فرد نہیں ہے جو پوری ملت کے لئے جاگتا ہو ہر ایک کی اپنی پارٹی ہے جس کے لئے وہ بے چین رہتا ہے کرپشن خوروں کے دفاع کے لئے جاگتا ہے ہر ایک کی نظر میں دشمن ان کی پارٹی کے مخالف ہیں یہ خرابی آنے

کیلئے کتنا عرصہ لگا، ان کو تخریب کرنے کا عمل کس نے شروع کیا ہے؟ اس علت کے ادراک کو روکنے کیلئے دو گروہ میدان میں آئے ہیں، بعض ان کے حامی ہیں اور بعض ان کے مخالف ہیں۔ ایک نے ساری گندگیاں خلفاء پر پھینکیں ہیں تو دوسرے نے ان کو ہر چیز سے برّی قرار دیا ہے۔ اگر ملک میں عدالت نہ ہو اور سب ایک دوسرے کو غلط کہیں تو عدالت کہاں سے ملے گی۔ یہاں سے ایک اور گروہ نکلا اس نے کہا علماء کی غلطی ہے انہوں نے صحیح ذمہ داری ادا نہیں کی ہے، دوسرا گروہ کہتا ہے ملت کی غلطی ہے انہوں نے علماء کا ساتھ نہیں دیا۔ مسلمانوں کے دین کے مصدر دو ہی ہیں ایک قرآن ہے اور دوسرا تاریخ اسلام سے مراد سنت نبیؐ ہے، کیونکہ سنت کا معنیٰ ''پیغمبرؐ نے کیا فرمایا ہے'' تو ہمارے پاس حقیقت جاننے کیلئے قرآن ہے یا تاریخ اسلام ہے۔ تاریخ سے مراد طور طریقہ رسولؐ اللہ ہے اسی کو سنت کہا ہے امت اس پر اتفاق کرے۔ ان دو مصادر کے علاوہ اہلبیت، اصحاب، ادباء، اسلاف، مجتہد، فقہاء کوئی حجت نہیں، یہ سب اپنے مدعا کو ثابت کرنے کیلئے قرآن اور تاریخ کی طرف رجوع کریں۔ اب قرآن میں آیا ہے ''**الیوم اکملت لکم دینکم** '' تمھارا دین مکمل ہو گیا ہے دوسری جگہ فرمایا ہم نے حکم خراش بھی بیان کر دیا ہے جو قرآن اور سنت محمدؐ میں ہے۔ یہ عمار یاسر یہ سلمان، یہ عبداللہ مسعود کبھی خلفاء کے سپاہی، کبھی فوجی قائد، کبھی قاضی اور کبھی خاذن بیت المال مسلمین تھے۔ لیکن ایک سو سال گزرنے کے بعد آیت پہ آیت لگائی، عقل و منطق کے خلاف روایات بنائیں، آیات و روایات سے ہاتھ دھونے کے بعد فضیلت کی بات اٹھائی، علم میں برتری کی بات اٹھائی، قیادت و رہبری کیلئے یہ شرائط نہ قرآن میں آئیں نہ پیغمبرؐ بتائی ہیں۔ آج کل کے علم پرست بھی یہی کہتے ہیں مسلمان رئیس اسناد اعلیٰ کا حامل ہونا چاہئے یہ بات کہاں سے نکالی ہے اس کا مصدر کہاں ہے؟ یہاں سے ہر آئے دن اصلی معیار کو چھوڑ کر جعلی معیارات کی شرائط لگائی ہیں۔ کہتے ہیں منصور دوانیقی اپنے دور کے عالم و فاضل تھے۔ ہارون الرشید دن میں سو رکعات نماز پڑھتے تھے، اپنے مال سے صدقات دیتے تھے۔ بھلا کوئی پوچھے کہ ہارون کے پاس یہ مال جو جمع تھا کہاں سے آیا؟ عباس تو مدینے میں کوئی مال و دولت نہیں رکھتے تھے، یہ تمام مال اقتدار سے آیا تھا کسی نے انہیں ہبہ نہیں کیا تھا۔ وہ علماء کے ساتھ بیٹھتے تھے کیا یہ چیزیں اقتدار اعلیٰ کا معیار

ہیں؟ معیار گرنے سے دس منزلہ عمارت زمین بوس ہو جاتی ہے، لوہا بجری اور سیمنٹ اگر اس میں معین مقدار سے کم ہو تو یہ عمارت ضرور گر جائے گی۔ اگر اقتدار اعلیٰ مسلمین کا معیار آکسفورڈ یونیورسٹی کے فارغ التحصیل کو گردانا جائے جو انگریزی اچھی بول لیتا ہو تو حاکم بھی گر جائے گا، علماء بھی گر جائیں گے۔ اقتدار اعلیٰ کیلئے صاحب اقتدار کا داماد ہونا کیا کوئی معیار ہے؟، اگر ایسا ہے تو پیغمبرؐ کے ایک داماد عثمان بھی تھے جو بہت رحم دل تھے اگر رحم دل ہونا اقتدار اعلیٰ کیلئے معیار ہے تو عورتوں کو خلافت دے دیں وہ زیادہ رحم دل ہوتی ہیں۔ اگر مال سے صدقات، عطیات دینا معیار ہے تو سربراہی بنک کے مالک، مالدار آدمی یا سٹاک ایکسچینج کے صدر کو دے دیں۔ جو بھی معیار اس وقت سے اب تک بیان کئے گئے ہیں سب بے بنیاد ہیں۔ اقتدار کیلئے اقتدار چلانے کی صلاحیت ہونی چاہیے دیندار امانتدار ہونا جیسے کلمات تو استعمال کرتے ہیں لیکن یہ دیانتداری صرف اپنے خاندان، قوم اور پارٹی کے لئے ہوتی ہے۔ حضرت عمر نے اپنی خلافت کے پہلے دن کہا ''اگر مجھے اپنے نفس پر یہ یقین نہیں ہوتا کہ میں تم کو اچھے طریقے سے چلا سکتا ہوں تو میں یہ منصب کبھی قبول نہیں کرتا''، بارہ سال انہوں نے حکومت کی بڑی بڑی فتح و فتوح کیں۔ بڑی بڑی شخصیات کو اپنے سامنے سر پر کوڑے مارے لیکن کہیں بھی کوئی جھڑپ نہیں ہوئی لیکن عثمان کی چھ سال حکومت کے بعد ہی ہنگامہ ہو گیا، اصحاب ناراض ہو کر مدینہ چھوڑ کر باہر چلے گئے۔ ہر جگہ بغاوت ہوئی سازشیں ہوئیں، وہاں کوئی کہتا علم نہیں ان کے پاس، کوئی کہتا کہ اپنے اقرباء کو اقتدار پر لائے۔ کیا اقرباء کو اقتدار پر لانا برا ہے؟ کیا علی نے عباس کی اولادوں کو گورنری نہیں دی، اپنے بھائی کو گورنر نہیں بنایا، اپنے پروردہ محمد بن ابی بکر کو گورنر نہیں بنایا۔ اقتدار میں قریب و بعید نہیں ہوتا بلکہ اقتدار میں قابل و لائق ہونا چاہیے اقتدار چلانے کیلئے عثمان نے جن کو بنایا وہ امت کی نظر میں خائن تھے جنہوں نے پیغمبرؐ سے خیانت کی تھی۔ معیار قیادت اسلام میں حکومت چلانے کی صلاحیت ہے اور نفاذ قرآن اور سنت پیغمبرؐ اس کا منشور ہے۔ ان میں کسی ایک کی بھی کمی حاکم کو لنگڑا بناتی ہے۔ یہاں سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ معاویہ بن ابوسفیان کے پاس علم نہیں تھا یا معاویہ بہت دیر تک اسلام نہیں لایا یا پیغمبرؐ کے ساتھ جنگ لڑتا رہا وہ ناقد معیارات اسلامی تھا اس کے غلط ہونے کی بنیاد یہ ہے کہ قرآن وسنت

کوچھوڑ کرصرف طاقت وقدرت کو بنیاد بنا تا تھا، معاویہ بن ابوسفیان سے لے کر عبدالحمید عثمانی تک اقتدار پر طاقت وقدرت سے آئے ہیں اسی طرح بنی عباس اور بنی عثمان نے بھی حکومت کو نظام قرآن وتاریخ محمدؐ کی بجائے ابوحنیفہ، مالک اور حنبل کی سنت پر چلایا جو کتاب اللہ اور سنت پیغمبرؐ کو پیچھے چھوڑیں گے اور جن کے قول وفعل مستند نہیں ان کو حجت بنا کر حکومت بنائیں گے تو کبھی بھی ذلت سے باہر نہیں نکل سکیں گے۔

عبدالکریم:۔

قرآن کریم میں کلمہ کریم ۲۷ بار آیا ہے کریم مادہ کرم سے لیا ہے یہ ایک صفت خاص اللہ سبحانہ تعالیٰ ہے اس کے احسانات، انعامات متظاہرہ کے لئے آتا ہے سورہ نمل آیت ۴۰ ﴿قَالَ هٰذا مِنْ فَضْلِ رَبِّی لِيَبْلُوَنی أَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ وَ مَنْ شَكَرَ فَإِنَّما يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَ مَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّی غَنِیٌّ كَرِيمٌ ﴾ اللہ کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتا ہے، لیکن یہاں عبدالکریم میرا نام ہے جو والدین، مدارس وحوزات والوں نے نہیں رکھا ہے، اس کا ماجراء کچھ اس طرح سے ہے کہ یہ حقیر وناچیز ہر حوالے سے فاقد صلاحیات واہلیات کو اچانک فرقہ باطنیہ سے وابستہ افراد نے گھیر لیا تھا۔ جب وہ مایوس ہوئے کہ میں ان کے جال صیادی میں نہیں آتا تو معاشرے میں متہم ومطعون قرار دیا لوگوں کو میرے خلاف ورغلایا، بغیر کسی جرم وخطاء، اہانت وجسارت ، ذلت وحقارت دیکھنے کے بعد خطور میں آیا کہ مجھے یہاں مصیبتیں، مشقتیں، ذلت وحقارت کس جرم وخطاء کی پاداش میں روا رکھی جا رہی ہے؟ میں اس خالق کا بندہ ہوں جس نے مجھے یہاں لایا مجھے زحمت ومشقت میں نہیں ڈالا ہے، ابتداء سے آخر تک میری ضروریات زندگی میری طلب کے بغیر از خود مہیا کی ہیں جب نطفہ تھا تو شکم مادر میں میرا بندوبست کیا، پیدائش کے بعد ماں کی چھاتی میں میرے لئے خوراک کا بندوست کیا جب شعور آیا تو میں نے اطراف واکناف چاروں طرف کو نعمتوں سے بھرا ہوا پایا، جس نے مجھے یہاں لایا، تنہا رحمٰن نہیں وہ کریم بھی ہے ہر موڑ پر اس کا کرم انسان کے شامل حال رہتا ہے۔

جب آخرت میں حساب جزاء وسزا کا خیال آتا ہے تو انسان کو اپنی کوتاہیاں یاد آتی ہیں تو پھر وہ کہتا ہے اللہ کریم ہے میں اس کا بندہ ہوں۔ کسی خلیفہ عباسی نے اپنے احتضار کے وقت کہا تھا ’’**یـا من لا یزال**

ملکہ ارحم من زال ملکہ''اس جملہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ طویل عرصہ اللہ کی نافرمانی میں گزارنے کے بعد بھی جب اچانک علائم موت نظر آنے لگے تو اس نے کہا میں رب کریم کی طرف جا رہا ہوں وہ مجھے اپنے کرم سے محروم نہیں رکھے گا، یہ بھی ایک قسم کی توبہ وانابہ ہے۔سلمان فارسی سے منسوب ہے انہوں نے بھی حالت احتضار میں کہا میں بغیر کسی زادوتوشہ کے تیرے حضور میں آرہا ہوں۔

شروع میں جب میں کراچی پہنچا تو اسماعیلیوں کے صیاد میری راہ میں دام بچھائے ہوئے تھے مجھے معلوم نہیں تھا میں ان کو مخلص دوست اور دیندار سمجھتا تھا، لیکن ان کو میرے اسماعیلی ہونے میں شک تھا اللہ نے ایسے اسباب پیدا کیے کہ وہ خود ہم سے دور ہوگئے بلکہ میں تو یہ سمجھتا ہوں یہ بھی میرے رب کا فضل وکرم ہے اس نے خود ہم سے ان کو ہٹایا ہے اس لئے میں اپنے آپ کو عبدالکریم سمجھتا ہوں، دوست احباب بھی جدا ہو گئے ہیں، گویا ان کی نظر میں ایک ناگفتہ بہ جرم کا مرتکب ہوا ہوں۔اس بارے میں حال احوال پوچھنا بھی قباحت سمجھتے ہیں، ابھی تک کسی نے نہیں پوچھا کہ آپ کے ادارے کے مسائل حل ہوئے یا نہیں۔آپ کی کتابوں کے بارے میں کیا اعتراض ہے۔اگر میرے گھر آجائیں تو کتاب اٹھانے سے پرہیز کرتے ہیں، فکری طور پر میں اپنے بچوں کے درمیان بھی مطعون ہوں۔ان تمام ناگفتہ بہ حالات میں اللہ کریم نے میرے حواس سالم رکھے عقل سالم رکھی دوستوں کا عزیز واقارب کا چھوڑنا باعث پریشانی وتشویش نہیں ہوا بلکہ یوں محسوس کرتا ہوں کہ میں نے سعی وطواف کرنے کے بعد حلق کیا ہے، کبھی اس سے بھی بالاتر سوچتا ہوں اگر یہ لوگ میرے ساتھ ہوتے تو شاید میں گمراہ اور مشرک مرتا۔ان کی خاطر حریص ہوتا، کسب وکار تجارت کیلئے پریشان ہوتا، بندش شدہ ادارے کا حل تلاش کرنے کے لئے غیر صالح افراد سے رابطہ کرتا لیکن اللہ کا احسان وکرم ہے اس نے ہر آئے دن میرے ذہن میں بہتر سے بہتر عناوین نقش کیے، جس کیلئے ذہن فوراً ان مصادر کی طرف منتقل ہوا، ورنہ یہ بڑھاپا ہر چیز بھولنے کا دور ہے، لیکن ابھی بھی آپریشن شدہ دونوں آنکھیں مطالعہ کتب کیلئے آمادہ ہیں سماعت بھی اتنی خراب نہیں ہوئی، ایسی حالت میں تنگ آکر موت کی دعا نہیں کرتا ہوں، بلکہ یہ دعا بھی نہیں کرتا ہوں کہ مجھے اور زندگی دے تا کہ تیرے دین کی خدمت کرسکوں یا میرے

ادارے پر لگی پابندی ہٹائیں، اولادوں کو میرے لئے نرم کریں بلکہ ہر آن ہر لحظہ اس کے فضل وکرم کا شکر گزار ہوں ان تمام نعمات کا خود کو اہل و مستحق نہیں سمجھتا یہ سب اللہ کا فضل وکرم ہے لہٰذا میں ''بندہ کریم'' ہوں، اللہ نے جو وعدہ قرآن میں دیا ہے اس کو ہم نے پایا ہے۔ایک ایسا قصوروار و بے سہارا جسے باہر والوں کے ساتھ ساتھ اپنی ہی عزیز اولاد بنات وبنین ورشتہ داران قریب وبعید نے اس جرم میں کہ ناسخ شریعت قرآن ساقط کنندہ تکالیف الٰہی اسماعیلی خانی فرقہ کو چھوڑ کر خالص اسلام کی طرف کیوں گیا حصار خانہ میں محصور کیا۔میں اس وقت حالت رنج وغم میں ہوں آخرانہوں نے کیوں کس لئے مجھ سے نفرت وکراہت کی ہے؟اسماعیلیوں قادیانیوں اور سیکولروں نے ہم سے باغی بنایا ہے، ہم مروجہ علوم سیکھنے کے خلاف نہیں تھے ،لیکن وہاں پر شکارچیان مشنری خاص کر اس وقت شکارچیان آغا خانی اور قادیانیوں نے چھینا ہے،ان کے دوستوں حتیٰ کالجوں میں فیل ہونے سے کچھ پتہ چلا تھا،لیکن بعد میں کمپیوٹر کے ساتھ شب گزاری سے یقین ہوا،اسی دوران اپنے علاقے کے دولڑکوں سے جو ظاہری طور پر نماز وروزہ کے پابند اور صاحب دین نظر آتے تھے ان سے نشست رکھتے تھے، ہر آئے دن ہم سے نفرت وکراہت کرتے گئے، باپ کو اف نہ کرو کی جگہ تف کرنے لگے،لیکن ہم کچھ کر نہیں سکتے تھے۔قم میں نام نہاد علم دین والوں سے بھی یہ لوگ سبق عیش لیتے تھے، دین و دیانت چھوڑنے کی وجہ سے میرے دل میں ان سے نفرت پیدا ہوئی،ان حالات کی وجہ سے خوشی ختم ہوگئی کہ ہم صاحب اولاد ہیں، یہاں تک کہ رضائے اللہ پر راضی ہونا ہی اپنے مسائل کا حل سمجھتا ہوں یہ بھی اللہ کا فضل وکرم ہے،اس مشکل میں بے ثباتی وبے قراری کرب واضطراب کا مظاہرہ کئے بغیر کہتا ہوں اللہ کریم ہے اس کی کریمی بہت وسیع ہے ہر وقت بندوں پر محیط رہتا ہے۔میں اپنے ساتھ ان عزیزان کو بھی اس کریم کی کفالت وضمانت میں دیتا ہوں جنہوں نے اس دوران حصار میں اس کتاب کو ترتیب وتنظیم سے آراستہ وپیراستہ کرنے میں میری معاونت کی ہے۔وہ برادران یہ ہیں، ابرار حسین ،مولانا شکور علی، محمد علی، ناصر شاہ، تاثیر شاہ، خادم حسین، ابومریم، اے رب کریم جس طرح تونے اپنے رسولؐ کریم کو تبلیغ ورسالت میں صیانت کا وعدہ دیا اس طرح ان عزیزان کو بھی رسول کی تبلیغ نشر رسالت کی توفیق عنایت فرما۔

دوسرا وہ انسان جو تمام اطراف وجوانب سے ظلم وزیادتی، ناانصافی دیکھنے کے بعد جن سے امیدیں وابستہ کئے ہوئے تھا ان عزیز اولاد واقارب احباب نے بھی اسے چھوڑ دیا ہو اب اس کا کوئی سہارا نہ رہا ہو مستقبل میں پیش آمدہ مسائل خاص کر مرض میں مرتے وقت کون اسکی دیکھ بھال کرے گا، جیسے سوالات ذہن میں ابھرتے ہیں لیکن پھر ذہن میں آتا ہے اللہ کریم ہے، کرم خوشہ انگور کو کہتے ہیں یہ خیر ہی ہوتا ہے، اسی مناسبت سے صاحب جود وسخا انسان کو کریم کہتے ہیں لیکن یہاں بہت سے لوگ اشتباہ کرتے ہیں جہاں جس نے جود وسخا اپنے ذاتی کسب، اپنے پسینے کی کمائی دولت سے نہیں کیا بلکہ اس نے کسی امانت میں خیانت کی ہے جیسے خلفاء بنی امیہ، بنی عباس یا بنی ہاشم کی بعض شخصیات کو صاحب جود وسخا کہا ہے وہ کیسے اور کس سے لے کر کرتے تھے؟ جیسے ہارون الرشید اور اس کے وزیر اعظم برامکی کو لوگوں نے صاحب جود وسخا کہا ہے مال ودولت امپراطور ہارون الرشید جس نے یہ دولت مسلسل جنگوں سے حاصل غنائم اور خراج سے حاصل کی اس کو اس نے اپنی اور اپنے خاندان کی عیاشی کے بعد اس کے وزیر اعظم برامکی جس کی دین ودیانت اس کو بعد میں کشف ہوئی تمام فریق مخالف کو برامکی اسی دولت سے نوازتا تھا۔ اہل بغداد اس کو محسن کہتے تھے یہ بڑی خیانت ہے۔ اس کی ایک معاصر مثال ہمارے ملک میں، بیرون ملک اور اندرون ملک کی این جی اوز سے رقم لیکر وہ خدمات انجام دیں جو مسیحی مشنری دیتے آئے ہیں، جو ملک قرضہ یا خیرات سے پلتا ہو وہ ملک ترقی نہیں کرسکتا ہے، انہوں نے اسلام کو نہیں اٹھایا ہے بلکہ اس ملک کو ذلیل وخوار کرنے والے ہیں۔ شیڈول ۴ میں چار ہزار شخصیات کے خلاف کاروائی کی گئی ہے جو ملک میں نام نہاد دینی مدارس چلارہے ہیں اور این جی اوز کے نمائندے بنے ہوئے ہیں، پیسہ جہاں سے بھی آئے اندرون ملک کے سرمایہ دار ہوں یا کویت، ایران سے ہوں وہ عزائم کفری رکھنے والوں کی طرف سے ہوتا ہے۔ انہوں نے دین کی خدمت چھوڑ کر خرافات پھیلانے کا کام شروع کیا ہوا ہے وہ اسلام ومسلمین کے خلاف ہیں۔ ہر آئے دن نئے نام نہاد شعائر مذہبی سے مخالفت کرنے کی وجہ سے ان سب نے غیر اعلانیہ میرے ادارے کو بند کیا میری کتابوں پر پابندی لگائی حتیٰ انٹرنیٹ پر پڑھنے سے بھی منع کیا، فتاویٰ لگائے مجھے اندر خانہ محصور کیا یہاں اندرون خانہ میرے خلاف

مزاحمتیں کھڑی کیں۔ان تشدد آمیز اور غیر اسلامی سلوک کو دیکھ کر اس ملک **مفتخر** عالم اسلامی میں بڑھتے ہوئے اسلام مخالف احزاب یسار ویمین، سیکولر کے نرغے میں آنے سے پریشان ونالاں دردمندان کلمہ گووں کے ''امن یجیب '' کی دبی خف صداؤں کے لئے نوید الٰہی ہے کہ ''**حق کا مقدر جینا ہے باطل کا مقدر ٹوٹنا مٹنا ہے**''''ان للحق دولة وللباطل الجولة ''اللہ کا وعدہ ہے﴿ وَ نُرِیدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَی الَّذِینَ اسْتُضْعِفُوا فِی الْأَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَ نَجْعَلَهُمُ الْوارِثِین ﴾قصص۔۵۔ اگرچہ امت مسلمہ ضعیف وناتواں ہوگئی اور یاس وناامیدی ان پر چھاگئی اور اہل حق باطل کے مقابلے سے عاجز آئے تو سنت الٰہی حرکت میں آئے گی﴿ وَ لَوْ لا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْض ﴾ بقرہ۔۲۵۱۔ اللہ انہی باطلوں میں سے ایک باطل سے ان کا مقابلہ کرے گا چنانچہ ملک عزیز پاکستان **مفتخر** عالم اسلام اس وقت اس کا نظارہ کررہا ہے۔سیکولروں کا سیکولروں کے خلاف دھرنا ان کا احتساب آخرت سے پہلے ہونا شروع ہوا ہے تاکہ اہل باطل کو باور کرائیں کہ اللہ کی سزائیں دنیا میں بھی نافذ ہوتی ہیں۔مسلمانوں کی تنہائی میں آہ وفغاں کہ ''اے اللہ اسلام کا بول بالا فرما کفر والحاد وسیکولروں کے تکبر وغرور کو ان کی نحور میں پلٹا دے'' کو اجابت سے ہمکنار ہوگی۔جو کہتے ہیں ''ہندو، مسیحی، بوذی ومسلم مل کر رہینگے'' یا ملک کے لئے ہندو یا مسیحی کو سربراہ بنانے کا خواب دیکھنا مسلمانوں کے دلوں پر تیر سہ شعبہ سنان وشمر ہے، یہ قیام پاکستان کے نظریے کے بھی خلاف ہے اللہ ایسوں کو دنیا اور آخرت دونوں میں ذلیل ورسوا کریں۔ ہماری تاریخ میں غیر مسلمین کا آرام وسکون، جان ومال کے تحفظ کے صفحات درخشاں ہیں لیکن آج سیکولروں کے نرغے اور نخرے سے کلمہ گو یان پریشان ہیں اے اللہ'' استجب دعوة المسلمین ان وعدک الحق و انک لا تخلف المیعاد''.

علی شرف الدین

۱۰ شعبان ۱۴۴۰ھ

مصدر ومأخذ
سیکولرازم دخت الحادازم نواسی یہودازم

۱۔عولمۃ قوانین الاحوال الشخصیۃ فی مصر (۵)
۲۔نظریۃ العلاقۃ الجنسیۃ فی القرآن کریم — مؤلف محمد مھدی الاصفی
۳۔قضایا فی الزوج والطلاق — مؤلف اسامۃ عمر سلیمان الاشقرص
۴۔الطلاق خطیئۃ من؟ — السید علی حسین حلی العاملی
۵۔الطریق للسعادۃ الزوجیۃ — مؤلف احمد بن سالم بادویلان
۶۔الزواج فی الاسلام — مؤلف احمد بن عبد العزیز الحسین
۷۔حیاۃ زوجیۃ بلا مشاکل — مؤلف بثینۃ السید العراقی
۸۔حیات جوھر — مؤلف عشرت رحمانی ناشر
۹۔الزواج المدنی دراسۃ مقارنۃ — مؤلف عبد الفتاح کبّارۃ
۱۰۔الآیات العجاب فی رحلۃ الانجاب — مؤلف حامد احمد حامد
۱۱۔واجبات المرائۃ المسلمۃ فی ضوء القرآن والسنۃ — مؤلف الشیخ خالد عبد الرحمان العک
۱۲۔زوجات قاتلات — مؤلف سراج الدین الرّوبی
۱۳۔العقم أسرارہ وحلولہ — مؤلف دعبد الجلیل علی لفۃ
۱۴۔الوقت عند المرأۃ — مؤلف جاسم محمد بدر المطوع
۱۵۔(الی کلی أب وأم ومربّ) اولادنا — مؤلف محمود محمد عمّارۃ
۱۶۔نظام وحل مشکلاتھا فی ضوء الاسلام — مؤلف دعبد الرحمٰن الصابونی
۱۷۔(ضمانات) حقوق المرئۃ الزوجیۃ — مؤلف محمد یعقوب محمد الدّھلوی

۱۸۔کتاب نقد(۱) سکولاریزم (چاپ سوم)

۱۹۔التبشیر والاستعمار مؤلف مصطفیٰ خالدی دعمرفرّوخ

۲۰۔مناهج المستشرقین وموقفهم من النبی ﷺ عرض ونقد فی ضوء العقیدۃ الاسلامیۃ (جلدا ۔۲)

مؤلف ریاض بن حمد بن عبداللہ العمری

۲۱۔صراع مع الملاحدۃ حتیٰ العظم مؤلف عبدالرحمن حسن حبنّکۃ المیدانی

۲۲۔(چهار مقاله درباره ی.) مسیحیّت عهدین مئلفین هیئت تحریریه ناشر درراه حق (ش ۲۶)

۲۳۔العفاف بین السلب والایجاب مؤلف محمد امین زین الدین

۲۴۔(مرری برزمینه های فکری) التقاط جدید (در ایران) مؤلف رسول جعفریان

۲۵۔سیری در تفکّر مادّی (۴) مجموعه بینش توحید مؤلف محمد دشتی

۲۶۔لست ملحد الماذا؟ مؤلف کریم فرحات

۲۷۔الاسلامیۃ والقویٰ المضادّہ ناشر مؤسسۃ الرسالۃ

۲۸۔اللہ بین الفطرۃ والدلیل مؤلف شیخ محمد حسن آلیاسین

۲۹۔کلمات من الحضارۃ مؤلف منصور عید

۳۰۔الدین والعلم حقائق ورأی مؤلف رضوان بن ظاہر الطلاع

۳۱۔فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیہ والافتاء جمع وتدوین شیخ احمد بن عبدالرزاق الدویش

ناسورات ثلاث پاکستان

بیماری ہر ذی روح کو لاحق ہوتی ہے، نباتات، حیوانات اور انسان، لیکن ا نسان کو لاحق ہونے والی بیماری فردی ہو اجتماعی واقتصادی یا سیاسی دوسرے انسانوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ بعض بیماریاں معمولی علاج سے ختم ہو جاتی ہیں، بعض لا علاج ہوتی ہیں، اطباء کہتے ہیں بعض ایسی بیماریاں ہوتی ہیں کہ کاٹے بغیر ان کا کوئی علاج نہیں ہوگا،اس قسم کی بیماری کو ناسور کہتے ہیں۔مملکت پاکستان جب سے وجود میں آئی ہے عوارض بیرونی کے ساتھ ساتھ متعدد بیماریوں میں مبتلاء ہے جو کہ مسلسل پھیل رہی ہیں، امراض اجتماعی کے ماہرین نے بیماریوں کی تشخیص کی ہے،کہا ہے یہ ناسور ثلاث ہیں ''سیکولر،احزاب اور فرقے'' ۔سیکولروں نے احزاب اور فرقوں کو رفیق وکنیز بنایا ہے مراکز حیاتی اب ان کے قبضے میں ہیں،انہیں ہدایت ہے دین و ملت اور وطن سے جہاں سے ممکن ہو خیانت کریں ۔دین مسیحی اور سیکولر لازم و ملزوم ہیں ایک دوسرے کے بغیر اپاہج ہیں جبکہ قرآن کی بدولت دین اسلام خالص من عنداللہ ہے اور اس میں نقص و اضافہ وتقسیم نا پذیر ہے۔حاضر کتاب ان حقائق سے نقاب کشائی میں انتہائی معاون ثابت ہو گی۔

دار الثقافة الإسلامية پاکستان